اسلام کا نظریہ جنس

سلطان احمد اصلاحی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے

درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

سلطان احمد اصلاحی

الفیصل
ناشران و تاجرانِ کتب
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

سلطان احمد اصلاحی

الفیصل
ناشران و تاجران کتب
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

فہرست ابواب

فہرست مضامین

مانع حمل تدابیر کا مسئلہ ۲۷۵

جوڑے کے انتخاب کے معقول حدود ۳۱۱

مصنف

مصنف کتاب مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحب ۵۲-۱۹۵۱ء میں موضع بھوروہ مئو (بڑی آکیہ) ضلع اعظم گڑھ اتر پردیش میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد مرحوم و مغفور کا اسم گرامی جناب عبدالستار شاہ صاحبؒ تھا۔ ان کی ابتدائی تعلیم و تربیت ان کی مرزبوم سے متصل بستی بھاٹن پارہ کے مکتب میں ہوئی۔ بعد میں انھوں نے مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ میں داخلہ لیا۔ یہاں سے فراغت کے کچھ مہینوں بعد ہی آپ ادارہ تصنیف جماعت اسلامی ہند علی گڑھ کے تصنیفی تربیت کے دو سالہ کورس میں منتخب کیے گئے۔ ۱۹۷۴ء میں اس کو مکمل کرنے کے بعد اسی ادارے میں جو اب برصغیر کے علمی حلقوں میں ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ کے نام سے جانا جاتا ہے رفیق کی حیثیت سے علوم اسلامیہ کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ علم و دانش کے ساتھ تصنیف و تحریر سے مصنف کو ابتدا ہی سے دلچسپی رہی ہے۔ ایام طالب علمی میں مدرسۃ الاصلاح کے قلمی عربی رسالے "المنہل" میں انھوں نے متعدد دعوتی اور تحقیقی مضامین لکھے۔ اسی زمانے میں ایک سے دو تحریری مقابلوں میں انھیں اول انعام کا مستحق قرار دیا گیا۔ علی گڑھ قیام کے ابتدائی سالوں میں بھی وہ ایک سے زائد تحریری مقابلوں میں اول اور خصوصی انعام سے نوازے گئے۔ اس کے بعد سے مصنف نے اپنی زندگی خالص تحقیق و تصنیف کے لئے وقف کر رکھی ہے۔ اب تک ان کے قلم سے بیس کتابیں اور پچاس کے قریب مضامین ملک اور بیرونِ ملک کے جرائد میں شائع ہو کر ارباب نظر سے دادِ تحسین وصول کر چکے ہیں۔

تصنیف و تالیف کے علاوہ مصنف دوسری علمی، ادبی اور معاشرتی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتے رہے ہیں۔ وہ ایک کامیاب خطیب اور مقرر ہیں۔ اس کے علاوہ ایک سے زائد علمی اداروں اور انجمنوں کے رکن اور اندرون ملک علمی مذاکرات اور سیمناروں کی جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ آپ کی شرکت علمی مجالس کی کامیابی کی ضمانت سمجھی جاتی ہے۔ اپنی مادری زبان اُردو کے علاوہ مصنف عربی، فارسی، انگریزی اور ہندی زبانوں میں بھی درک رکھتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں قدما کے استناد اور جدید اسلوب کا حسین امتزاج ملتا ہے۔ قرآن و سنت، آثارِ صحابہؓ، اقوال سلف اور فقہا کی ژرف بینی سے بے نظیر واقفیت اور جدید علمی و سماجی نظریات سے لائق تحسین آگاہی نے ان کی تحریروں میں جو جامعیت پیدا کی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ سماجیات اور اسلامیات کے متنوع موضوعات پر مصنف نے جس انقلابی اور اجتہادی رنگ کے ساتھ قلم اٹھایا ہے وہ انھیں کا حصہ ہے۔ مدارس عربیہ کے مسائل مصنف کی دلچسپی کا دوسرا خاص موضوع ہیں۔ جس کے سلسلے میں ان کے فکر انگیز مضامین قابل توجہ ہیں۔

زیر نظر کتاب دورِ حاضر کے ایک بہت ہی اہم اور حد درجہ نازک و حساس مسئلہ سے بحث کرتی ہے۔ "اسلامی نقطۂ نظر سے جنس" کے موضوع پر اردو کے علاوہ دوسری کسی زبان میں بھی اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ امید ہے کہ اسے ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا اور قارئین کی طرف سے اسے قرار واقعی پذیرائی حاصل ہو گی۔

(ڈاکٹر غلام قادر لون)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

دیباچہ

محترم قارئین! "اسلام کا نظریۂ جنس" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کتاب میں جنس کے حد درجہ نازک اور حساس مسئلے کے سلسلے میں اسلام کی تعلیمات کو تفصیل سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسلام کی صحیح قدر شناسی اور اس کے احکام و تعلیمات کی واقعی قدر و قیمت کے اندازہ کے لئے غیر اسلام سے بھی واقفیت ضروری ہے۔ اس کے تقاضے سے کتاب کے باب اول میں دور حاضر کی بے قید و بے مہار جنسی انارکی کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ جنس کے سلسلے میں اسلامی تعلیمات کی حقیقی قدر افزائی اسی پس منظر میں کی جا سکتی ہے۔ ماضی قریب میں دنیا نے فکر و فلسفہ کے نام سے الحاد و دہریت وغیرہ کے بہت سے فتنوں کا سامنا کیا ہے۔ لیکن آج یہ اکثر فلسفے زیر آب ہو، سطح پر صرف مادیت پسندی اور جنس پرستی کا دور دورہ ہے۔ اس طرح جنس کا مسئلہ آج کے زمانے کا دوسرا سب سے بڑا فتنہ ہے۔ اور دنیا و آخرت میں اپنی فلاح کے مقصد سے انسان کے لئے اس کے سلسلے میں اپنے فکر و عمل کو درست کرنا حد درجہ ضروری ہے۔ اسلام فطری دین ہے۔ انسان کی جنس کی فطری ضرورت کا بھی اس کے یہاں بھرپور لحاظ ہے جیسے پابند حدود رکھ کے اس کے سلسلے میں اس نے کشادگی کی وہ راہیں تجویز کی ہیں جس کا صحیح اندازہ اس سے متعلق اس کی تعلیمات و ہدایات کے مطالعہ سے ہی کیا جا سکتا ہے۔ زیر نظر کتاب میں اسلام کی انہی تعلیمات کو ہم نے اپنی بساط کی حد تک علمی اور تحقیقی انداز میں سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔ قرآن و سنّت کے ساتھ مسائل کی فقہی تفصیلات کے سلسلے میں کسی خاص مکتب فقہ کی پابندی کو ضروری خیال نہیں کیا گیا ہے۔ تمام مکاتب فقہ سے یکساں طور پر استفادہ کیا گیا ہے اور متعلقہ مسائل میں جس مسلک کو مطابق مصلحت اور حالات سے ہم آہنگ پایا گیا ہے کسی تحفظ کے بغیر اسے ابھارنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اردو زبان میں ابھی تک اس موضوع پر کوئی مستقل کتاب نہیں ہے۔ عربی زبان میں بھی جہاں تک ہماری محدود نظر ہے اس طرح کا موضوع سے بندھا اور بھرپور مواد یکجا شاید ہی

مل سکے گا۔ آج کے حالات میں بالخصوص صحیح جنسی تربیت کے بغیر انسان کی مطلوبہ تربیت کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اس مقصد سے انشاء اللہ یہ ایک معاون اور مددگار کتاب ثابت ہوگی۔ عمل کی پاکی کے لئے ذہن کی پاکی کی ضرورت ہے۔ اس پاکی کے حصول کے لئے شدید ضرورت ہے کہ جنسی لحاظ سے ذہنی طہارت اور پاکیزگی کی طرف توجہ دی جائے۔

قرآن وسنت کے ذخیرے کا ایک قابلِ لحاظ حصہ براہِ راست یا بالواسطہ جنس کے مسئلے سے متعلق ہے۔ انسانی زندگی میں اس مسئلے کی اہمیت کا یہی تقاضا ہے۔ زندگی کے طویل عرصے میں قدم قدم پر آدمی جنس کے مسائل سے دوچار رہتا ہے۔ اب اگر آدمی کو ان مسائل سے خود واقفیت نہ ہو یا مناسب ذرائع سے وہ اس کی معلومات حاصل نہ کر سکے تو اپنی عملی زندگی کے بہت بڑے حصے میں وہ صحیح دینی تقاضوں کی ادائیگی سے قاصر رہے گا۔ کتاب اللہ میں اس کے مسائل کی جو تفصیل ہے وہ اپنی جگہ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب ضرورت ان کو بہت کھول کر بیان کیا ہے۔ مردوں کے اکثر و بیشتر مسائل تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود حل کرتے، خواتین کے لئے ازواجِ مطہرات ؓ کی معرفت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا الگ خصوصی انتظام کر رکھا تھا۔ دین کے ہمارے قابلِ اعتماد شارحین کے یہاں بھی مسئلہ جنس کی یہی اہمیت ہے، جس سے متعلق مسائل ومعاملات کی تشریح وتفصیل میں انھوں نے اس باریک بینی اور جزرسی کا مظاہرہ کیا ہے کہ آج جدید جنسیات کے ذخیرے میں بھی اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ اس کی روشنی میں علماء اور دینداروں کے ایک حلقہ کی طرف سے اس موضوع کا کلی مقاطعہ اور اس پر زبان بندی کی تلقین ٹھیٹھ دینی تقاضوں سے غیر ہم آہنگ ہے جس پر ان حضرات کو سنجیدگی سے نظرثانی کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ شاید اسی غیر مطلوب رویے کا شاخسانہ ہے جو اس موضوع کی نسبت سے اردو زبان کا ذخیرہ افلاس کا شکار ہے۔ شاید کہ اس کتاب کے ذریعہ اس کمی کی کسی حد تک تلافی ہو سکے۔

قرآن وسنّت کی روشنی میں جنسی مسائل کی تفصیلات کے ساتھ جنسی تعلیم بھی چونکہ اس کتاب کا ایک حصہ ہے اس لئے مسائل کے بیان میں بسا اوقات اس کھلے پن کو گوارہ کیا گیا ہے جو شاید ہماری مروجہ ثقاہت اور دین داری کے مطابق نہ ہو لیکن دین کے اصلی دائرے میں اس کی پوری گنجائش ہے۔ بلکہ بعض حالات میں ندب واستحباب اور جواز سے آگے اس کے وجوب اور فرضیت کا اشارہ نکلتا ہے۔

کتاب میں ہر جگہ حوالے کے الفاظ اور اس کا مواد پہلے حوالے کے مطابق ہے، بعد کے حوالے مزید تائید اور توثیق

کے لئے ہیں۔ جنسیات کی مروجہ معروف اُردو، انگریزی کتابوں کی مفید معلومات اس کتاب کے اندر سمیٹ لی گئی ہیں۔ اس کے بعد ان کتابوں پر بہت زیادہ وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آخر میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو والد مغفور و مرحوم جناب عبدالستار شاہ صاحبؒ کے حق میں صدقہ جاریہ فرمائیں اور آگے اپنی پسند کے دوسرے کاموں سے ان کے لئے اس کے ذخیرے میں اضافے کے اسباب پیدا کریں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ و صحبہ اجمعین الیٰ یوم الدین صلاۃ وسلاما دائماً کثیراً کثیراً کما یحبہ تعالیٰ ویرضاہ۔

سلطان احمد اصلاحی

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ

۴ نومبر ۱۹۹۴ء

جمعہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

(صدق اللہ العظیم) (روم: ۲۱)

اور اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارے لئے جوڑے پیدا کئے تا کہ تمہیں ان سے مل کر سکون اور چین حاصل ہو اس کے ساتھ ہی اس نے تمہیں پیار اور مہر و محبت کے مضبوط رشتے سے باندھ دیا، بلاشبہ اس کے اندر بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر سے کام لینا چاہیں۔
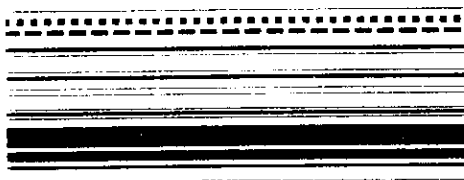
باب اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دَورِ حاضر کی بے قید و بے مہار جنسی انارکی

دَورِ حاضر میں معاملاتِ دنیا سے دین و مذہب کی بے دخلی اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی سے آزاد ہو کر مسائلِ حیات کو حل کرنے کی خواہش نے نوعِ انسانی اور خاص طور ترقی پسندی اور روشن خیالی کے دعویدار یورپ کو فکر و نظر کی جس سمت تہ بن بے اعتدالی اور بے راہی سے دوچار کیا ہے، اس کی تازہ ترین عبرتناک مثال اس کی طرف سے پیش کیا جانے والا بے قید و بے مہار جنسی انارکی کا نظریہ ہے جس کے لئے اباحیت پسندی Permissiveness کی نئی اصطلاح استعمال کی جا رہی ہے۔ جس نے حالیہ برسوں میں ایک مستقل تحریک کی صورت اختیار کر لی ہے۔ بادی النظر میں اباحیت پسندی Permissiveness سے ذہن جملہ معاملاتِ زندگی میں ہدایتِ الٰہی سے بے نیازی اور دین و مذہب کی قید سے آزادی کی طرف جاتا ہے۔ لیکن فی الواقع ایسا نہیں ہے۔ اباحیت پسندی Permissiveness کا مطلب خاص طور پر انسان کا اپنی جنسی زندگی میں ہر طرح کی قید و بند اور پابندی اور رکاوٹ سے آزاد ہونا ہے۔ چنانچہ لغت میں اس کی جو تعریف کی جا رہی ہے اس میں سماجی برتاؤ Social Conduct اور سماجی تبدیلیاں Social Changes بھی اگرچہ اس کے دائرے میں آتی ہیں[1]۔ پر بے قید جنسی زندگی

---

[1] Chamber's Family Dictionary, Edinburgh, 1981

ان سب پر نمایاں ہے جس نے دوسرے تمام پہلوؤں کو بالکل دبا لیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ جنسی آزادی، کے ساتھ ہم جنس پرستی کی آزادی کا اصلاحی قانون، سینما کی دنیا میں سنسر شپ کا خاتمہ، ان موضوعات پر بے تکلف اور کھلا بحث و مباحثہ جن پر اب تک اظہار خیال کی پابندی تھی وغیرہ بہت سی چیزیں اس میں شامل ہیں[۱]۔ چنانچہ اباحی معاشرہ Permissive Society اس معاشرہ کو کہا جاتا ہے جس میں آزادی کی یہ نعمتیں خاص طور پر حاصل ہوں[۲]۔ لغات کی دنیا کا یہ وہ اضافہ ہے جس کا ۱۹۶۰ء سے پہلے سراغ نہیں ملتا[۳]۔

اس تصور کی ابتدا

مغرب کی یہ جنسی انارکی جسے وہاں کے مفکرین جنسی انقلاب Sexual "revolution" کے نام سے یاد کرتے ہیں، اس کا سرا ۱۹۲۰ء کے آس پاس ملتا ہے۔ جو ۱۹۶۰ء اور اس کے ارد گرد اپنے نقطۂ عروج کو پہنچتا ہے جب کہ جنسی رویئے sexual attitudes اباحیت پسندی Permissiveness کی طرف چھلانگ لگاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ سماجی اور قانونی اصطلاحات کا ایک سلسلہ شروع ہوتا ہے جو جنسی برتاؤ sex Behavior کو خالص فرد کے ذاتی فیصلہ کا معاملہ قرار دیتے ہیں[۴]۔ ۱۹۶۰ء سے آگے 'جنسی اباحیت پسندی' کی لہر ایک اور

---

[۱] Chamber's Twentieth Century Dictionray, Allied Publishers, New Delhi, 1973. Oxford Advanced Learner's Dictionary of Current English, Darya Ganj, New Delh - 1982

[۲] Chamber's Family Dictionary بحوالہ بالا ، Clamber's Twentieth Century Dictionary طبع مذکور [۳] بحوالہ سابق

[۴] 1. Sociology of Sex P. 245, 246 - Edited by James M. Henslin and Edward Sagrin, Shocken Books, New York, 1978 (بقیہ صفحہ گزشتہ)

محدود رخ اختیار کرتی ہے یعنی قبل از ازدواج جنسی اباحیت Premarital Sexual Permis- جس کے نتیجے میں 'جنسی اباحیت' Sexual Permissiveness 'قبل ازدواج جنسی اباحیت' Premarital Sexual Permissivess کے مرادف ہو کر رہ جاتی ہے۔ گویا کہ اب مغرب جنسی بے راہ روی کے لئے آگے کے مراحل کے انتظار کا متحمل نہیں، شادی سے پہلے ہی وہ اس دائرے کے تمام تجربات کر لینے کو ضروری خیال کرتا ہے۔ اس عرصہ میں جن مصنفین و مفکرین اور اہل قلم کے ذریعہ اس تصور کی متعین شکل و صورت سامنے آئی ہے اور اس کے خدوخال واضح اور نمایاں ہوئے ہیں، ان میں ماہر سماجیات جناب ارا۔ ال۔ ریس (Ira L. Reiss) کا نام سرفہرست ہے۔ جنھوں نے خاص طور پر اس پس منظر میں نئی دنیا امریکہ کے جائزے اور اس پر اپنے مطالعات اور جائزوں سے قبل از ازدواج جنسی اباحیت Permarital Sexual Permissiveness کو جدید سماجیات Sociology کا ایک زندہ بلکہ دہکتا ہوا موضوع burning topic بنادیا ہے۔ اس موضوع پر مختلف پہلوؤں سے موصوفہ کے متفرق مقالات کے علاوہ جو مغرب کے سماجیات کے معیاری جرنلوں میں شائع ہو چکے ہیں، ان کی دو[۲] مستقل تصنیفات ہیں۔ ۱۔ امریکہ میں قبل از ازدواج کے جنسی معیارات[۱] Premarital Sexual Standards in America اور ۲۔ قبل از ازدواج جنسی اباحیت کا سماجی سیاق The Social Context of the Premarital Sexual Premissiveness افسوس کہ ہمیں تلاش کے باوجود مصنفہ کی پہلی کتاب دستیاب نہ ہو سکی۔ البتہ دوسری کتاب ہمارے پیش نظر ہے جس کے حوالے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) Ira. L. Reiss: The Social Context of the Premarital Sexual Permissiveness. P. 8. Holt, Rinehart and Winston New York, 1967 نیز

[۱] شائع کردہ: New York, Free Press 1960

انشاءاللہ آگے آپ کے سامنے آئیں گے۔ اپنے دیگر مقالات میں مصنف نے جس طرح کا کام کیا ہے اس کا کسی قدر اندازہ ان کے عنوانات ہی سے کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ قبل از ازدواج مباشرت میں دوہرے معیار کا مسئلہ۔ ایک خیال جو مسترد کیا جا چکا ہے، The Double Standard in Premarital Intercourse A Neglected Concept [1]

۲۔ قبل از ازدواج جنسی اباحیت کی پیمائش The Scaling of Premarital Sexual Permissiveness [2]

۳۔ جنسی نشاۃ ثانیہ۔ ایک خلاصہ اور تجزیہ Sexual Renaissance, A summary and analysis [3]

۴۔ سماجی طبقات اور قبل از ازدواج جنسی اباحیت Social Class and Premarital Sexual Permissiveness [4] اس دائرے کے دوسرے مصنفین کی کاوشیں کچھ اس طرح کی ہیں۔ ۱۔ رابرٹ بل Robert Bell کی کتاب 'بدلتے سماج میں قبل از ازدواج جنس Premarital Sex in Changing Society [5] ۲۔ جان گیگنان John Gagnon کی کتاب 'قبل از ازدواج مباشرت اور ذاتی باہمی تعلقات Premarital Intercourse and Interpersonal Relationships [6]

یورپ اور خاص طور پر نئی دنیا امریکہ میں، جو قبل از ازدواج جنسی اباحیت

---

[1] Social Forces, March 1956

[2] Social Forces May, 1964 صفحات ۱۸۸ تا ۱۹۸

[3] Journal of Social Issues, April 1966 صفحات ۱۲۱ تا ۱۳۷

[4] American Sociological Review, October 1965 صفحات ۷۴۷ تا ۷۵۶

[5] Englewood Cliffs, N.J. Prentice - Hall 1966

[6] Boston : Little, Brown, 1975 رسالوں اور کتابوں کے ان سب حوالوں کے لئے آرا۔ ایل۔ ریس کی کتاب The Social Context. پیش نظر ہے۔

Premarital Sexual Permissiveness کا خاص مرکز ہے، جنسی اباحیت پسندی کا کیا رنگ ڈھنگ ہے اور روشن خیالی اور علم وفن کے نام پر شیطان کس طرح انسان کو اپنے پیچھے نچا رہا ہے، اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ اس سے پہلے یورپ کی تاریخی جنسی بے اعتدالی پر ایک نظر ڈال لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

یورپ کی تاریخی جنسی بے اعتدالی

اسے یورپ کی بدقسمتی ہی کہنا چاہیے کہ اسے اپنی تاریخ کے کسی عرصہ میں جنسی اعتدال نصیب نہ ہو سکا۔ زمانہ دراز تک وہ پال کی ایجاد کردہ پامال مسیحیت کے دام میں گرفتار رہا۔ جس نے حضرت مسیحؑ کی اصل تعلیمات میں تحریف کرکے تجرد و ترکِ نکاح Celibacy کو انسانی زندگی کا آئیڈیل قرار دیا۔ اس سے قطع نظر کہ پوری مسیحی دنیا میں اس خلاف فطرت اصول پر کبھی مخلصانہ عمل نہیں ہوا، جیسا کہ نہ ہو سکتا تھا۔ عوام سے قطع نظر خود کلیسا اپنی عظمت و افتخار کے دورِ شباب میں مثالی جنسی بے اعتدالیوں کا شکار رہا۔ بڑے بڑے پادری شرافت و اخلاق کی تمام حدود کو بالائے طاق رکھتے ہوئے شہوت پرستی میں ڈوبے ہوئے تھے[۱]۔ یہاں تک کہ احتساب عقائد کی عدالتیں شہوت رانی کے مراکز بنی ہوئی تھیں[۲]۔ بعد میں کلیسا کے مظالم اور بعض

---

[۱] لیکی: تاریخ اخلاق یورپ، بحوالہ: سید جلال الدین عمری: عورت اسلامی معاشرے میں ص ۲۱۵، ۲۱۶۔ مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، بار ششم ۱۹۸۴ء

[۲] دیکھیے: ہماری کتاب: مذہب کا اسلامی تصور صفحات ۲۴، ۲۵۔ ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۱ء بار اول۔ موجودہ دور میں بھی مسیحی کلیسا کی حالت کم افسوسناک نہیں ہے۔ آج امریکہ میں نہ صرف یہ کہ کلیسا جنسی بے اعتدالیوں میں خود ملوث ہے۔ بلکہ وہ کھلے بندوں بدکاری اور جنسی آوارگی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ وہ اپنے زیرانتظام اس کے مواقع فراہم کرتا ہے اور اس کی سرپرستی کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو: سید قطب شہید: اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل صفحات ۹۲ تا ۹۶۔ ترجمہ: ساجد الرحمٰن صدیقی۔ ادارہ معارف اسلام، کراچی، اشاعتِ اول ۱۹۷۴ء۔

دوسرے تاریخی اسباب وعوامل کے تحت یورپ میں 'نشاۃ ثانیہ' Renaissance اور روشن خیالی Enlightment کے دور کا آغاز ہوا، جس کے نتیجے میں یورپ نے مسیحیت سے دامن چھڑانے کے ساتھ نفس دین وایمان ہی سے یکسر رشتہ منقطع کرلیا[1] اور مذہب واخلاق کی تمام قدروں سے آزاد ہوکر انسان نرا حیوان قرار پایا۔ روشن خیالی کا یہی نقطۂ عروج تھا جب کہ انیسویں صدی کے نصف آخر میں مغرب کی سرزمین سے سگمنڈ فرائڈ Sigmund Freud. 1856 - 1939 جیسے لوگ منصۂ شہود پر آئے۔ جس نے دین ومذہب کو بدترین جرم کی پیداوار بتایا۔ مذہب واخلاق کا یکسر انکار کرتے ہوئے انسان کو محض جانور قرار دیا اور انسانیت کو ایسے فرد کی صورت میں پیش کیا جو اپنی زندگی میں شہوانی طاقت Libido کی منہ زوریوں سے مجبور ہوکر اپنی لذتوں کی تکمیل میں لگا رہتا ہے۔ اسی شہوانی قوت کو اس نے انسان کی نفسیاتی ساخت کا سب سے پہلا درجہ قرار دیا۔ مزید براں اس نے یہ بھی کہا کہ قوت شہوانی Libido کو بالکل آزاد ہونا چاہیئے۔ اس کا جو من چاہے کرے۔ جنس کے مسئلہ میں فرد آزاد ہے وہ جو چاہے سو کرے۔ کیونکہ وہ بیچارا مجبور ہے۔ ورنہ غریب اعصاب شکن دباؤ Repression کا شکار ہوجائے گا۔ خلاصہ یہ کہ انسان کا جنسی مسئلہ ایک خالص حیاتیاتی مسئلہ Biological Problem ہے۔ مذہب واخلاق سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ انسان خود طبعی لحاظ سے قطعاً ایک غیر اخلاقی وجود ہے۔ اس کی طبیعت میں ذاتی طور پر خیر وشر کا کوئی میلان نہیں پایا جاتا[2]۔

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ہماری مذکورہ کتاب 'مذہب کا اسلامی تصور' باب اول محدود تصور مذہب کا پس منظر محولہ بالا۔

[2] فرائڈ کے [illegible] خیالات کے لیے پیش نظر ہے: محمد قطب: اسلام اور جدید مادی افکار، ترجمہ سجاد احمد [illegible] مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی بار اول ۱۹۷۰ء۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جب یورپ کے فکر و فلسفہ کے اماموں کی نگاہ میں "انسان" کی یہ حیثیت قرار پائے[۱] اور اس کی ساری زندگی جنس Sex کے گرد گھوم جائے تو اس دائرے میں وہ جیسے کچھ بھی شگوفے کھلائے کم ہی ہے۔ لیکن اب تک یہ مسئلہ نفسیات Psychology کا تھا پھر وہ اس سے آگے سماجیات Sociology کے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے۔ انسان کی حقیقت و ماہیت اور اس کی جبلت کا مطالعہ اور زندگی میں اس کے لئے مناسب رویوں کی تعیین، یہ میدان اصلاً فلسفہ و نفسیات کا ہے۔ جب اس دائرے میں انسان کی "حیوانی" حیثیت مسلم ہو گئی تو "سماجیات" کے حصے میں لے دے کر جو چیز رہ گئی وہ یہ کہ متنوع زاویوں سے وہ مختلف سماجی اکائیوں کا مطالعہ کرے اور موجود سماجی ڈھانچے سے حاصل ہونے والے اعداد و شمار کے ذریعہ انسانی رویوں کے تجزیہ و تحلیل سے اپنے میدان میں نئے "مواد" کا اضافہ کرے۔ جب سے یورپ نے دین و ایمان کے جھنجھٹ سے پیچھا چھڑایا ہے، کیفیت یہی ہے کہ معاشرہ کے آگے آگے چلتا ہے اور اس کے پیچھے افکار و نظریات کی تشکیل ہوتی ہے۔ جنس Sex کے مسئلہ میں موجودہ سماجیات

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: کتاب مذکور صفحات ۳۷ تا ۵۱۔ نیز ص ۲۱۷ تا ۲۲۳۔ جناب سجاد احمد کاندھلوی نے کتاب کا بہترین ترجمہ کیا ہے اور جابجا مفید حواشی لکھے ہیں جس سے کتاب کی قدر و قیمت بڑھ گئی ہے۔ نیز ملاحظہ ہو: محمد قطب: انسانی زندگی میں جمود و ارتقا۔ ترجمہ: ساجد الرحمٰن صدیقی۔ ص ۱۹۲ تا ۲۶۵۔ مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، بار اول ۱۹۹۱ء۔ جناب محمد قطب نے ــ گو کہ بسا اوقات مواد کا تکرار ہے ــ اپنی تقریباً تمام کتابوں میں فرائڈ کے مسئلہ پر تفصیلاً اور زنگ میں بحث کی ہے۔ ۱۔ جدید جاہلیت ص ۲۳ تا ۲۰۴۔ ترجمہ: ساجد الرحمٰن صدیقی، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، بار اول ۱۹۹۱ء۔ ۲۔ اسلام کا نظام تربیت، ص ۱۰۴ تا ۱۰۸۔ ترجمہ پروفیسر ساجد الرحمٰن صدیقی۔ اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، لاہور، طبع سوم ۱۹۷۶ء۔ ۳۔ اسلام اور جدید ذہن کے شبہات، ترجمہ: محمد سلیم کیانی ایم۔ اے۔ صفحات ۲۶۹ تا ۲۷۷۔ شائع کردہ: افسو ۱۹۷۴ء۔ نیز ملاحظہ ہو: سید قطب شہید: اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل ص ۱۶۔۔۔ ۸۰۔ مجوالہ بالا۔

اسی صورت حال سے دوچار ہے۔ جناب ارا۔ ال۔ ریس کی شہرت کا یہی راز ہے کہ انھوں نے سماجی علوم کی سب سے کم عمر شاخ ' سماجیات ' Sociology میں بھی اس ابھی بالکل تازہ اور نووارد مسئلہ جنس Sex کو امریکی سماج کے مطالعہ کی روشنی میں مربوط اور منظم شکل میں پیش کیا ہے۔ اور اسے نئی اصطلاحات اور نئے خیالات و اکتشافات سے مالامال کیا ہے۔

رشتہ ازدواج سے باہر جنسی اباحیت

خاص طور پر اسلام کے نقطہ نظر سے ' قبل از ازدواج جنسی اباحیت

Permarital Sexual Permissiveness. رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد جنسی اباحیت سے ہلکا جرم ہے۔ قبل از ازدواج جنسی اباحیت کو سماجیات Sociology. کے ایک زندہ مسئلہ کی حیثیت ابھی تازہ حاصل ہوئی ہے یورپ اس سے پہلے سے علی الاطلاق رشتہ ازدواج سے باہر جنسی اباحیت کا قائل ہے۔ بلا لحاظ اس کے کہ آدمی شادی کے بندھن میں بندھا ہوا ہے یا نہیں یہ کوئی برائی نہیں ہے کہ رشتہ ازدواج سے باہر اپنی جنسی تسکین کا سامان کیا جائے۔ اس سلسلے میں یورپ کو اگر کسی کمی اور نقصان کا احساس ہے تو محض اس پہلو سے ہے کہ بچے کی پرورش و پرداخت کے عرصہ میں ایک بیوی پر اکتفا کرنے کا طریقہ monogamous Pattern. ہی زیادہ مفید اور بہتر ہے۔ اس لئے کہ بہر صورت حقائق و شواہد کا وزن اس کے حق میں ہے۔ جب کہ نفسیات اطفال child psychology کے دلائل نے اس میں مزید زور پیدا کر دیا ہے کہ بچے کے سماجی رویوں کی تشکیل میں گھر کے استحکام home stability. کی بڑی اہمیت ہے۔ مزید براں بچے کے نارمل اٹھان کے لئے ماں باپ کے رشتے کی ناگزیر ضرورت ہے[1]۔ مغرب میں شادی کی ضرورت کا احساس بھی اسی پہلو سے ہے کہ بچے کی صحیح پرورش و پرداخت اسی صورت میں زیادہ بہتر ہو سکتی

---

[1] Alex Comfort Sex in Society P 85, 86, Gerald Duckwork & Co.Ltd London, 1963

ہے۔ مانع حمل تدابیر چونکہ پوری طرح کامیاب نہیں ہیں، اس لئے شادی سے باہر جنسی تعلق کی صورت میں بن چاہے بچے پیدا ہوسکتے ہیں جن کی پرورش و پرداخت ایک مسئلہ ہوگی۔ جب کہ دوسرے ذرائع سے اس مسئلہ کے حل میں بڑی کمیاں اور خامیاں ہیں۔[1] جنس کے دائرے میں زیادتی کے ارتکاب Sexual offence کی صرف دو صورتیں ہیں۔ اول کمسنوں کا اغوا خواہ وہ لڑکی ہو یا لڑکا، دوم یہ کہ اس سلسلے میں آدمی کوئی ایسا طرز عمل اختیار کرے جو عامۃ الناس کو چونکانے والا یا انہیں ناراض کرنے والا ہو۔ اس کے بعد یہ تسلیم شدہ ہے کہ آدمی جو بھی جنسی طرز عمل اختیار کرے جس سے سوسائٹی پر کوئی اثر نہ پڑتا ہو تو قانون کو اس میں مداخلت کا حق کوئی نہیں ہے۔ دو بالغ اور جوان اپنی مرضی سے جو رویہ بھی اختیار کریں یہ ان کا اپنا معاملہ ہے جس پر کسی کو انگلی اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ انہیں صرف ایک بات کا لحاظ رکھنا چاہیئے کہ ان کا یہ رویہ مناسب، شائستہ اور باوقار ہو۔ خیال رہے کہ اس مرضی میں دو مردوں کی رضامندی بھی شامل ہے۔ ان آداب کا لحاظ کر کے انہیں ہم جنس پرستی کی پوری اجازت ہے۔ الکس کمفرٹ Alex Confort: کے بقول، مغرب کے تقریباً تمام مہذب ملکوں میں اسی قانون کا چلن ہے۔[2]

جنسی اباحیت کی نظریاتی بنیادیں

آدمی اگر کوئی غلط کام غلط مانتے ہوئے کرے تو اس کی اصلاح کی توقع کی جاتی ہے کہ وہ سمجھانے بجھانے سے صحیح راستے پر آجائے گا اور تلافی مافات کی کوشش کرے گا، لیکن اگر کوئی شخص کسی غلط کام کو صحیح سمجھتے ہوئے کرے اور اس کے حق میں اپنے من پسند دلائل سے پوری طرح راضی اور مطمئن ہو تو ایسے شخص کی اصلاح بہت مشکل ہے۔ اس مریض کا بس خدا ہی حافظ ہے جو اپنے مرض کو مرض سمجھنے کے بجائے اسے صحت کا مقام

---

[1] حوالہ سابق ص ۸۹-۹۱

[2] حوالہ مذکور، ص ۱۳۹۔

دے بیٹھے اور مرض کی علامات کو صحت کی نشانیاں باور کرنے لگے اور اس کے خیال کے مطابق اس کے حق میں اس کے پاس ایسے دلائل ہیں جو بڑی کوشش کے بعد اسے ہاتھ آئے ہیں۔ بڑے ناسمجھ اور ناقدرے ہیں وہ لوگ جو اس کے نادرۂ روزگار افکار و خیالات سے استفادہ کرنے کے بجائے الٹا اسے مریض سمجھتے اور اسے ایسا ہی باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جنس (Sex) کے معاملہ میں موجودہ مغربی دنیا کا حال اسی مریض جیسا ہے۔ وہ جنسی اباحیت اور جنسی انارکی کو کوئی بیماری یا برائی تسلیم کرنے کے بجائے قدیم غیر مہذب سوسائٹیوں کے بالمقابل اپنی روشن خیالی کے دور کا نادر تحفہ قرار دیتی ہے۔ چنانچہ کہا جا رہا ہے کہ جنسی برتاؤ، Sexual behavior کی مختلف اور متنوع صورتیں ہر فرد کے اندر جنینیاتی طور پر موجود ہوتی ہیں۔ فرق صرف اس کا ہے کہ کونسا برتاؤ کس کو زیادہ پسند آتا ہے۔ اس میں بڑا دخل وراثت heredity ماحول اور ابتدائی حالات نیز تہذیب کے اس رنگ و آہنگ کا ہوتا ہے جس میں آدمی کے زندگی کے ایام بسر ہوتے ہیں۔ سادیت پسندی Sadism جس میں صنف مقابل کو جسمانی ایذا پہنچائے بغیر آدمی کی جنسی تسکین نہیں ہوتی، مازیکزم Masochism یعنی جنسی انحراف جس میں صنف مقابل سے مغلوب ہونے نیز اس کے سفاکانہ برتاؤ سے آدمی کو راحت اور سرور ملتا ہے۔ فلیٹیشزم Fetishism جس میں انسان کو کسی غیر جاندار چیز سے جنسی دل چسپی کی مریضانہ وابستگی ہوتی ہے۔ ہم جنس پرستی Homosexuality اور نارسزم Narcissism شہوت پرستانہ خود پرستی جو کسی آدمی کے اندر پائی جائے۔ جنسی برتاؤ کی یہ سبھی شکلیں انسان کے اندر پائی جاتی ہیں۔ مختلف العناصر جنسی جذبہ کے اجزا کے جھکاؤ کا تناسب جس طرف بڑھ جاتا ہے، مختلف افراد کے اندر اسی کی نسبت سے اس کی صورتیں مختلف ہو جاتی ہیں[1]۔ ظاہر ہے جب سادیت پسندی اور مازیکزم جیسی جنسی انحراف کی صورتیں

---

[1] حوالہ سابق، ص ۱۳۶۔

بھی انسان کے اندر جنینیاتی طور پر موجود بتائی جاتی ہیں تو سماج میں ان کے اظہار بلکہ ان کے پھیلاؤ پر تعجب کرنے اور اس پر کسی کے انگلی اٹھانے کا کیا موقع ہے۔ رشتہ ازدواج سے باہر جنسی تعلق کا مسئلہ بھی اس سے صاف طریقے پر حل ہوجاتا ہے کہ جب جنسی انحراف کی یہ بدترین صورتیں بھی انسان کے نارمل ارتقا کا ایک حصہ ہیں تو شادی سے باہر جنسی تعلق تو اس کے مقابلہ میں بہت چھوٹی اور معمولی بات ہے۔ جنسی انحراف کی مذکورہ صورتوں کا قائل معاشرہ اس دائرے میں جس قدر بھی آگے نکل سکے کم ہی ہے

آگے یہی مصنف شادی کے روایتی ادارہ کی نسبت سے مذہبی اخلاقیات کا مذاق اڑاتے ہوئے کہ یہ ہر شخص کو ایک ہی انداز سے شادی کے بندھن میں باندھ کر ہر پیر کو ایک ہی سائز کے جوتے میں فٹ کرنا چاہتی ہیں، دورِ جدید کے مطلوبہ جنسی رویے کی ترجمانی اس طرح کرتا ہے کہ: "پیر کا ایک ماڈل سائز ضرور ہوتا ہے لیکن جوتے کے فیشن کی بھی بہت سی صورتیں ہوتی ہیں"[۱]

There is a model size of foot aswell as a fashion in footwear

مزید فرماتے ہیں کہ ہم سے سوال کیا جاتا ہے کہ عام طور پر جنسی برتاؤ کا کون سا رویہ سب سے زیادہ سمجھداری پر مبنی ہے؟" پھر خود ہی اس کا جواب دیتے ہیں کہ: "یہ سوال کیا جانا بالکل ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی ہم سے پوچھے کہ عام طور پر سب سے زیادہ مناسب غذا کون سی ہے"[۲] الکس کمفرٹ کے اس بیان میں کچھ ابہام ہو تو ایک دوسرا مصنف اس ابہام کو بالکل صاف کر دیتا ہے۔

جج بن لنڈسی Judge Ben Lindsey اپنی کتاب The Campanionate Marriage جس کے اپنے ماحول پر غیر معمولی اثرات مرتب ہوئے، میں فرماتے ہیں:

"میرا مشورہ ہے کہ رشتہ ازدواج سے باہر جنس، extra marital Sex. کے سلسلے میں سماج کے لئے مناسب نظریہ یہ ہے کہ وہ یہ تسلیم کرے کہ کچھ لوگوں کے اندر جنس

---

[۱] حوالۂ مذکور، ص ۸۵۔ [۲] حوالہ سابق، ص ۸۵-۸۶۔

کے متنوع تجربات کا رجحان ہوتا ہے، اور کچھ لوگوں کے اندر یہ بات نہیں ہوتی۔ سماج کا یہ کوئی وظیفہ نہیں ہے کہ وہ ان لوگوں کے تئیں کوئی امتیازی رویہ اختیار کرے جو اس طرح کے رجحانات رکھتے ہوں جب کہ وہ مناسب طور پر دوسرے لوگوں کے جائز حقوق کا لحاظ رکھ رہے ہوں اور ان کا احترام کرتے ہوں۔ اس حد کے اندر رہتے ہوئے ان کی یہ روش ان کا بالکل شخصی معاملہ ہے جس کے بارے میں تنہا انہیں ہی فیصلہ کرنے کا اختیار ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ ایک شخص کو اپنی سیاست یا اپنے مذہب کے سلسلے میں انتخاب کا اختیار ہوتا ہے[۵]۔"

سیاست کے ساتھ مذہب کی جو اس سے قدر افزائی ہو رہی ہے وہ اپنی جگہ کہ انسان نے مذہب کو نیچے گرایا تو اسے کس قدر نیچے گرایا، اس کی روشنی میں 'جنس' کے سلسلہ میں دور حاضر کے انسان کا رویہ بالکل واضح ہے۔ وہ اس دائرے میں اپنے لئے مکمل آزادی کا طلب گار ہے۔ صرف شہریت کے آداب کا لحاظ رکھنے کی ضرورت ہے کہ مہذب دنیا کے مہذب انسانوں کو کوئی تکلیف اور ناگواری نہ ہو نفس جنس Sex کسی ادب کی محتاج نہیں ہے۔ جنس کے معاملے میں انسان بالکل آزاد ہے۔ اس کے سلسلے میں اس کے اوپر کسی قسم کی پابندی اور رکاوٹ لگانا جائز نہیں ہے۔

خالص حیاتیاتی مسئلہ

اسی سلسلے میں، جیسا کہ اشارہ گزرا، ایک بات یہ کہی گئی ہے کہ جنس کا مسئلہ خالص حیاتیاتی مسئلہ biological Problem ہے اور اسے حیاتیاتی بنیادوں پر ہی حل کرنا چاہیئے۔ اس معاملے میں مذہب و اخلاق کی دخل اندازی کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس سے مسئلہ کے حل کے بجائے خواہ مخواہ کی دشواریاں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ غیر مہذب عہد پارینہ کی غیر مہذب سوسائٹیوں کی روایت ہے۔ جس کا دور اب ختم ہو چکا ہے۔ الکس کمفرٹ کے بقول جنسی تعلق کی مطلوبہ نوعیت جسے حاصل کرنے کی کوشش

---

[۵] The Sociology of Sex P. 72. محولہ بالا

کی جائے اور جسے اپنا مطمح نظر قرار دیا جائے، اس کے سلسلے میں ہمارے خیالات کو لازمًا عام حیاتیاتی اصولوں پر استوار ہونا چاہیئے۔ قدیم سوسائٹیوں میں موجود طور طریقوں سے حاصل ہونے والے معیارات پر ان کی بنیاد نہ ہونی چاہیئے۔[1] حیاتیاتی اصولوں پر استوار ہونے کا مطلب ہے کہ جہاں کوئی حیاتیاتی مسئلہ پیدا ہوا اسے حیاتیاتی بنیادوں پر حل کیا جائے۔ چنانچہ اگر کامیاب مانع حمل تدابیر سے حیاتیاتی مسئلہ سے کامل اطمینان حاصل ہو جائے تو پھر جنسی تعلق کی نوعیت کیا ہے، اس کے بارے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ یہی مصنف آگے شادی کے سلسلے میں مذہبی تعلیمات پر تنقید کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ جو مذہبی تعلیمات نے اپنے شادی کے تصور کو اولاد کی پیدائش کے بجائے مباشرت کے عمل پر مرکوز کر دیا ہے تو اس نے خواہ مخواہ مسئلہ کو مزید الجھا دیا ہے۔ اس لئے کہ یک زوجگی کے حق میں حیاتیاتی دلیل کا دارومدار بڑی حد تک بچوں کی موجودگی پر ہے۔ شادی کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے غیر بار آور مباشرت کو جو سماجی اہمیت حاصل ہے وہ برائے نام یا بالکل نہ ہونے کے برابر ہے۔[2] مطلب واضح ہے کہ مذہب میں ایک بیوی پر اکتفا کرنے کے طریقے پر جو غیر معمولی زور ہے تو اسی لئے کہ اس کے نتیجے میں بچے پیدا ہوں گے۔ رشتہ ازدواج سے باہر جنسی تعلق قائم کرنے کا مطلب ہوگا کہ سماج پر ایسی اولاد کا بار پڑے جو بن سری ہو لیکن غیر بار آور مباشرت پر مذہب کو ناک بھوں چڑھانے کی کیا ضرورت ہے، جس میں ایک زائد عورتوں سے آدمی جنسی تعلق قائم کر سکتا ہے۔ لیکن اولاد جیسی کسی چیز کا خطرہ نہیں ہوتا۔ دوسرے موقع پر مصنف موصوف بدلے ہوئے پیرائے میں اس مسئلہ کو بالکل صاف کر دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ یہ بات بالکل صاف ہے کہ مانع حمل ادویہ میں اگر اسی رفتار سے ترقی ہوتی رہی جیسی کہ اس وقت ہے تو

---

[1] Alex Comfort, Alex Comfort: Sex in Society. P. 87

[2] حوالہ سابق، ص ۸۹

فی الواقع ایک شخص نہیں ملے گا جسے کہ سزا دی جا سکے، اس لئے کہ دن بدن مجرم پر ہاتھ رکھنے کا بہترین طریقہ ہو گا کہ نتائج کی جانچ پرکھ کے ذریعہ کسی فیصلہ تک پہنچا جائے۔ جذبات اور روایات کی بنیاد پر کوئی فیصلہ نہ کیا جائے[1]

بات بالکل صاف ہے کہ مکمل قابل اعتماد مانع حمل تدابیر نتائج تک نوبت پہنچنے ہی نہ دیں گی ۔ان آداب کی رعایت کے ساتھ جن کی تفصیل اوپر گزری، غیر بار آور جنسی تعلق جیسا بھی ہو اور جس قدر بھی ہو اس کے اندر جرم اور گناہ کا کوئی شائبہ نہیں۔ مذہب و اخلاق سے قوت حاصل کرنے والے جذبات اور پرانی روایات کی اس دائرے میں کوئی شنوائی نہ ہو گی۔ امریکہ کی اجتماعی زندگی کے حوالے سے اس ملک کا مشاہدہ کرنے والے ایک مبصر سے ایک گفتگو کے دوران ("ادارۂ معلمین" اگریلی گو لوارڈو) کی ایک خاتون نے ان سے صاف طریقے پر کہا کہ: "صنفی تعلقات کا مسئلہ صرف حیاتیاتی مسئلہ ہے۔ مگر تم مشرقی لوگ اخلاق کو گھسا کر اس آسان سے مسئلہ کو پیچیدہ بنا دیتے ہو۔ چونکہ جانور اپنے جنسی ملاپ میں اخلاق کو مدنظر نہیں رکھتے اس لئے ان کی زندگی آسان، سادہ اور آرام دہ ہے"[2]

شادی کے روایتی ادارے پر تنقید

الکس کمفرٹ Alex Comfort. مذہب کی بنیاد پر استوار شادی کے جابرانہ تصور پر تنقید کرتے ہوئے اس کے بالمقابل جنسی اخلاقیات کی دور حاضر کی مطلوبہ انسانی تشریح کی تفصیل کرتے ہوئے کہتا ہے: "مذہبی قواعد و ضوابط نے لگاتار اور مسلسل بعض حرکات اور اعمال کو ہمیشہ اور ہر موقع پر گناہ اور نامناسب ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اب ہم قدر کے دعوؤں کو صرف ایک چیز تک محدود کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ انسانی برتاؤ کے کسی میدان میں کوئی ایسی چیز نہیں

---

[1] حوالہ مذکور، ص ۱۳۹

[2] سید قطب شہیدؒ: میرا چشم دید امریکا بحوالہ اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل، از مصنف مذکور ص ... محولہ بالا

ہونی چاہیے، جو دانستہ دوسروں کے مفاد کو نقصان پہنچائے۔ اس نقطۂ نظر سے ہٹ کر پوری توقع ہے کہ معیارات کے منابع (Sources of Standards) کی حیثیت سے 'نفسیات' اور 'حیاتیات' کا استعمال عامۃ الناس کے فہم وادراک کو وسعت دے گا۔ ساتھ ہی انھیں وہ قوت عطا کرے گا کہ وہ ایک موجود جذباتی مسئلہ کو حل کر سکیں یہ فتویٰ دینے کے بجائے کہ رشتۂ ازدواج سے باہر مباشرت ہمیشہ اور ہر موقع پر غلط ہے، اخلاقیات کا یہ نظام فرد کو یاد دلاتا ہے کہ اس کے شریک حیات، اس کے بچوں اور تیسرے شخص کے تئیں اس کی کیا ذمہ داری ہے، اس کا جواب وہ متعین طور پر کس صورت میں دے، اس چیز کو وہ اسکی سماجی حس پر چھوڑتا ہے"[1] اسی بات کو مثال کے ذریعہ وہ مزید کھولتے ہوئے کہتے ہیں۔ "ایک بیوی جو ایک الگ محبوب رکھتی ہے یا شوہر جو ایک داشتہ رکھتا ہے ہوسکتا ہے کہ وہ جدید برطانوی سماج میں جنسی تعلق کی سادہ ترین صورت پر عمل نہ کر رہے ہوں، لیکن یہ عین ممکن ہے کہ وہ اپنی مخصوص ضروریات کے سلسلے میں انتہائی معقول اور مطلوب حل کو اختیار کئے ہوئے ہوں۔ اس سلسلے میں اگر کچھ پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں تو وہ اس بات کی علامت ہیں کہ وہ کچھ دشواریوں میں گرفتار ہیں۔ یہ دشواریاں خواہی نخواہی کچھ احساسات کو مجروح کر سکتی ہیں، لیکن اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ اس میں قصور، غصہ اور سماجی عظمت کی بے حرمتی کو شامل کیا جائے، نہ اس کی ضرورت ہے کہ بہر صورت سماج کی مناسب دلجوئی کا سامان کیا جائے"[2] اسی سلسلے میں وہ آخری بات کہتے ہیں کہ "فی الحقیقت بہت سی عمدہ شادیوں اور بہت سی عمدہ شخصیتوں کو اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے لئے بدکاری کی تھونی adulterous Prop کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ چیز ناپختہ immature ہوسکتی ہے۔ لیکن اس کا دائرہ کافی پھیلا ہوا ہے۔ اور یہ چیز ناگزیر سی معلوم ہوتی ہے کہ دوسری

---

[1] Sex in Society P. 125.pa

[2] حوالہ سابق: ص ۱۲۶۔

بہت سی تہذیبوں کی طرح ہماری تہذیب اس کو قبول کرے گی اور اپنے اندر اس کی گنجائش پیدا کرے گی۔[۱] مزید فرماتے ہیں کہ: "بہت سے مرد ہوتے ہیں جنھیں دوامدادی بیویوں Complementary wives کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح عورتیں ہوتی ہیں جنھیں دوامدادی شوہروں کی ضرورت ہوتی ہے یا یہ کہ کم از کم دوامدادی محبت کے مراکز کی ضرورت ہوتی ہے۔ اب اگر ہم یہ اصرار کریں کہ اول یہ چیز غیر اخلاقی اور عقیدے کے خلاف unfaithful ہے دوسرے یہ کہ اگر یہ چیز ہو جاتی ہے تو محبت کے ہر مرکز کے لئے واجب ہے کہ وہ اپنے لئے خصوصی حقوق کے لئے اصرار کرے تو ہم صرف ایک مسئلہ کے تئیں غیر ضروری دشواریوں کا اضافہ کرتے ہیں جو ہو سکتا ہے کہ بالکل نہ ہوتیں یا اگر ہوتیں بھی تو برائے نام ہوتیں۔ بشرطیکہ ہر شخص کو اجازت ہوتی کہ وہ مسئلہ کو اپنے انداز سے حل کرے"[۲]

جب بے حیائی اور بدکاری پر انسان کو اس قدر شرح صدر حاصل ہو تو پھر یہی کہا جا سکتا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ: "پاکبازی اور عفت مآبی اگر کوئی نیکی اور بھلائی ہے تو یہ ایسے ہی جیسے کہ فاقہ مستی اور غذا کی قلت"۔ Chasstily is no more a virtue than malnutrition.[۳]

بے خوف جنسی انارکی

خدا کے خوف اور آخرت کی پکڑ کے تصورات سے تو یورپ نے بہت پہلے اپنے کو آزاد کر لیا تھا، اپنی جنسی انارکی اور جنسی بے راہ روی پر اسے دنیا کے کسی خسارے اور نقصان کا بھی کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ برطانیہ کے مشہور آبادی کے منصوبہ ساز ان ون Unwin[۴] نے کہا تھا کہ کوئی بھی سوسائٹی جسے کم از کم تین نسلوں تک قبل از ازدواج

۱۔ حوالہ مذکورہ ص ۱۲۶۔ ۲۔ حوالہ سابق ص ۱۲۶ ۳۔ حوالہ مذکورہ ص ۱۳۶

۴۔ برطانیہ کے مشہور آبادی کے منصوبہ ساز Planner ریمانڈ ان ون (Raymond Unwin) جن کی اس موضوع پر کتاب Town Planning in Practice (باقی صفحہ ۲ آئندہ)

جنسی آزادی کی اجازت مل جائے تو وہ بدستور غیر مہذب اور غیر ترقی یافتہ حالت میں پڑی رہے گی۔ اس حالت میں رہنے کا مطلب ہو گا کہ وہ مذہبی اور سماجی طور طریقوں کی انتہائی قدیم اور پیدائشی طور پر کم سے کم مہذب شکل وصورت میں ہو گی اور اپنے تئیں اعلیٰ طور طریقوں تک ترقی کے سلسلے میں مدھم سے مدھم تر صلاحیت کا مظاہرہ کر سکے گی۔[1]

اَن وِن کے اس خیال پر تبصرہ کرتے ہوئے یہی مصنف کہتا ہے کہ 'انسانیات Anthro - pology کی بنیاد پر استوار کیا گیا یہ نظریہ آج اپنے حق میں بہت کم انسانیاتی حمایت پا سکے گا۔[2] اسی طرح برطانیہ ہی کے ایک دوسرے ماہر سماجیات میس Mace[3] نے آگاہی دی کہ: یہ حقیقت سائنٹفک طور پر ثابت شدہ ہے اور اسے ہمیشہ چپ چاپ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ جب بھی جنسی پابندیوں میں یکسر ڈھیل برتی گئی ہے ـ بلااستثناء تہذیب زوال کا شکار ہوئی ہے[4] میس کے اس خیال پر تنقید کرتے ہوئے الکس کمفرٹ اسے تاریخی طور پر قطعی غیر ثابت شدہ قرار دیتا ہے۔ اس کے بقول 'ارتفاع کے اس طرح کے تصور کا واحد مقصد ایک طرح کی نفسیاتی قوت پیدا کرنا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) An Introduction to the Art of Designing cities and Suburbs نیویارک ۱۹۳۲ء میں شائع ہوئی۔ بحوالہ Principles of Sociology P. 632, 33, 654 by Ronald Freedman et.al. New York, 1952.

[1] Sex in Society P. 123

[2] حوالہ سابق

[3] برطانیہ کے مشہور ماہر سماجیات سی۔ اے۔ میس C.A. Mace جن کا مقالہ Beliefs and Attitudes in Class Relations ٹی۔ ایچ۔ مارشل (T.H. Marshal) کی مرتب کردہ کتاب Class Conflict and Social Straification مطبوعہ لندن ۱۹۳۸ء میں شامل ہے بحوالہ Principles of Sociology P. 487 محولہ بالا

[4] Sex in Society P.123

ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ پانی کو بند میں روک کر بجلی کی طاقت پیدا کی جاتی ہے[1]۔
آگے مصنف اپنی بات کو صاف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ قبل از ازدواج مباشرت کی ممانعت پر جو دلائل بھی دیئے جاتے ہیں وہ وقتی اور عارضی adhoc ہیں۔ انسانیات anthropology کے استنباطات سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ دورِ جدید میں مانع حمل تدابیر نے اس مسئلہ کو صاف حل کر دیا ہے[2]۔

قبل از ازدواج جنسی اباحیت

بات آچکی ہے جنسی اباحیت (Sexual Permissveness) کا خاص زور اس وقت قبل از ازدواج جنسی اباحیت (Premarital Sexual Permissiveness) پر ہے۔ یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ جدید دنیا میں بعد از ازدواج جنسی اباحیت ثانوی مسئلہ بن چکی ہے۔ نئی تہذیب کا اصل مسئلہ قبل از ازدواج جنسی اباحیت ہے۔ جہاں شادی سے پہلے ہی نوجوان لڑکے اور لڑکیاں شادی کے تمام مراحل سے گزر لینا ضروری خیال کرتے ہیں۔ عرض کیا جاچکا ہے کہ سماجیات Sociology کے میدان میں 'قبل از ازدواج جنسی اباحیت' کو مربوط اور منظم انداز میں پیش کرنے کا سہرا جناب ارا۔ ال۔ ریس (Ira. L. Reiss) کے سر ہے۔ جنھوں نے امریکی سماج کے مطالعہ اور اس کے جائزہ کی روشنی میں اپنی آرا اور تحقیقات سے پوری مغربی دنیا کو چونکا دیا ہے اور لوگوں کی نگاہیں اپنی طرف منعطف کرلی ہیں۔ اس میدان میں جناب ارا۔ ال۔ ریس کا کیا خاص کارنامہ ہے اس کی تفصیل ان کے ایک قدردان ہی کی زبان سے سننی چاہیئے "ریس (Reiss) کے ۱۹۶۰ء کے کام سے پہلے اباحیت پسندی (Permissiveness) کے سلسلے میں اس میدان کے مصنفین جنسی اخلاق کی تبدیلیوں کے بیان پر اکتفا کرتے تھے۔ اپنے پیش رووں کی طرح سے ریس نے بھی اخلاق کی تبدیلی کے سلسلے میں بڑھتی ہوئی اباحیت پسندی کو بطور پیمانہ کے استعمال کیا، لیکن ان سے

---

[1] حوالہ سابق۔ [2] حوالہ مذکور، ص ۱۲۵۔

ہٹ کر نئی اباحیت پسندی کے مزاج Nature کی اس نے ایک بہت ہی حرکی تعبیر پیش کی اور یہ وہ چیز ہے جس نے اس کے بعد کے آنے والوں پر بڑا قابلِ لحاظ اثر ڈالا ہے۔[1] جناب ریس کی ان تحقیقات کا خلاصہ یہ ہے کہ "قبل از ازدواج مباشرت بعض حالات میں مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے بالکل درست ہے جب کہ شادی کے قول و قرار engagement کے ساتھ مستحکم رشتہ، محبت یا مضبوط میلان (strong affection) موجود ہو"[2]

دوہرے معیار کا خاتمہ

قبل از ازدواج جنسی اباحیت Premarital Sexual Permissiveness کے نئے فلسفے کی خاص بات یہی ہے کہ اس دائرے میں اس نے مرد اور عورت اور لڑکی اور لڑکے کے معاملے میں دوہرے معیار (Double Standard) کا خاتمہ کر دیا ہے۔ جدید یورپ نے دین و شریعت اور قانونِ فطرت سے جنگ کر کے کھلی بدکاری و بے حیائی اور بے قید جنسی زندگی کا پروانہ ضرور حاصل کر لیا لیکن لاشعور کا یہ احساس اس کے اندر برابر چٹکیاں لیتا رہا کہ شادی سے پہلے ہی شادی کے تمام مراحل سے گزر جانا اور بن بیاہے باپ اور بن بیاہی ماں کی بات کچھ اچھی نہیں ہے۔ کم سے کم بات یہ تھی کہ لڑکا اگر بے راہ ہو جائے تو شادی سے پہلے لڑکی کی عفت و عصمت کو داغدار نہ ہونا چاہیئے۔ قبل از ازدواج جنسی اباحیت کے نئے نظریئے کی خوبی ہے کہ اس نے اس دوئی اور امتیاز کو بالکل ختم کر دیا ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ: "عام اباحی میلان کی لہر اور خاص طور پر شادی کے بغیر مباشرت nonmarital cohabitation میں اضافہ، جو اکثر و بیشتر مستقبل میں شادی کا پیش خیمہ بنتا ہے، یہ چیز ایک بدلے ہوئے نظریہ کی نمائندگی کرتی ہے۔ خاص طور پر طبقۂ نسواں females کی نسبت سے۔

---

[1] محولہ بالا ۞ The Sociology of Sex P. 31.32.

[2] حوالہ سابق، ص ۱۳۱۔

اس لئے کہ مرد ساتھیوں کی طرف سے جو شادی کی بابت سوچ رہے ہوتے ہیں بکارت کی قدر قیمت Value of Virginity بالکل غیر اہم ہو کر رہ گئی ہے[۱]، معلوم ہے کہ امریکہ کی جنسی انارکی کا سب سے پہلا تفصیلی جائزہ مشہور ماہر حیوانیات (Zoologist) کنزی (Kinsey) نے پیش کیا تھا جس کی رپورٹ کا ایک حصہ ۱۹۴۹ء میں شائع ہوا تھا۔ اسی رپورٹ کا حوالہ دیتے ہوئے جناب ہنٹ Hunt کہتے ہیں کہ: کنزی کی رپوٹ کے بعد ان عورتوں کا تناسب جنھوں نے شادی سے قبل مباشرت کی ہے عملاً بالکل دوگنا ہو گیا ہے۔ اس اضافے کو جس چیز نے آسان کر دیا ہے وہ یہ تبدیلی ہے کہ دوہرے معیار (double standard) سے ہٹ کر بات یکساں اباحیت (egalitarian Permissiveness) تک پہنچ چکی ہے۔ صرف ایک چیز فیصلہ کن ہے کہ دونوں شریکوں (Partners) کے درمیان رشتہ میں محبت کو شامل ہونا چاہیئے[۲]۔ آخر میں جناب ہنٹ توجہ دلاتے ہیں کہ بالغوں adolescents اور نوجوانوں (young adults) میں اتفاقیہ جنس کی مقبولیت دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

"نوجوان مردوں اور نوجوان عورتوں کی ایک بڑھتی ہوئی تعداد اب بالکل نہیں چاہتی کہ قبل از ازدواج مباشرت کو برا بھلا کہا جائے، یہاں تک کہ اس صورت میں بھی جب کہ سیاق برائے نام میلان (mild affection) کا ہو یا بالکل ہی نہ ہو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے طور پر اس کو بہت زیادہ ترجیح دیتے ہوں کہ جنس کو محبت کے ساتھ ملانا چاہیئے، اور وہ اپنے کو اسی دائرے تک محدود بھی رکھتے ہوں، لیکن وہ دوسرے غیر شادی شدہ مردوں males. اور عورتوں females میں اتفاقیہ جنس پر نہ تنقید کرتے ہیں اور نہ تو اس کے اندر غلطی کا کوئی شائبہ محسوس کرتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ وہ اپنے لئے بھی اسے بالکل خارج از امکان قرار نہیں دیتے۔"[۳]

---

[۱] حوالہ مذکور ص ۳۳۔ [۲] حوالہ سابق، ص ۳۶۔

اس نئے جنسی اخلاق (new sexual morality) پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک دوسرے مصنف جان گیگنان (John Gagnon) فرماتے ہیں:

"قبل از ازدواج صنف مقابل کے ساتھ جنسی سرگرمی (hetrosexual activity) کے معاملے میں ہم دونوں جنسوں کے تئیں "ہاں" کے طریقے کی طرف بڑھتے جا رہے ہیں۔"[۱]

جس کی مزید تشریح کرتے ہوئے کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ یہ تبدیلی دوہرے معیار (double standard) کے زوال، ساتھ ہی نئے جنسی اخلاق کے بڑھتے اباحی مزاج کی توثیق کرتی ہے۔[۲]

امریکہ کی صورت حال

قبل از ازدواج جنسی اباحیت Premarital Sexual Permssiveness

جس کا خاص مرکز امریکہ ہے وہاں اعداد و شمار کی زبان میں اس سلسلے میں کیا صورت حال پائی جاتی ہے اس کا اندازہ ہمیں جان گیگنان کی رپورٹ سے ملتا ہے۔ جس کے مطابق، ایک بڑا اوسط غالباً ۵۰ فی صدی عورتیں اور تقریباً ۹۰ فی صدی مرد ایسے ہیں جن کا کچھ نہ کچھ مباشرتی تجربہ ہے۔ جب کہ ۲۰ فی صدی مرد اور ۱۵ فی صدی عورتیں ہیں جنھوں نے پوری فراخی کے ساتھ صنف مقابل کے ساتھ جنسی رشتوں (hetrosexual relationships) اور شادی سے قبل مباشرت کا تجربہ کیا ہے۔ پلے بوائے فاؤنڈیشن (play boy Foundation) کی ۱۹۷۳ء کی رپورٹ اس پر اضافہ کرتی ہے جس کا کہنا ہے کہ ۱۹۷۰ء کی دہائیوں میں نئی قبل از ازدواج اباحیت نے نہ صرف اپنے سابقہ ریکارڈ کو برقرار رکھا ہے۔ بلکہ اس معاملے میں قابل لحاظ ترقی کی ہے۔ رپورٹ کے مطابق ۹۰ فی صدی مرد (males) اور ۸۰ فی صدی عورتیں (females) جن سے انٹرویو لیے گئے، وہ تھے جنھوں نے شادی سے قبل مباشرت کا تجربہ کیا تھا۔ مزید برآں

---

[۱] حوالہ مذکور [۲] حوالہ مذکور

[۳] حوالہ سابق

یہ بات زور دے کر کہی گئی کہ دوہرے معیار double standard کو فی الواقع بالکل ترک کیا جا چکا ہے[۵۱]۔ ترقی کی اس رفتار سے کوئی تعجب نہ ہونا چاہیے۔ کنزی نے بہت پہلے ۱۹۴۸ء میں امریکہ کے سلسلے میں قریب قریب یہی اعداد و شمار پیش کیے تھے۔ اس کی رپورٹ کے مطابق زیادہ تر مردوں (males: ۹۲ فی صدی) نے شادی سے قبل مباشرت کا تجربہ کیا تھا۔ جب کہ عورتوں (females) میں اندازاً ۵۰ فیصدی وہ تھیں جنھوں نے قبل از ازدواج مباشرت کا تجربہ کیا تھا۔ اسی سلسلے میں مزید برآں یہ بات بھی کہی گئی تھی کہ وہ عورتیں (females) جنھوں نے قبل از ازدواج مباشرت کی تھی انھیں اپنے تجربے پر کسی پشیمانی کا احساس نہیں تھا[۵۲]۔ اس سے بھی بہت پہلے ول دورانت نے اپنی کتاب 'فلسفہ کی نیرنگیاں' میں کہا تھا کہ امریکہ کی نصف ملین لڑکیاں اپنے آپ کو اباحیت پسندی کی نذر کر چکی ہیں[۵۳]۔ ایک دوسرے مبصر آج سے قریب چالیس سال قبل امریکہ کے اپنے چشم دید واقعات کے ضمن میں کہتے ہیں 'واشنگٹن کے "ویلسن ادارۂ معلمین" میں غیر ملکیوں کو انگلش سکھانے والے شعبہ کی ایک خاتون استاد نے لاطینی امریکہ کے طلبا کو امریکی روایات کے بارے میں ایک لیکچر دیا۔ جس کے اختتام پر گوئٹے مالا کے ایک طالب علم نے کہا: "میں نے دیکھا ہے کہ چودہ سال کی لڑکیاں اور پندرہ سال کے لڑکے مکمل جنسی تعلقات قائم کرتے ہیں۔ یہ چیز بڑی قبل از وقت ہے" اس پر خاتون استاد نے انتہائی پرجوش ہو کر جواب دیا۔ "ہماری زندگیاں انتہائی مختصر ہیں اور ہم چودہ سال سے زیادہ وقت ضائع نہیں کر سکتے[۵۴]" مزید برآں موصوف واشنگٹن کے ہوٹلوں کے بارے میں اپنا ذاتی مشاہدہ پیش کرتے ہیں: 'ولایت امریکہ پہنچنے کے دو دن بعد میں اپنے مصری ساتھی کے ساتھ ایک ہوٹل میں جا کر ٹھہرا۔ ہوٹل کا

۵۱؎ حوالہ مذکور، ص ۴۳ ۵۲؎ حوالہ سابق، ص ۳۰

۵۳؎ بحوالہ اسلام اور جدید مادی افکار/۹-۲۴۳۔ محولہ بالا۔

۵۴؎ اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل/ ۸۷۔

ایک سیاہ فام ملازم ہم سے مانوس ہوگیا۔ کیونکہ ہم رنگ دار بھی تھے اور ہمارا برتاؤ بھی اس کے لئے تحقیر آمیز نہ تھا۔ چنانچہ اس نے "مختلف دلچسپیوں" اور سحر خانہ لطف اندوزیوں کے لئے اپنی خدمات پیش کیں اور بتانے لگا بعض کمروں میں اکثر نوجوان جوڑے ہوتے ہیں جو مجھ سے کوکا کولا منگاتے ہیں اور جب میں لے کر جاتا ہوں تو وہ جس حالت میں ہوتے ہیں اسی میں رہتے ہیں اور کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ ہم نے تعجب سے پوچھا "کیا وہ شرماتے نہیں؟" تو اس نے جواب بڑے تعجب سے دیا "کیوں؟ وہ اپنی خواہشات کو تسکین پہنچا رہے ہیں اور لطف اندوز ہو رہے ہیں۔"[1] امریکہ ہی کے سلسلے میں ایک افسر اپنا واقعہ بیان کرتا ہے کہ "اس نے ایک کار کے اندر ٹارچ ماری اور ڈرائیور کی کھڑکی کو کھٹکھٹایا۔ لیکن اس کے باوجود ایک جوڑا (اس کے اندر) کسی توقف کے بغیر مباشرت کرتا رہا۔ "تم لوگ یہ کیا کر رہے ہو؟" افسر نے پوچھا۔ جواب ملا "تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔"[2]

یورپ کے دوسرے ممالک

یہ حال تو امریکہ کا تھا، یورپ کے دوسرے ممالک کا معاملہ بھی اس سلسلے میں کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔ چنانچہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے علاوہ یہ انقلابی جنسی تحریک سوویت یونین اور اسکینڈینیویا Scandinavia میں بھی پھیلی ہوئی ہے۔ اگرچہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے مقابلہ میں سوویت یونین نسبتاً کم اباحی اور قدامت پسند ہے۔ جب کہ اسکینڈینیویا کے سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ریاستہائے متحدہ سے بھی بڑھ کر جنسی طور پر اباحی ہے۔[3] سوویت یونین جسے ان ملکوں میں سب سے کم اباحی اور قدامت پسند کہا گیا ہے، وہاں قبل از ازدواج جنسی اباحیت کا کیا حال ہے، اس کا کسی قدر اندازہ وہاں کے سابق صدر مملکت میخائل گورباچوف

---

[1] حوالہ سابق، ۸۸ [2] The Sociology of Sex P. 133

[3] حوالۂ سابق، ص ۳۷۔

کی تعلیمی زندگی کے واقعات سے لگایا جاسکتا ہے۔ جناب گورباچوف جب یونیورسٹی میں زیرِ تعلیم تھے تو ان کا ہوسٹل اٹھارویں صدی عیسوی کی ایک پرانی بلڈنگ تھی جس میں قریب دس ہزار لڑکے بڑی تنگی اور زحمت سے رہتے تھے۔ لڑکوں کے ساتھ لڑکیاں بھی ساتھ ساتھ رہتی تھیں۔ طالبات کی رہائش کا انتظام الگ نہیں تھا۔ صرف ان کے باتھ روم الگ تھے۔ ورنہ دوسرے طلبہ کے ساتھ انھیں کوئی امتیاز حاصل تھا چنانچہ اکٹھے رہنے کی وجہ سے طلبہ اور طالبات میں دوستی بھی ہوجاتی تھی اور خلوت کی ضرورت لاحق ہوجاتی تھی[1]۔ جناب گورباچوف جن کی اعتدال پسندی اور مزاج کی سنجیدگی ان کی نئی پالیسیوں سے ظاہر تھی اور جو ایک باصول اور محنتی آدمی تھے۔ جو اسوقت روزانہ دفتر صبح ۹ بجے جاتے اور شام ۶ بجے واپس آتے تھے، ایک انٹرویو میں اپنے سلسلے میں خود انکشاف کرتے ہیں:

"ہم دس طلبہ ایک کمرہ میں رہتے تھے۔ چونکہ ہم سب کو کبھی کبھار خلوت کی ضرورت ہوتی تھی اس لئے ہم نے باہم مشورہ سے طے کیا کہ ہر ایک کو کمرہ کم از کم ایک گھنٹہ کے لئے خالی ضرور مل جانا چاہیئے"[2]

جناب گورباچوف کی اپنی بیوی رئیسہ سے ان کی اسی ہوسٹل میں آشنائی ہوئی تھی۔ وہ اس زمانہ میں فلسفہ کی تعلیم حاصل کرتی تھیں[3]۔ قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔

جب یورپ کے سب سے کم اباحی (Less Permissive) بلکہ قدامت پسند ملک روس اور اس کے ذمہ دار ترین شہری کی یہ تصویر ہے تو یورپ کے دوسرے بھرپور اباحی اور روشن خیال جدیدیت پسند ملکوں کا کیا نقشہ ہوگا، اس آئینے میں اس کا کسی قدر نظارہ کیا جاسکتا ہے۔ فرانس کے سلسلے میں پول بیوریو کا یہ تبصرہ کافی پرانا ہے۔ "نہ صرف بڑے شہروں میں بلکہ فرانس کے قصبات و دیہات تک میں اب نوجوان مرد

---

[1] ایشیا، لاہور۔ ۲۴ جنوری ۱۹۸۸ء، ص ۱۵، ۱۶

[2] حوالہ سابق۔ [3] حوالہ مذکور۔

اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں کہ جب ہم عفیف نہیں تو ہمیں اپنی منگیتر سے بھی عفت کا مطالبہ کرنے کا، اور یہ چاہنے کا کہ وہ ہمیں کنواری ملے، کوئی حق نہیں ہے۔ برگنڈی، یون اور دوسرے علاقوں میں اب یہ عام بات ہے کہ ایک لڑکی شادی سے پہلے بہت سی "دوستیاں" کر چکتی ہے اور شادی کے وقت اسے اپنے منگیتر سے اپنی گزشتہ زندگی کے حالات چھپانے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ لڑکی کے قریب ترین رشتہ داروں میں بھی اس کی بدچلنی پر کسی قسم کی ناپسندیدگی نہیں پائی جاتی۔ وہ اس کی "دوستیوں" کا ذکر آپس میں اس طرح بے تکلف کرتے ہیں گویا کسی کھیل یا روزگار کا ذکر ہے۔ اور نکاح کے موقع پر دولہا صاحب جو اپنی دلہن کی سابق زندگی ہی سے نہیں بلکہ اس کے ان "دوستوں" تک سے واقف ہوتے ہیں جو اب تک اس کے جسم سے لطف اٹھاتے رہے ہیں، اس امر کی پوری کوشش کرتے ہیں کہ کسی کو اس بات کا شبہ تک نہ ہونے پائے کہ انھیں اپنی دلہن کے ان مشاغل پر کسی درجہ میں بھی کوئی اعتراض ہے۔[۱] مزید برآں: "فرانس میں متوسط درجے کے تعلیم یافتہ طبقوں میں یہ صورت حال بکثرت دیکھی جاتی ہے، اور اب اس میں قطعاً کوئی غیر معمولی پن نہیں رہا ہے کہ ایک اچھے خاندان کی تعلیم یافتہ لڑکی، جو کسی دفتر یا تجارتی فرم میں ایک اچھی جگہ پر کام کرتی ہے اور شائستہ سوسائٹی میں اٹھتی بیٹھتی ہے، کسی نوجوان لڑکے سے مانوس ہو گئی اور اس کے ساتھ رہنے لگی۔ اب یہ بالکل ضروری نہیں کہ وہ آپس میں شادی کر لیں۔ دونوں شادی کے بغیر ہی ایک ساتھ رہنا مرجح سمجھتے ہیں۔ محض اس لئے کہ دونوں کے دل بھر جانے کے بعد الگ ہو جانے اور کہیں اور دل لگانے کی آزادی حاصل رہے۔ سوسائٹی میں ان کے تعلق کی یہ نوعیت سب کو معلوم ہوتی ہے۔ شائستہ طبقوں میں دونوں مل کر آتے جاتے ہیں۔ نہ وہ خود اپنے تعلق کو چھپاتے ہیں۔ نہ کوئی دوسرا ان کی ایسی زندگی میں کسی قسم کی برائی محسوس کرتا ہے۔ ابتدا میں یہ طرز عمل کارخانوں میں کام کرنے والے لوگوں نے شروع کیا تھا۔ اول اول اس کو سخت معیوب سمجھا گیا مگر اب یہ اونچے طبقوں

---

[۱] سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ: پردہ، ص ۷۵۔ مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی۔ چودھواں ایڈیشن ۱۹۷۶ء

میں عام ہوگیا ہے، اور اجتماعی زندگی میں اس نے وہی جگہ حاصل کرلی ہے جو کبھی نکاح کی تھی[1]۔"

برطانیہ کے سلسلے میں برٹش میڈیکل ایسوسی ایشن کی ۱۹۵۹ء کی رپورٹ معلوم ہی ہے کہ "برطانیہ میں ہر تین عورتوں میں ایک عورت ایسی ہے جسے خود یہ اقرار ہے کہ شادی ہونے سے پہلے اس کے جنسی تعلقات رہ چکے ہیں۔ اسی طرح برطانیہ میں ہر بیس بچوں میں ایک بچہ ناجائز اولاد ہوتا ہے[2]۔ قبل از ازدواج جنسی اباحیت کے سلسلے میں کم و بیش یورپ کے تمام ممالک کا یہی حال ہے۔

قبل از ازدواج جنسی اباحیت کا مستقبل

جدید دنیا نے جس طرح قبل از ازدواج جنسی اباحیت کو خوب سوچ سمجھے طریقے سے اور پورے اطمینان خاطر کے ساتھ اختیار کیا ہے، اس کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ اس کے نزدیک اس کا مستقبل روشن ہے اور مستقبل قریب میں از کار رفتہ قدیم جنسی خیالات کے لوٹ کر آنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ چنانچہ جناب بل (Bell) پورے دعوی کے ساتھ کہتے ہیں کہ: "اباحیت (Permissiveness) کو میلان طبع (affection) کے ساتھ جوڑتے ہوئے قبل از ازدواج مجامعت روز افزوں طریقے پر نوجوان لوگوں کی بہت بڑی تعداد کا مقبول ترین طریقہ ہوگا[3]"۔ نئی دنیا امریکہ میں اس نئے جنسی اخلاق کا مستقبل اور بھی روشن ہے۔ چنانچہ کہا جا رہا ہے کہ "اس کا تو اب کوئی امکان نہیں ہے کہ ماضی کی طرف پلٹا جا سکے گا اور کم اباحی اور زیادہ پابند کن حالت دوبارہ واپس آئے گی۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کچھ ایسے حالات رونما ہوں جن کی اس وقت کوئی پیشین گوئی نہیں کی جا سکتی، خاص طور پر سماجی کنٹرول کے معاملہ میں جو ایک ــــــ

---

[1] حوالہ مذکور [2] عورت اسلامی معاشرہ میں، ص ۲۲، طبع مذکور

مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہوں، کتاب ہذا صفحات ۲۱۷ تا ۲۳۸ ۔۔۔۔ نیز پردہ، صفحات ۲۵ تا ۸۸۔

[3] The Sociology of Sex P. 32

ہلکی جوابی کارروائی (mild backlash) کی صورت اختیار کرسکتا ہے۔ تاہم اس میں دورائے نہیں کہ جنس، محض خوشی (pleasure) کے لئے، ذہن میں بچہ پیدا کرنے کے کسی خیال کے بغیر، شادی کے فائدے (benefit) کے ساتھ یا اس کے بغیر، جب تک کہ معاملہ بالغوں کے درمیان اور رضامندانہ ہو، آزاد نہ ہو۔ زورزبردستی کا (Promiscous) نہ ہو، اور ترجیحی طور پر صنف متقابل کے ساتھ (hetro sexual) ہو تو یہ چیز امریکی زندگی کے طورطریقوں میں اپنی جگہ بنالے گی اور بالفرض اگر کوئی جوابی کارروائی (backlash) ہوگی بھی تو وہ ہم جنس پرستی (homosexu-ality) نچلے سماجی طبقات میں قانون کی خلاف ورزیوں (illegatimacy) بیسوائی (Prostitution) اور فحش نگاری (Pornography) کے خلاف ہوگی۔ لیکن زیادہ تر امکان اس کا ہے کہ مصالحت کی صورتیں نکل آئیں گی جیسا کہ اس سے پہلے مستانوں Swinger[1] کی کھلی شادیوں اور رضامندانہ بدکاری کے سلسلے میں ہو چکا ہے۔[2]

قبل از ازدواج جنسی اباحیت کے نئے طور طریقے

مغرب میں جس طرح قبل از ازدواج جنسی اباحیت کا مربوط اور نکھرا ہوا تصور نیا ہے، اس مقصد کے حصول کے لئے نئی اصطلاحات اور نئے طورطریقے بھی ایجاد کئے گئے ہیں۔ رسمی شادی سے پہلے عملاً شادی کے پورے فائدے حاصل کرلینے کے لئے پہلے

---

[1] امریکی معاشرے کی مخصوص اصطلاح جس کا ترجمہ ایک لفظ میں کرنا مشکل ہے۔ امریکی لغت میں اس کے معنی ہیں: ایسا شخص جو پیچیدہ، حددرجہ فیشن پرست، پھرتیلا اور خاص طور پر خوشی اور مسرت کی تلاش میں آزاد اور بے لگام ہو۔ (Swingers a Person who is sophisticated, ultra fashionable, active, uninhibited, etc. esp. in the Persuit of Pleasure) New World Dictionary of the American Language. Second College Edition. U.S.A. 1980.

[2] The Sociology of sex P. 39, 40.

لو میرج اور کورٹ شپ وغیرہ کی اصطلاحات مروج تھیں۔ شادی سے قبل محبت کے طور طریقوں میں ترقی کے ساتھ اب ان کی اصطلاحات میں بھی ترقی ہوگئی ہے۔ مغرب میں شادی سے قبل نوجوان لڑکوں اور نوجوان لڑکیوں کے درمیان شریک حیات کے انتخاب کے آڑ میں دوستی و محبت کی جو کھلی چھوٹ حاصل ہے، جس کی اکثر و بیشتر والدین کی طرف سے بھی پوری اجازت ہوتی ہے، اس طریقے کی نئی اصطلاح ڈیٹنگ (Dating) اور پیٹنگ (Petting) کی ہے۔ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں پہلے ڈیٹنگ اچھی ہے پھر پیٹنگ۔

اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جوان لڑکے اور لڑکیاں آپس میں بے جھجھک ملتے جلتے ہیں۔ سیر سپاٹے کرتے ہیں، غرضیکہ ہر طرح کی تفریح کرتے ہیں تاکہ شادی سے پہلے وہ ایک دوسرے کو بخوبی سمجھ سکیں۔ یہ پہلا قدم ہوتا ہے۔

دوسرا قدم آگے بڑھاتے ہوئے وہ جسمانی دوری کو ختم کر دیتے ہیں۔ ایک دوسرے سے لپٹنا، چومنا اس سلسلے میں عام سی بات ہوتی ہے اور اس طرح کے عام جنسی کھیل کے ذریعہ وہ ایک دوسرے کو اور زیادہ "سمجھنے" کی کوشش کرتے ہیں۔

تیسرا قدم ایک دوسرے کو "ٹٹولنے" کا ہوتا ہے۔ جس کے تحت وہ ایک دوسرے کے جسمانی اعضاء (عضوِ تناسل، عضوِ مخصوصہ، پستان وغیرہ) کو چھونے اور ان کے ساتھ کھیلنے کے لئے آزاد ہوتے ہیں۔

اس کے بعد ان کو فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ کیا وہ ایک کامیاب خاوند بیوی بن سکیں گے؟ فیصلہ اگر 'ہاں' میں ہو تو وہ شادی کرنے کا فیصلہ کر لیتے ہیں اور اگر اتنا لمبا، اتنا آزادانہ جنسی کھیل کھیلنے کے بعد وہ محسوس کریں کہ ان کا مزاج اور عادتیں آپس میں نہیں ملتیں تو کسی دوسرے جوان لڑکے یا لڑکی کے ساتھ یہی سلسلہ دوسری، تیسری بار یا بہت بار چلتا رہتا ہے[1]۔

---

[1] ڈاکٹر کیول دھیر: سیکس نوجوانوں کے لئے/۱۵۶۔ شمع بک ڈپو، نئی دہلی۔

ڈیٹنگ، پیٹنگ اور نیکنگ

ڈیٹنگ، (Dating) اور پیٹنگ (Petting) [1] کا مطلب دوسرے لفظوں میں 'لو میرج' یا محبت کی شادی ہے۔ شادی سے پہلے اور شادی کے لیے، جوان جوڑے لڑکیوں کا ایک دوسرے سے ملنا جلنا، ایک دوسرے کے لئے کشش محسوس کرنا، ایک دوسرے کو پسند کرنا اور شام کو دیر تک مل کر باہر رہنا 'ڈیٹنگ' کہا جا سکتا ہے۔

مغربی سماج میں 'ڈیٹنگ' دو طرح کی ہوتی ہے: ایک مجموعی اور دوسری ذاتی۔

مجموعی ڈیٹنگ میں بہت سے لڑکے لڑکیاں ایک ساتھ کسی دعوت، پکنک، کلب، اسکول، کالج وغیرہ میں جمع ہوتے ہیں اور ایسے موقعوں پر جوان لڑکے، لڑکیاں ایک دوسرے کا تعارف حاصل کرتے ہیں، اور پھر ایک دوسرے کے قریب آجاتے ہیں ان میں ایک دوسرے کے لئے کشش پیدا ہوتی ہے۔ پھر آہستہ آہستہ وہ زیادہ نزدیک آتے جاتے ہیں اور اس کے بعد ڈیٹنگ کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور وہ دونوں اکیلے ملنے لگتے ہیں۔

مغرب میں جوان لڑکے لڑکیوں کے آزاد میل ملاپ کا دوسرا پڑاؤ 'نیکنگ' (Necking) کہلاتا ہے۔ نیکنگ Necking انگریزی لفظ (Neck) سے نکلا ہے جس کے معنی 'گردن' کے معلوم ہیں۔ 'نیکنگ' کا مطلب ہے جوان لڑکے اور لڑکی کے درمیان ایسے جسمانی تعلقات جو گردن کے اوپری حصے تک محدود ہوں۔ اس کے تحت عموماً بوسہ بازی کی جاتی ہے۔

تیسرا آخری مرحلہ 'پیٹنگ' (Petting) یعنی 'سہلانے' کا ہوتا ہے۔ جس کے تحت جوان لڑکے لڑکیاں گردن کے نیچے کے جسمانی اعضا سے کھیلتے ہیں جس میں

---

[1] ڈاکٹر کیول کی کتاب مذکور میں شاید طباعت کی غلطی Patting A سے چھپ گیا ہے۔ ص ۱۵۹ صحیح لفظ Petting E کے ساتھ ہے۔

اعضاء کو چھونا، سہلانا، پیار کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ اس طریقے میں بعض لڑکے لڑکیاں جنسی ہیجان کی حالت میں آجاتے ہیں اور مباشرت کر لیتے ہیں۔ بعض مباشرت نہیں کرتے لیکن دیگر جنسی کھیل کے ذریعہ جنسی لطف حاصل کر لیتے ہیں۔[۱]

ایک اندازے کے مطابق مغرب کے موجودہ سماج میں لگ بھگ پچاس فی صدی تعداد ان نوجوان لڑکے لڑکیوں کی ہے جو کسی نہ کسی طرح شادی سے قبل ہی مباشرت کا تجربہ حاصل کر لیتے ہیں۔ باقی پچاس فی صدی میں سے بھی کافی تعداد میں لڑکے لڑکیاں یا تو ایک آدھ بار مباشرت کر چکے ہوتے ہیں یا ڈیٹنگ، پیٹنک کی آڑ میں جنسی تسکین کا احساس حاصل کر چکے ہوتے ہیں۔[۲]

بات آچکی ہے کہ مغرب نے 'جنسی اباحیت' کا طریقہ پورے شرح صدر کے ساتھ اختیار کیا ہے۔ جس پر اسے کوئی شرمندگی نہیں ہے۔ قبل از ازدواج جنسی اباحیت کے نئے طور طریقوں ڈیٹنگ اور پیٹنگ کے سلسلے میں بھی اسے ایسا ہی شرح صدر حاصل ہے۔ چنانچہ شادی سے قبل، ازدواجی زندگی کی کامیابی اور تال میل کے لئے، جوان لڑکوں اور لڑکیوں کو مباشرت کا تجربہ حاصل کر لینے کی جو تحریک ان دنوں مغرب میں چل رہی ہے، اس تحریک کو نئی نسل کی پوری حمایت حاصل ہے۔ اسکینڈ نیویں خواتین کی ایک جماعت نے وسیع طور پر اپنے اس نظریہ کا پراپیگنڈہ کیا ہے کہ ساری دنیا کے سماج کو اس دقیانوسی خیال سے آزاد ہونا چاہیے کہ کوئی عورت یا مرد صرف ایک ہی مرد یا عورت کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کر سکتا ہے۔ نوجوان نسل میں کافی مقبول اس جماعت کی رائے ہے کہ شادی سے پہلے یا بعد میں تمام جوان مردوں، عورتوں کو یہ حق حاصل ہونا چاہیے کہ وہ جب اور جس کے ساتھ چاہیں مباشرت کر سکیں۔[۳]

---

[۱] سیکس نوجوانوں کے لئے، ص ۱۵۹-۱۶۱۔ [۲] حوالہ سابق، ص ۱۶۶۔

[۳] حوالہ مذکور، ص ۵۷۔ تازہ اطلاعات کے مطابق ہندوستان میں بھی یہ وبا کسی نہ کسی درجے میں پھیل چکی ہے۔ جنسی جرائم اور جنس کے راستے منتقل ہونے والی بیماریوں کے علاوہ بن چاہے حمل (باقی صفحہ آئندہ)

جنسی آزادی کی بعض اور صورتیں

اس کے ساتھ ہی مغربی ممالک میں جنسی آزادی کی دوسری صورتیں بھی پائی جاتی رہیں۔ چنانچہ ان ممالک میں جا بجا ایسے کلب یا مرکز قائم ہیں جہاں جوان لڑکے لڑکیاں جنسی تعلیم حاصل کرنے کی آڑ میں کھلے عام جنسی تعلقات قائم کر کے جنسی تسکین حاصل کرتے ہیں۔ مزید برآں قوت امساک میں اضافہ کرنے اور زیادہ سے زیادہ جنسی لطف حاصل کرنے کیلئے وہاں جوان اور بڑی عمر کی عورتوں، مردوں میں جنسی اعضا کی پلاسٹک سرجری کرانے کا رواج بھی ہے۔ اسی مقصد کیلئے دیگر بہت سے مصنوعی طریقے بھی اختیار کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح مغربی سماج میں جنسی عیاشی کے لیے مصنوعی عضو تناسل اور اسی طرح عورت کے مصنوعی عضوِ مخصوصہ کا کافی استعمال کیا جاتا ہے۔ شادی سے قبل یا کسی بھی وقت جنسی خواہش ہونے پر کال گرلز (جدید طوائف) اسی طرح میسر ہیں۔ جیسے ضرورت پڑنے پر کسی دکان سے ریڈی میڈ کپڑے خریدے جا سکتے ہیں[1]

قبل از ازدواج جنسی اباحیت ـــــــ سماجی سیاق کے چند نمونے

قبل از ازدواج جنسی اباحیت کے سلسلے میں جناب ارا۔ ال ریس (Ira. L. Reiss) کا نام ایک سے زائد بار آچکا ہے۔ قارئین کو ان کی تحقیقات واکتشافات کا انتظار ہوگا۔ جناب ارا۔ ال۔ ریس کے سلسلے میں معلوم ہے کہ جدید سماجیات میں انھوں نے قبل از ازدواج

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اور کمسن ماؤں کا سلسلہ یہاں بھی شروع ہو چکا ہے۔ مدارس کے کالج کے طالب علموں کے ایک حالیہ جائزے کے مطابق جوانوں اور بالغوں کی کافی بڑی تعداد بڑوں اور بزرگوں کی خواہش کے علی الرغم جنسی تعلقات رکھنے لگی ہے اور نوبت بایں جا رسید کہ اس کے صحیح یا غلط ہونے کے لئے فکر مند ہونے کے بجائے ماہرین کا سارا زور جنسی تعلیم کے ذریعہ ان کے مسائل کے حل کی طرف ہے۔ ملاحظہ ہو انڈین ایکسپریس، نئی دہلی ۲۹ فروری ۱۹۸۸ء رپورٹ Sex Education in Schools Must جنسی تعلیم اسکولوں میں ناگزیر ہے۔

[1] سیکس نوجوانوں کے لیے، ص ۱۵۷-۱۵۸

جنسی اباحیت کے نظریے کو پہلی بار متعین شکل و صورت اور مربوط و منظم انداز میں پیش کر کے اسے فنی اعتبار عطا کیا ہے۔ اس وقت موصوف کی کتاب 'قبل از ازدواج جنسی اباحیت کا سماجی سیاق' The Social Context of Premarital Sexual Permissiveness ہمارے پیش نظر ہے جس میں مصنف کی طرف سے امریکہ کے چھ اسکولوں اور کالجوں کے طالب علموں سے مطالعہ اور جائزہ کے جدید طریقوں کو استعمال کرتے ہوئے تفصیلی سوالات کئے گئے۔ اسی مقصد سے ایک اور جائزے (National Adult Sample) کو بھی استعمال کیا گیا۔ اس طرح کل طالب علموں کی تعداد دو ہزار سات سو چونتیس رہی۔ مطالعہ اور جائزے کا یہ تمام کام ۱۹۵۹ء سے لے کر ۱۹۶۳ء تک میں انجام پایا۔[۱] اسی مطالعہ اور جائزے کی روشنی میں مصنف نے قبل از ازدواج جنسی اباحیت کے سیاق و سباق کو متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں مصنف نے اپنے سے پچھلے جائزوں کا بھی حوالہ دیا ہے۔ مثال کے طور پر ۱۹۳۰ء کے دوران دو خواتین صحافیوں نے بھی کالج کے طالب علموں کے رجحانات کا مطالعہ کیا تھا۔ اس کے مطابق جو نمونے ہاتھ آئے ان میں ۲۵ فی صدی عورتیں (females) اور ۵۲ فی صدی مرد (males) غیر کنوارے تھے۔

مصنف کے بقول ۱۹۶۰ء کے جائزوں تک کم و بیش یہی اوسط برقرار رہتا ہے۔ قبل از ازدواج جنسی اباحیت کے سلسلے میں مصنف نے جو جائزہ لیا ہے اس کی رو سے ۳ فیصدی لڑکیوں اور ۴۲ فی صدی لڑکوں نے مباشرت کا اعتراف کیا جب کہ ایوا کالج (Iowa College). کے نمونہ کے مطابق ۲۲ فی صد لڑکیاں اور ۴۶ فی صدی لڑکے وہ تھے جنھوں نے مباشرت کو تسلیم کیا۔ دوسرے بڑے نمونوں کے بالمقابل ایوا کالج کے نمونے Sample, میں لڑکیوں کی عمر ایک سال زائد تھی۔[۲] اسی ایوا کالج کے دوسرے نمونے کے مطابق وہ لڑکے

---

[۱] Ira L. Reiss: The Social Context of the Premarital Sexual Permissiveness.
محولہ بالا P. 12, 13.

[۲] حوالہ سابق، ص ۱۵۔ [۳] حوالہ مذکور، ص ۱۰۵

لڑکیاں جن کی اپنے اباحی معیار کے دوران شادی کی بات چیت پکی ہو چکی تھی ان میں ۶۱ فی صدی کا تناسب تھا جس نے اپنے طور پر مباشرت تسلیم کی۔ جب کہ ۲۵ فی صدی وہ عورتیں تھیں جو اس عمل میں جذباتی طور پر تو شامل نہ تھیں تاہم انھوں نے مباشرت کو تسلیم کیا۔ البتہ مردوں کے سلسلے میں صورت حال برعکس تھی۔ ۴۱ فی صدی لوگ جن کی شادی کی بات پکی ہو چکی تھی انھوں نے اپنے طور پر مباشرت کو تسلیم کیا۔ جب کہ ۴۹ فی صدی وہ لوگ تھے جو جذباتی طور پر تو وابستہ نہ تھے لیکن انھوں نے مباشرت کو تسلیم کیا۔[1]

اس مطالعہ کے نتیجہ میں قبل از ازدواج جنسی اباحیت کے سلسلے میں 'سماجی سیاق' (Social Context) کی تعیین جس انداز سے کی گئی ہے کہ اس کے کچھ نمونے بھی دل چسپی سے خالی نہ ہوں گے۔ مثال کے طور پر اس جائزے سے پتہ چلتا ہے امریکہ کی سیاہ فام آبادی (Negroes) وہاں کی سفید فام آبادی (Whites) سے زیادہ اباحی ہے[2]۔ اسی طرح اس مطالعہ نے بتایا کہ نیگروں کے اسکول اور نیویارک کا سفید فاموں کا کالج، یہ تین اسکول ہیں جو اباحیت پسندی میں بہت بڑھے ہوئے ہیں[3]۔ نیز یہ کہ نیگرو اور مرد (males) سفید فاموں اور عورتوں (females) سے بہ ترتیب زیادہ اباحی ہیں[4]۔ روایتی طور پر جو گروہ زیادہ اباحی ہے وہ یہی نیگرو اور مرد ہیں[5]۔ سماجی حیثیت سے جو گروہ زیادہ پست ہیں وہ زیادہ اباحی ہیں[6]۔ وہ علاقے جو شہری سہولیات سے زیادہ سے زیادہ بہرہ ور ہیں وہ اتنے ہی اباحی ہیں[7]۔ سفید فاموں کے ہائی اسکول کے طالب علم اباحیت کے معاملہ میں پست تھے اور رومانوی محبت کے معاملہ میں بڑھے ہوئے تھے۔ جب کہ سفید فاموں کے کالج کے طالب علم اباحیت میں بڑھے ہوئے تھے۔

---

[1] حوالہ سابق، ص ۱۱۳۔

[2] حوالہ سابق، ص ۲۶، ۲۷۔

[3] حوالہ مذکور، ص ۳۰۔

[4] حوالہ سابق، ص ۳۸۔

[5] حوالہ مذکور، ص ۵۲۔

[6] حوالہ سابق، ص ۶۰۔

[7] حوالہ مذکور، ص ۴۷۔

اور رومانوی محبت میں پیست تھے۔ یہی منفی رشتہ عورتوں (females) کے سلسلے میں بھی پوری طرح برقرار رہا۔ نیگرو کے معاملہ میں البتہ صورت حال مختلف رہی۔ جتنا زیادہ وہ رومانوی محبت میں بڑھے ہوتے، اتنا ہی زیادہ وہ اباحیت میں بڑھے ہوئے تھے۔ عورتوں (females) کے سلسلے میں رشتہ کی یہ صورت پوری طرح کام کرتی رہی[۱]۔ امریکہ کی عورتیں مردوں کے مقابلہ میں کم اباحی ہوتی ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ والدین اباحیت کی اجازت تو لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کو دیتے ہیں البتہ لڑکیوں کے حق میں یہ اجازت ذرا کم ہوتی ہے۔ اباحت پسندی کے سلسلے میں آدمی اپنے والدین کے بالمقابل اپنے دوستوں اور ساتھیوں سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔[۲] وغیرہ وغیرہ۔

اس پورے جائزے کے بعد مصنفہ آخر میں بطور خلاصہ فرماتی ہیں کہ "دور قدیم کی یادگار دوہرے معیار اور عفت مآبی کی تقسیمات (abstinence classifications) کے بجائے میلانِ طبع کے ساتھ اباحیت Permissiveness with affection جیسی چیز اب روز افزوں طریقے پر ہر جگہ پائی جاتی ہے[۳]۔ کتاب کی مصنفہ اس صورت حال پر پوری طرح خوش اور مطمئن ہے۔ اس صورت حال کے برعکس اگر کسی سرپھرے کی خواہش ہو کہ یورپ کی پاکبازی اور عفت مآبی کے راستے پر گامزن ہوجائے اور جنسی اباحیت کے نام پر جنسی انارکی کے راستے کو چھوڑ دے تو مصنفہ اس طرح کے لوگوں کو اطمینان دلاتی ہے کہ یورپ کی تاریخ سے اس طرح کی کسی خواہش کا کوئی میل نہیں ہے۔ ان کے بقول: "ایک فرد اپنے طور پر عفت مآبی کے معیار کا انتخاب کرسکتا ہے لیکن اسے اس حقیقت کو اچھی طرح تسلیم کرنا چاہیئے کہ اپنی پوری دو ہزار سالہ تاریخ میں مغربی دنیا مردوں کی ایک نسل کی بھی اکثریت کو اس ضابطہ کا پابند بنانے میں کامیاب

---

[۱] حوالہ سابق، ص ۸۰ [۲] حوالہ مذکور، ص ۹۴۔

[۳] حوالہ سابق، ص ۱۳۷۔ ۱۳۹۔ [۴] حوالہ مذکور، ص ۱۷۶۔

نہیں ہو سکی ہے۔ امریکہ کی تازہ صورت حال میں وہاں کمسن لڑکیوں میں سن بلوغ کے پہنچنے سے قبل جنسی تجربے کا رجحان کافی بڑھ گیا ہے۔ صحت سے متعلق اعداد وشمار اور حقائق وشواہد اکٹھا کرنے والے قومی مرکز National Centre for Health Statistics (NCHS) کے ۱۹۸۸ء کے جائزے کے مطابق ۱۵ سے ۱۹ سال تک کی عمر والی لڑکیوں میں ۵۴ فی صدی لڑکیاں کمسنی میں کم از کم ایک بار جنسی تجربے سے گزر چکی تھیں۔ جب کہ ۱۹۸۲ء کی سروے رپورٹ کے مطابق ایسی لڑکیوں کا تناسب ۴۷ فی صدی تھا۔

پہلے تو یہ رجحان سفید فام لڑکیوں کے مقابلہ میں سیاہ فام لڑکیوں میں زیادہ تھا۔ لیکن ۱۹۸۲ء سے ۱۹۸۸ء کے عرصہ میں سفید فام لڑکیاں آزادانہ صنفی اختلاط میں بازی لے گئی ہیں۔ چنانچہ ۱۹۸۲ء کی سروے رپورٹ کے مطابق ۱۵ سال کی عمر والی لڑکیوں میں سے ۱۸ فیصدی سفید فام لڑکیوں نے کمسنی میں صنفی اختلاط کا ذائقہ چکھا جب کہ ۱۹۸۸ء میں یہ تناسب بڑھ کر ۲۹ فی صدی تک پہنچ گیا۔ سیاہ فام لڑکیوں میں البتہ یہ تناسب کچھ گھٹا رہا۔ پہلے یہ تناسب ان میں ۲۸ فی صد تھا۔ بعد میں یہ گھٹ کر ۲۷ فی صدی رہ گیا۔ صحت سے متعلق اعداد وشمار کے قومی مرکز (NCHS) کے اس جائزے میں ۸،۴۵۰ نوجوان لڑکیوں سے سوالات کیے گئے۔ ہر ایک کے گھروں پر جاکر فرداً فرداً ان سے ملاقات کی گئی اور ان سے سوال وجواب کیے گئے[2]

---

[1] حوالہ سابق۔ [2] Indian Express, New Delhi February 8, 1990

خبر بہ عنوان: U.S. Teenagers experience Sex Sooner

نیز: روزنامہ قومی آواز، نئی دہلی۔ ۱۱ فروری ۱۹۹۰ء، ۱۴ رجب المرجب ۱۴۱۰ھ۔ امریکا میں کمسن لڑکیوں کی ذہنی تربیت کا فقدان، قبل از ازدواج جنسی تجربات کے بارے میں ایک سروے رپورٹ۔ برطانیہ کی تازہ صورت حال بھی اس سے مختلف نہیں ہے۔ ایک حالیہ سروے کے مطابق آکسفورڈ یونیورسٹی میں زیر تعلیم ۶۰٪ طلبہ شادی کے بغیر جنسی تعلقات قائم کرنے کے حق میں ہیں۔ ۴۳٪ طالبات نے تسلیم کیا کہ وہ یونیورسٹی میں آنے کے بعد کنواری نہیں ہیں اور اب ان کے باضابطہ (باقی صفحہ آئندہ)

ہم جنس پرستی

بھلائی سے بھلائی کا راستہ کھلتا ہے تو برائی برائی کو کھینچتی ہے۔ مغرب کے سلسلے میں اس حقیقت کو آج سر کی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ صنفی پاکبازی کی بھلائی کو چھوڑ کر جب اس نے جنسی اباحیت کی برائی کا راستہ اختیار کیا تو پھر اس برائی کی نوع بہ نوع صورتوں میں وہ گرفتار ہو گیا اور بے حیائی و بے شرمی کی کھڈ میں نیچے سے نیچے ہی گرتا چلا گیا۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے جو مرد اور عورت کے فطری تعلق سے آگے مرد اور مرد کے غیر فطری اور غیر اخلاقی صنفی تعلق پر بھی کوئی بندش نہیں رہ گئی۔ جنسی اباحیت پسندی کی طرح ہم جنسی پرستی (Homosexuality) کو بھی وہاں رواج عام حاصل ہو چکا ہے۔ جرمنی کی پارلیمنٹ تو اسے پہلے ہی جائز کر چکی تھی۔ برطانیہ میں بھی شادی سے پہلے یا اس کے بعد ہم جنس پرستی کے ذریعہ جنسی لطف و تسکین حاصل کرنے کی قانونی اجازت حاصل ہے[۱]۔ اور اب آئرلینڈ نے بھی اپنی قدیم مسیحی روایات سے انحراف کرتے ہوئے

(باقی حاشیہ صفحہ گزشتہ) جنسی تعلقات میں جب کر ۲، اطلبہ نے بتایا کہ وہ کبھی کبھار جنسی تعلقات قائم کرتے ہیں۔ ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم جلد ۱۲، شعبان، رمضان ۱۴۱۰ھ مطابق فروری، مارچ ۱۹۹۰ء شمارہ ۸، ۹ ص ۳۹۔ خبر بعنوان: 'یہ آکسفورڈ یونیورسٹی ہے'۔

۱؎ سیکس نوجوانوں کے لئے ص ۱۵۔ برطانیہ کا یہ پاس شدہ قانون (Sexual Act 1976) ہے۔ جس کے مطابق پرائیویسی کا لحاظ کرتے ہوئے بالغ لوگ اگر ہم جنسی کے عمل میں ملوث ہوتے ہیں تو ان کے خلاف کوئی قانونی پابندیاں عائد نہیں کی جا سکتیں۔

Sex Education for Teenagers P. 99 102, Delhi 1987

تازہ اطلاع کے مطابق برطانیہ کی نوآبادی ہانگ کانگ جسے حسب معاہدہ ۱۹۹۷ء میں اسے چین کے حوالہ کر دینا ہے، روشن خیال برطانیہ عظمی جاتے جاتے اسے ہم جنسی کے غیر تعزیری جرم ہونے کا تحفہ دیتا گیا ہے۔ چنانچہ تازہ تازہ وہاں کی قانون ساز کونسل نے ۱۳ کے مقابلہ میں ۳۱ ووٹوں سے اس جرم کے غیر تعزیری ہونے کی توثیق کر دی ہے۔ خیال رہے کہ (باقی صفحہ آئندہ)

ہم جنس پرستی (Homosexuality) کو باقاعدہ قانونی جواز عطا کر دیا ہے۔ جب کہ اس ملک میں ۱۸۶۱ء سے پہلے تک اس جرم کا مرتکب پھانسی کی سزا کا مستحق قرار پاتا تھا۔[۱] اسی طرح ڈنمارک جہاں ۱۹۳۰ء ہی میں ہم جنسی کو قانونی طور پر تسلیم کر لیا گیا تھا۔ ایک تازہ قانون کے بموجب یہاں اب ایک ہی جنس کے جوڑوں کے درمیان شادی کو قانونی منظوری دیدی گئی ہے۔ جس کے تحت ہم جنس جوڑوں کو وراثت، ٹیکس، پنشن کی وصولیابی اور ملکیت کے وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو روایتی شادیوں کے تحت شادی شدہ جوڑوں کو حاصل ہوتے ہیں۔ ڈنمارک جہاں ۱۹۴۸ء سے سرگرم ہم جنسی تحریک چلتی رہی ہے۔ حکام کا اندازہ ہے کہ اکیاون لاکھ آبادی کے اس ملک میں تقریباً بیس ہزار مرد و زن ہم جنسی کی زندگی گزارتے ہیں۔[۲] ملک کی راجدھانی کوپن ہیگن میں نئے قانون کا فائدہ اٹھاتے ہوئے گیارہ ہم جنس جوڑے رشتہ ازدواج میں بندھ گئے اور سیکڑوں لوگوں نے انھیں مبارکباد دی۔ ان تمام مرد جوڑوں کی اجتماعی شادی کے موقع پر لوگوں نے ان کو مبارکباد دیتے ہوئے ان پر چاول اور پھول برسائے۔ پارلیمنٹ کے ذریعہ ہم جنس جوڑوں کی شادی کو قانونی درجہ عطا کرنے والے اس پہلے ملک میں ہم جنسوں کو بچے گود لینے کا بھی اختیار دیدیا گیا ہے جو قانونی طور پر ان کے وارث ہوں گے۔[۳] خیال رہے کہ امریکی ریاست کیلیفورنیا کے شمالی شہر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) برطانیہ آج سے ۲۳ سال قبل اس نوعیت کی جنسی سرگرمی کو غیر تعزیری قرار دے چکا ہے۔ دیکھیے روزنامہ قومی آواز، نئی دہلی۔ ۱۵ جولائی ۱۹۹۰ء، مطابق ۲۱، ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ، خبر زیر عنوان: ہانگ کانگ میں جنسی قانون میں تبدیلی۔

[۱] روزنامہ انڈین ایکسپریس، نئی دہلی۔ ۲ جنوری ۱۹۹۱ء۔ خبر بعنوان Ireland to legalise Homosexuality آئرلینڈ ہم جنس پرستی کے جواز کے حق میں۔

[۲] تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے روزنامہ قومی آواز، نئی دہلی۔ ۲۸ مئی ۱۹۸۹ء، مطابق ۲۲ شوال المکرم ۱۴۰۹ھ، خبر بعنوان: امریکا اور ڈنمارک میں جنسی انارکی کی قانونی سرپرستی۔

[۳] قومی آواز ۴ اکتوبر ۱۹۸۹ء، ۳ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ خبر زیر عنوان: ڈنمارک میں ہم جنسوں کی شادی کو قانونی درجہ۔

سان فرانسکو کی بلدیاتی قانون ساز کونسل نے امریکا کا اپنی نوعیت کا پہلا قانون منظور کر کے ہم جنس جوڑوں کے لئے بھی جو شادی کے بغیر ساتھ رہتے اور جنسی تعلقات رکھتے ہیں۔ سرکاری دفتر میں شریک زندگی کی حیثیت سے اپنا رجسٹریشن کرانے کی اجازت دیدی ہے۔ جس کے مطابق ایسے جوڑوں کو صحت عامہ اور دوسرے شعبوں میں وہ تمام سہولتیں حاصل ہوں گی جو قانونی طور پر شادی شدہ جوڑوں کو حاصل ہوتی ہیں[۱]۔ امریکہ میں یہ بیماری کس قدر پھیلی ہوئی ہے۔ اس کا کسی قدر اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ وہاں عوام ہی نہیں خواص بھی اس مرض کا شکار ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ہم جنس پرست عام مجرم ہی نہیں، جج، ڈاکٹر، کھلاڑی، سیاست داں Congressmen ہر طبقہ میں یہ لوگ موجود ہیں[۲]۔ تازہ خبر ہے کہ امریکہ کے شہر منی پولس میں ہم جنس پرستوں کی ایک زبردست کانفرنس ہوئی۔ اس کانفرنس کا عنوان تھا

The National Conference of Openly Lesbian and Gay Elected and Appointed Officials

یعنی ہم جنس پرست مردوں اور عورتوں کے منتخب اور نامزد عہدیداروں کی قومی کانفرنس۔

یہ اعزاز بھی امریکہ ہی کے حصہ میں آیا کہ وہاں ہم جنس پرستوں کی کانفرنس اس دھوم دھام سے ہوئی۔ اس کانفرنس میں دو ارکان کانگریس (خیال رہے کہ امریکہ میں مجلس نمائندگان کو کانگریس کہتے ہیں) بڑی بے شرمی کے ساتھ شریک ہوئے۔ ایک مسٹر بارنی فرینک تھے، دوسرے گیری سٹڈز۔ دونوں میساچوسٹس کے نمائندے ہیں۔ اور ڈیموکریٹک پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک برطانوی رکن پارلیمنٹ بھی اس کانفرنس میں شرکت کے لئے برطانیہ سے تشریف لائے۔ ان کا اسم گرامی مسٹر کری سمتھ ہے۔

---

[۱] قومی آواز۔ نئی دہلی ۲۸ مئی ۱۹۹۰ء۔

[۲] Sociology to Sex P. 227

منی پولس میں کانفرنس کے منتظم دو اصحاب تھے۔ایک ریاستی اسمبلی کے رکن، دوسرے شہر کے کونسلر۔کانفرنس کے شرکا کی تعداد ۔۔ اتھی۔کانفرنس میں پیش کیے جانے والے سپاسنامے میں کہا گیا تھا کہ اس کانفرنس کا انعقاد بجائے خود بہت بڑی کامیابی ہے۔کیونکہ دو برس قبل جب ہم جنس پرستوں کی ایک کانفرنس بلائی گئی تھی تو اس میں شرکا کی کل تعداد بمشکل ۵۰ تھی۔اس کا مطلب ہے کہ کانفرنس اپنے مقاصد میں کامیاب رہی ہے۔اس خطاب میں یہ بھی انکشاف کیا گیا کہ : Homosexuality

ہم جنس پرستی اب پہلی سی مبغوض چیز نہیں رہی ہے۔اس کی مقبولیت میں اضافہ ہورہا ہے اور یہ رواج پا رہی ہے۔اس کے اختیار کرنے والوں کی جھجک بھی اب دور ہورہی ہے۔مثلاً میرو اشنگٹن کے دفتر میں اس وقت ۱۰ ہم جنس پرست ملازم ہیں اور ۲۰ نیویارک کے گورنر کے عملے میں موجود ہیں۔

منتظمین کانفرنس نے کانفرنس کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اس کانفرنس کا اصل مقصد ہم جنس پرستوں کا منشور تیار کرنا ہے۔انھوں نے کہا:

واشنگٹن میں ماہ اکتوبر میں ہم جنس پرستوں کا ایک مظاہرہ گیا تھا جس میں شرکا کی تعداد دو لاکھ تھی۔پولس نے اس کو منتشر کرنے کے ۴۲، افراد کو گرفتار کیا۔لیکن کانفرنس اپنے مطالبات منوانے کے لئے صرف مظاہروں تک محدود نہیں رہنا چاہتی۔تنظیم کے ارکان و کارکن اب کوئی بڑا قدم اٹھانے کے لئے مضطرب ہیں۔رجعت پسند یا ہم جنس پرستی کے مخالف اب متشدد ہوتے جارہے ہیں۔لیکن ہم اپنی حفاظت متحد ہو کر ہی کر سکتے ہیں۔مقابلے کی صورت یہ ہے کہ ہم اپنے مطالبات میں اضافہ کر دیں۔

کانفرنس میں دوسرے مقررین نے بھی خطاب کیا۔ایک مقرر نے کہا ہم فی الحال اقلیت میں ہیں۔لیکن وہ وقت دور نہیں جب ہمارا موقف تسلیم کیا جائے گا۔افسوس یہ ہے کہ ہم جنس پرستوں کو اچھوت بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ہم سیاست میں حصہ نہیں لے سکتے ورنہ اپنے مطالبات منوانے میں ہمیں آسانی رہتی۔امریکی انتخابات میں جس

امیدوار کے بارے میں ووٹروں کو معلوم ہوا کہ وہ ہم جنس پرست ہے انھوں نے اس کا بائیکاٹ کیا۔ لیکن اب کامیابی کے آثار بتدریج نمایاں ہو رہے ہیں۔ سان فرانسسکو میں ایک ہم جنس پرست انتخابات میں کامیاب ہوا ہے۔ شمالی کیرو لینا کے ایک شہر میں بھی ہمارا ایک آدمی کامیاب ہوا ہے۔ باوجود اس کے کہ ووٹروں کو اس کا علم تھا۔ اس نے بھی اپنی ہم جنس پرستی کے ذوق کو چھپایا نہیں۔ اس کے باوصف عوام نے اسے ووٹ دیئے۔

ایک اور مقرر نے کہا: ہم جنس پرستوں کو اب ٹریڈ یونین میں نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ اسی طرح بوڑھے اور راز کار رفتہ لوگ بھی ہم جنس پرستوں کو ناپسند نہیں کرتے۔

ڈیموکریٹک پارٹی کے صدارتی امیدوار جیسی جیکسن نے جو پادری بھی ہے اس کانفرنس کے نام ہمدردی کا پیغام بھیجا۔ یہ بھی کانفرنس میں پڑھ کر سنایا گیا۔

کانفرنس میں طے کیا گیا کہ ہم جنس پرستوں کے مطالبات ایک بل کی شکل میں سینٹ میں پیش کیے جائیں۔ بعض ارکان سینٹ نے یہ بل پیش کرنے کی حامی بھری ہے۔ ہم جنس پرستوں کے مطالبات حسب ذیل ہیں:

۱۔ ہم جنس پرستوں کی فوج میں بھرتی پر پابندی ختم کر دی جائے۔
۲۔ ہم جنس پرستوں کو اعلیٰ انتظامی ملازمتیں دی جائیں۔
۳۔ ان کو مالی امداد دی جائے۔
۴۔ ان کے خلاف تشدد کو روکا جائے اور ان کی پوری مدد کی جائے۔
۵۔ ہم جنس پرست امریکہ آنا چاہیں تو انھیں روکا نہ جائے۔[۱]

تازہ اطلاعات کے مطابق ریاستہائے متحدہ امریکہ کی راجدھانی واشنگٹن میں تقریباً پندرہ ہزار مرد و عورت ہم جنس پرستوں Homosexuals and Lesbians

---

[۱] ایشیا، لاہور، ۲۷ دسمبر ۱۹۸۷ء۔ خبر: امریکہ میں قوم لوط کی کانفرنس، ص ۲۵-۲۶

نے اپنا ایک دن، جس کا نام انھوں نے ہم جنسوں کا فخر و مباہات Gay Pride دیا تھا، منانے کے لئے اس کی گلیوں میں مارچ کیا۔ ان کے بر سطح آب ہونے کی وجہ ماہرین سماجیات کی یہ دریافت تھی کہ امریکیوں کی دس فیصد تعداد ہم جنس پرست ہے۔ اس موقع پر واشنگٹن کے ایک وکیل اور اس تقریب کے منتظم صاحب نے پریس کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ: "اس دن کے منانے کا مقصد جنسی اقلیتوں کو باہمی ملاقات کا موقع فراہم کرنا، نیز اپنی برادری سے مل کر خوشی کا اظہار اور اپنی قدر و قیمت کا احساس پیدا کرنا ہے"[1]

امریکہ میں قوم لوط کانفرنس کی اس تفصیلی روداد اور ہم جنسوں کے اس جشن کے بعد وہاں 'ہم جنس پرستی' کے حال و مستقبل پر ہم کچھ مزید کہنے کی حاجت محسوس نہیں کرتے۔ نوبت بایں جا رسید کہ وہاں پادریوں سے ہم جنس پرستوں کے لئے علیحدہ دعائیہ جلسوں کے انعقاد کے مطالبات کئے جانے لگے ہیں۔ "تھوڑے ہی دنوں پہلے پوپ جان پال کے دورۂ امریکہ کے موقع پر ایک دعائیہ جلسہ کے دوران ۱۲۷ علماء پروٹسٹنٹ اور آرتھوڈکس عیسائی پادری موجود تھے۔ پوپ سے ہم جنسوں کے لئے علیحدہ دعائیہ جلسوں کے انعقاد کا مطالبہ کیا گیا"[2] اس سے بھی آگے سان فرانسسکو کی اطلاع ہے کہ وہاں لوتھرین چرچ کے بشپ نے ان کلیسائی حلقوں کی باقاعدہ توثیق کر دی ہے جو ہم جنس پرست مردوں اور عورتوں کے ذریعہ چلائے جا رہے ہوں۔ صرف واعظین Preachers کے لئے پابندی ہے کہ وہ ہم جنس پرستانہ حرکتوں میں ملوث نہ ہوں[3]

---

[1] ملاحظہ ہو، روزنامہ انڈین اکسپریس، نئی دہلی۔ ۲۰ جون ۱۹۹۰ء، خبر بعنوان 'ہم جنسوں کے اظہار فخر و مباہات کا دن Gay pride day'

[2] سہ روزہ دعوت، نئی دہلی۔ ۱۶ ستمبر ۱۹۸۷ء

[3] روزنامہ انڈین اکسپریس، نئی دہلی۔ ۱۱ جولائی ۱۹۹۰ء، خبر بعنوان Homosexuals in Church ہم جنس پرست کلیسا میں۔

یہ الگ بات ہے کہ کناڈا کے مشرقی ساحل سے پرے نیو فاؤ لینڈ کے رومن کیتھولک کلیسا کے سربراہ نے متعدد کلیسائی راہبوں کی جانب سے بچوں کے جنسی استحصال کے واقعات پر ایک سخت تحقیقاتی رپورٹ کے بعد اپنے عہدے سے استعفا دے دیا ہے۔ اس رپورٹ کے مطابق نیو فاؤنڈلینڈ کے ۱۰۷ (ایک سو سات) کلیسائی راہبوں میں سے تقریباً ایک تہائی افراد جنسی کج روی میں مبتلا ہیں۔ اور نو عمر لڑکوں کو اپنی شہوت کا نشانہ بناتے رہے ہیں۔ اسی رپورٹ کی رو سے حالیہ عرصہ میں اس کے علاوہ یورپ کے متعدد کلیساؤں میں اس طرح کے واقعات منظر عام پر آئے ہیں۔ جن سے مسیحیت کے تصور رہبانیت کی قلعی اچھی طرح کھل جاتی ہے۔[1]

مزید براں نام نہاد اصطلاح پسند راہبوں (یہودی عالموں) کی تنظیم نے بھی اپنی چار ہزار سالہ پرانی روایت کو توڑتے ہوئے اغلام بازی کرنے والے راہبوں کے لئے امریکا اور کناڈا میں وہاں کی عبادت گاہوں اور مذہبی جلوسوں کی پیشوائی کی اجازت دیدی ہے۔ حال میں منعقد ہونے والی امریکی ربیّوں کی مرکزی کانفرنس نے اپنے ۱۰۱ ویں اجلاس میں زبردست کثرت رائے سے اس قرارداد کو منظوری دی ہے کہ: "تمام ربیّوں کو خواہ ان کا جنسی میلان کچھ بھی ہو، ان کے اختیار کردہ مقدس پیشے کی ذمہ داریاں ادا کرنے کا موقع فراہم کیا جانا چاہیے" اس موقع پر اغلام باز ربیّوں کو مذہبی پیشوائی کا اہل تسلیم کئے جانے پر ایک ربی ڈینس ریگر کی زبان سے بے ساختہ نکلا: "یہ انتہائی خوشی کا دن ہے" ڈینس ریگر لاس اینجلس میں اغلام باز یہودیوں کی عبادت گاہ بیت شائم چیندر یشم کا پیشوا ہے۔[2]

---

[1] روزنامہ قومی آواز، نئی دہلی۔ ۲۲۔ جولائی ۱۹۹۰ء، مطابق ۲۸ ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ۔ خبر زیر عنوان: "رنگ آلود کلیسا" کا سربراہ مستعفی، راہبوں کے ہاتھوں نو عمر لڑکوں کے جنسی استحصال کی شکایات ثابت۔

[2] مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ کیجئے قومی آواز نئی دہلی ۲۸ جون ۱۹۹۰ء، ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ۔ خبر بعنوان: جنسی کج روی مذہبی پیشوائی میں حائل نہیں: نام نہاد اصطلاح پسند یہودی عالموں کی کانفرنس کا فیصلہ

امریکہ کے سلسلے میں کنزی (Kinsey) کی یہ رپورٹ کافی پرانی ہو چکی کہ وہاں مختلف مدتوں اور مختلف اوسطوں کے فرق سے چار[۴] سے لے کر چھ[۶] فی صدی اور دس[۱۰] فی صد اور اٹھارہ[۱۸] فی صد مرد ہم جنس پرست ہیں[۱]۔ اس کے ساتھ ہی ذوق اور طبیعت کے فساد کے اختلاف سے اس مجرمانہ فعل کی وہاں مختلف صورتیں رائج ہیں اور ان کے لیے الگ الگ اصطلاحات وضع کی گئی ہیں[۲]۔ یہ بات بھی پرانی ہی ہے کہ امریکہ میں وہاں کی وزارت خارجہ سے جنسی انارکی میں مبتلا ہونے کی بنا پر تینتیس افراد کو حکومت سے نکالا گیا اور کہا گیا کہ ان لوگوں پر حکومت کے رازوں کے بارے میں اعتماد نہیں کیا جا سکتا[۳]۔

تازہ اطلاعات کے مطابق اہلِ یورپ نے اس غلاظت سے ایشیا کو بھی محفوظ نہیں رہنے دیا ہے۔ دورِ جدید کی بہت سی اولیات میں یورپ کو سیاحت Tourism میں دنیا میں سب پر برتری حاصل ہے۔ چنانچہ اس کی ضرورت سے ایشیا کے بہت سے سیاحتی مراکز ہم جنس پرستی کے اڈوں میں تبدیل ہو کر رہ گئے ہیں۔ خاص طور پر تھائی لینڈ اور سری لنکا دو ایسے ممالک ہیں جہاں کمسن لڑکیوں کے ساتھ ہم جنسی کے شائق سیاحوں کے لئے کمسن لڑکوں کی سہولت میسر ہے۔ صرف سری لنکا میں اس دھندے میں ملوث لڑکوں کی تعداد دس ہزار بتائی جاتی ہے۔ تھائی لینڈ میں ایسے لڑکوں اور لڑکیوں کا اندازہ آٹھ سے دس لاکھ ہے۔ یہاں تک کہ پچھلے برسوں سری لنکا میں نسلی فسادات کے نتیجے میں سیاحوں کی آمد میں زبردست کمی کے باوجود بچوں کے شائق افراد کے آنے میں کوئی کمی نہیں رہی[۴]۔

۱۔ The Sociology of Sex P. 226 ۲۔ حوالہ سابق، ص ۲۲۵۔

۳۔ بحوالہ اسلام اور جدید مادی افکار، ص ۵۵ ہم۔

۴۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: قومی آواز لکھنؤ ۱۰ مئی ۱۹۹۰ء مطابق ۱۴ شوال المکرم ۱۴۱۰ھ جائزہ بعنوان: کمسنی میں عصمت فروشی کا دھندا۔ ایک جائزہ۔ (بقیہ صفحہ آئندہ)

تازہ اطلاعات کے مطابق اسرائیل کی پارلیمنٹ نے بھی اٹھارہ سال سے اوپر کے مردوں کے درمیان 'ہم جنس پرستی' کو قانونی جواز عطا کر دیا ہے[۱]۔ ایک حالیہ جائزہ کے مطابق ہمارا ملک ہندوستان بھی ہم جنس پرستی کی لعنت میں دوسروں سے پیچھے نہیں رہ گیا ہے۔ ملک میں اس وقت اس متبادل جنسیت Alternate Sexuality پر عمل پیرا لوگوں کی تعداد اندازاً چار کروڑ سے اوپر ہے۔ گو کہ ہماری حکومت اس حقیقت سے آنکھیں چراتی رہی ہے۔ اس متبادل جنسیت پر عمل پیرا لوگوں کو مربوط و منظم اور ان کے متعلقہ مسائل سے آگاہی کے لئے 'بامبے دوست Bombay Dost' کے نام سے ہم جنس پرستوں کے ایک رسالے کا اجرا بھی عمل میں آچکا ہے۔ اس رسالے کے ذمہ داروں کے مطابق ملک میں مرد ہم جنس پرستوں کی طرح ہم جنس پرستی کی دلدادہ عورتوں Lesbians کی بھی کمی نہیں ہے۔ لیکن اپنے مسائل میں گرفتار ہنوز انھوں نے اس کے صفحات میں نہ آنے ہی کو پسند کیا ہے[۲]۔

مردوں کی اس ہم جنسی میں جنسی تسکین حاصل کرنے کے لئے مختلف طریقے اختیار کیے جاتے ہیں۔ ہم جنس آپس میں مشت زنی کرتے ہیں۔ ایک ہم جنس Homosexual

---

(گزشتہ صفحہ کا بقیہ) تھائی لینڈ کی راجدھانی بینکاک کی حد تک کالم نویس جیک اینڈرس اور ڈالیون اٹا کو خود اعتراف ہے کہ بدکاری کے اس دھندے میں غیرملکیوں کی بڑی تعداد ملوث ہے۔ جس کے تحت یہاں آٹھ سال سے چودہ سال کی عمر کے لڑکوں کا کاروبار خوب زوروں پر ہے۔ بینکاک کے پانچ ہوٹل اس کاروبار کے خاص مرکز ہیں۔ دیکھیے روزنامہ انڈین اکسپریس نئی دہلی۔ ۲۰ جون ۱۹۹۰ء خبر عنوان: Boys in Prostitution بچے بیسوائی کے پیشے میں

۱۔ روزنامہ انڈین اکسپریس، نئی دہلی (انگریزی) ۲۵ مارچ ۱۹۸۸ء خبر Israel legalises homosexuality

۲۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے: رسالہ مذکور باوی۔ ششنکر کا تبصرہ۔ بعنوان With Gay Abandon مطبوعہ انڈین اکسپریس میگزین ۵ اگست ۱۹۹۰ء نئی دہلی

دوسرے کے عضو کی مشت زنی کرتا ہے۔ ایسا عام طور پر تیرہ[۱۳] سے انیس[۱۹] سال کے لڑکوں Teenagers. میں ہوتا ہے۔ اکیس[۲۱] سال کی عمر کے بعد اس سلسلے میں خاص طور پر دو طرح کی حرکتیں کی جاتی ہیں۔ زبانی مباشرت Oral intercourse. یعنی کہ زبان سے دوسرے کے عضو تناسل کو چومنا چاٹنا اور پیچھے کے راستے میں مباشرت anal intercourse اول الذکر کو اصطلاح میں fellatio. اور دوسرے کو اغلام بازی Sodomy. کہا جاتا ہے۔ جس کے بعد دونوں شرکا میاں بیوی کی طرح رہنے لگتے ہیں[۱]

یورپ اور امریکہ میں یہ وباکس قدر عام ہے اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ وہاں مرد ہم جنسوں gays. کے لئے خاص طرح کے ہوٹل Special bars. ہیں جو مخصوص طور پر انھیں لوگوں کے مقصد سے تیار کئے گئے ہوتے ہیں۔ جہاں پہنچ کر تکلف برطرف اپنے مصنوعی لبادے اتارتے ہوئے مخالف جنس دلچسپی رکھنے والی hetero sexual سیدھی straight. دنیا سے آزاد ہو کر دل کھول کر رنگ رلیاں مناتے ہیں۔ اسی طرح ان ملکوں میں ایسے خصوصی بیت الخلاؤں Special toilets. کی سہولت بھی میسر ہے جہاں مرد ہم جنسوں کے لئے ان کے جوڑے mates. پہلے سے موجود ہوتے ہیں[۲]

عورتوں کی ہم جنسی

معلوم ہے کہ جس طرح مرد مردوں سے جنسی تسکین حاصل کرتے ہیں، نئی دنیا میں اسی طرح عورتیں عورتوں سے جنسی تسکین حاصل کرتی ہیں۔ مردوں کی ہم جنسی کے لئے ہوموسیکسولٹی Homosexuality. کی اصطلاح معروف ہے۔ عورتوں کی ہم جنسی کے لئے لیسبینزم Lesbianism. کی نئی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔

۱ہ sex Education for Teenagers P. 100.

۲ہ Ibid 101.

ایسی دو عورتیں جنسی تسکین کے حصول کے لئے ایک دوسرے کے اعضا مخصوصہ سے کھیلتی ہیں۔ ان عورتوں Lesbians, میں ایک شوہر کا اور دوسری بیوی کا کردار ادا کرتی ہے۔ یہ ہاتھ یا زبان سے ایک دوسرے کے عضو شہوت Clitoris, کو رگڑ رگڑ کے مجامعت کی لذت Orgasm, حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی طرح ان میں سے مرد کا کردار ادا کرنے والی عورت مصنوعی آلۂ تناسل کے ذریعہ بھی مباشرت کی کوشش کر سکتی ہے۔ اپنی مخصوص بول چال میں فاعل عورت Active Lesbian کو 'بچ' butch, اور مفعول عورت کو فیمنی Femne, کہا جاتا ہے[1]

خود لذتی

دورِ جدید میں جنسی انحراف کی جو مختلف صورتیں مروج ہیں، ان میں ایک چیز خود لذتی Masturbation, بھی ہے۔ جب جنس کے پیچھے آدمی اس قدر دیوانہ بلکہ اندھا ہو جائے کہ مرد اور عورت کے فطری تعلق سے ہٹ کر مرد مردوں اور عورتیں عورتوں سے جنسی تسکین حاصل کرنے لگیں تو مشت زنی اور خود لذتی کس شمار میں ہے۔ لیکن موجودہ دَور میں اس سلسلے میں جو آزادی اور بے تکلفی پائی جاتی ہے وہ شاید اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی۔ چنانچہ اس کے ساتھ کسی نقصان اور برائی کو وابستہ کیے بغیر اسے بعد میں آنے والی شادی شدہ زندگی کے لیے قابل قدر تربیت (valueable training). باور کیا جاتا ہے[2] یہی نہیں بلکہ والدین کو مشورہ دیا جا رہا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اس کی ترغیب دیں کہ انھیں اکثر و بیشتر یہ حرکت کرتے رہنی چاہیئے۔ جنسی جذبات کے پختہ ہونے کے بعد یہ چیز ان کے لئے ریہرسل (Rehearsal) کا کام دے گی۔ یہ چیز بالکل ٹھیک (Perfectly good) اور فطری (Natural) ہے۔ البتہ اس سلسلے میں انھیں پوری رازداری سے

---

[1] Ibid 100.

[2] Sex in Society P.108

کام لینا چاہیئے، اور اگر کوئی عمر رسیدہ ان سے اس طرح کی باتیں کرتا ہے کہ یہ نقصاندہ ہے یا گناہ کا کام ہے تو اس پر ذرا پریشان نہ ہونا چاہیئے، اس لئے کہ اپنی اپنی عمر پر ان میں سے ہر ایک نے یہ حرکت ضرور کی ہوگی[1]۔ معاملہ صرف یورپ ہی کا نہیں ہے، ہندوستانی ماہر جنسیات ڈاکٹر کیول دھیر کے مطابق عام طور پر دو تہائی لڑکوں میں پہلی بار منی کا اخراج مشت زنی سے ہوتا ہے[2]۔

جدید ماہرین جنسیات کے یہاں نوجوان لڑکوں کے خودلذتی کے عمل Masterbation, کو بڑی تعمیم کے ساتھ بےضرر بتایا جاتا ہے کہ اس سے عضوِ تناسل میں کسی قسم کی کمی پیدا ہوتی، نہ مردانگی میں کوئی فرق آتا ہے[3]۔

لیکن یہ بات جس تعمیم سے کہی گئی ہے وہ صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ نوجوان لڑکوں میں خودلذتی کی کثرت عام طور پر ان دونوں پہلوؤں سے غیر معمولی طور پر نقصان دہ ہے۔ بعد کی ازدواجی زندگی میں اس کے انتہائی ناخوش گوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جب کہ بعض اوقات اس کے نقصان کی تلافی آخر تک ممکن نہیں ہوتی ہے۔

لڑکیوں کی خودلذتی

خودلذتی کا شکار لڑکوں کی طرح لڑکیاں بھی ہوتی ہیں۔ البتہ ان میں اس کا ڈھنگ لڑکوں جیسا نہیں ہوتا اور ان کی تعداد بھی لڑکوں کے مقابلے میں کم ہوتی ہے[4]۔ لڑکوں کے لئے تو خودلذتی کا ایک ہی طریقہ ہوتا ہے کہ وہ ہاتھ سے عضوِ تناسل کو حرکت دے کر منی کا اخراج کر لیتے ہیں۔ لیکن لڑکیاں خودلذتی کے لئے مختلف طریقے استعمال کرتی ہیں۔ ۱۔ اپنی انگلی سے عضوِ شہوت کو سہلانا یا مسلنا وغیرہ۔ ۲۔ کولہوں اور رانوں کو اندر کی طرف پورے دباؤ کے ساتھ اس طرح بھینچنا کہ عضلات تن کر عضوِ شہوت پر دباؤ ڈالیں اس عمل میں عضوِ مخصوصہ کے لب بھی تناؤ کی حالت میں آکر عضوِ شہوت پر دباؤ ڈالتے ہیں۔

---

[1] حوالہ سابق   [2] سیکس نوجوانوں کے لئے، ص ۵۶

[3] سیکس نوجوانوں کے لئے ص ۵۷۔   [4] Sex Education for Teenagers P 38-39

۳۔ بعض لڑکیاں مرد کے عضو تناسل کی شکل جیسی کوئی چیز عضو مخصوصہ میں داخل کر کے خود لذتی کا فعل کرتی ہیں اور اس طرح جنسی تسکین حاصل کرتی ہیں۔[۱]

ہم جنس پرستی کی طرح خود لذتی کا مرض بھی ایک عام مرض ہے۔ جو درجات کے فرق کے ساتھ مغرب و مشرق ہر جگہ پایا جاتا ہے۔ البتہ مغرب میں بیٹری سے چلنے والے عورتوں اور مردوں کے مصنوعی مخصوص جنسی اعضاء جس طرح بازاروں میں عام طور پر دستیاب ہیں۔ جس سے مردوں اور عورتوں دونوں کو خود لذتی کی کھلی سہولت میسر ہے۔ مشرق اور تیسری دنیا کے ممالک ابھی اس معاملے میں پیچھے ہیں۔

جنسی اباحیت۔ آچاریہ رجنیش کے خیالات

جنسی اباحت Sexual Permissiveness پر گفتگو تشنہ رہے گی اگر عالمی شہرت یافتہ ہندوستان کے فلسفی اور ہندو مذہبی رہنما آچاریہ رجنیش کے خیالات سے تعرض نہ کیا جائے۔ جناب رجنیش کو ان کے معتقدین 'بھگوان' رجنیش کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ لیکن ہم نے ان کے نام کے ساتھ 'آچاریہ' لکھنا ہی مناسب خیال کیا۔ جناب رجنیش عالمی شہرت یافتہ ہندو فلسفی ہیں۔ مختلف و متنوع موضوعات و مسائل پر ان کی تقریباً پانچ سو سے زیادہ تصنیفات ہیں جو زیادہ تر ان کے لکچرس کا مجموعہ ہیں۔ اپنی مختلف کتابوں میں جا بجا آچاریہ رجنیش نے جنس (Sex) کے موضوع پر اظہار خیال کیا ہے۔ جناب ما امرت چنمایو (Ma Amrit Chinmayo) نے جو شاید 'آچاریہ' کی کوئی معتقد ہی ہوں گی، اس موضوع پر موصوف کے بکھرے ہوئے خیالات کو ایک مختصر کتاب کی صورت میں جمع کر دیا ہے۔ یہ گویا جنس (Sex) کے موضوع پر آچاریہ شری رجنیش کے اقوال کا ایک مجموعہ ہے۔ کوریا سے چھپا اور امریکہ سے شائع شدہ انتہائی حسین و جمیل

---

[۱] حوالہ مذکور ص ۴۹، ۱۵۰۔ نیز ملاحظہ ہو: ڈاکٹر کیول دھیر: سیکس تکنیک، ۴۰ شمع بک ڈپو۔ نئی دہلی۔ مطبوعہ روبی پرنٹنگ پریس، دہلی نیز

اور دیدہ زیب اور جاذب نظر یہی مجموعہ اس وقت ہمارے پیش نظر ہے[1]

آچاریہ رجنیش کا کام کافی پھیلا ہوا ہے اور سینکڑوں موضوعات پر ان کی تصنیفات ہیں۔ لیکن ان کی خاص شہرت آزاد جنس Free Sex کے ایک بڑے حامی اور وکیل کی ہے۔ جس کا عملی مظاہرہ ان کے معتقدین اور پیروکاروں کی عملی زندگی سے بھی ہوتا ہے۔ ایک وقت تھا۔ جب کہ دنیا بھر سے آئے ہوئے ان کے چیلوں اور مریدوں کی جنسی بدمستیوں کو ہندوستان کے شہر پونے، کو سہنا مشکل ہو گیا۔ اور انتہائی پراسرار طریقے پر انھیں اپنے منتخب ساتھیوں کی جماعت کے ساتھ اپنے آشرم کو خیرباد کہہ کر نئی دنیا امریکہ میں پناہ لینی پڑی۔ لیکن جنسی اباحیت کا مرکز امریکہ بھی ان کے آزادانہ جنسی خیالات کی تاب نہ لا سکا۔ اور انھیں وہاں سے بھی تھوڑے ہی دنوں کے بعد اپنا رخت سفر باندھنے کے لئے مجبور ہونا پڑا۔ اس کے بعد انھوں نے یونان میں پڑاؤ ڈالنا چاہا۔ لیکن اس نے بھی خاص طور پر موصوف کے انہی خیالات کی بنا پر معذرت کر لی۔ اور بالآخر وہ گھوم پھر کر پھر ہندوستان پہنچے اور اس وقت جب کہ یہ سطریں لکھی جا رہی تھیں وہ پونا کے اپنے پرانے آشرم رجنیش دھم (Rajneeshdham) کو دوبارہ آباد کر چکے تھے اور اپنے مشن میں مصروف تھے۔ جناب رجنیش ایک موقع پر اپنے آزاد جنس کے قائل ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:

"میں کہتا ہوں محبت کی آزادی اور ہندوستانی ذہن سمجھتا ہے جنسی آزادی۔ یہ ہندوستانی ذہن کا روگ ہے .... میں نے کبھی جنسی آزادی کی بات نہیں کہی۔ لیکن سارے ہندوستانی اخبار مجھ پر آزادی کا نظریہ تھوپتے ہیں۔ وہ اپنی بات میرے منھ میں ڈالتے ہیں۔"[2] الخ لیکن ہمارے پیش نظر موصوف کے جنسی خیالات پر مشتمل اقوال کا جو مجموعہ

---

[1] Sex, quotations from Bhagwan Shree Rajneesh, compiled and Edited by Ma Amrit Chinmayo (Pat Lear). Published by: Lear Enterprises, California. Printed in Korea, 1981.

[2] تتر سوت حصہ ششم بحوالہ رجنیش ٹائمس (ہندی) پونہ ۲۵ رجون ۱۹۸۶ء۔

Sex کے نام سے ہے، اس کی رو سے ان کا یہ انکار بالکل بے معنی ٹھہرتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اگر اس کے محلات کے مضمرات کو پوری طرح کھول دیا جائے تو اس سے جنسی آزادی ہی نہیں بلکہ جنسی انارکی کا وہ فلسفہ ابھرتا ہے جس کے مقابلے میں مغرب کا مروجہ جنسی اباحیت (Sexual Permissiveness) کا تصور بھی بالکل دھندھلا اور پھیکا دکھائی دیتا ہے۔

ا۔ اس سلسلے میں پہلی چیز جو قابلِ توجہ ہے وہ یہ کہ آچاریہ نے 'جنس' کو روحانیت کے ساتھ جوڑا ہے۔ زیر نظر مجموعہ کے مرتب کے نزدیک آچاریہ رجنیش کا پیغام محبت (Love) اور عبادت (Prayer) ہے۔ جس کا پہلا زینہ جنس (Sex) ہے۔ اس کی ترتیب یوں ہے کہ پہلے جنس، تب محبت اور تب عبادت (First Sex .... then Love .. and then Prayer) [1] دوسرے موقع پر وہ خود کہتے ہیں کہ آدمی کو ایک نہ ایک دن جنس Sex. سے پرے ضرور جانا ہے۔ لیکن اس سے پرے جانے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی اس کے درمیان سے ہو کر گزرے.....——————— ————— .....پس معلوم ہوا کہ اس سے ہو کر گزرنا اس سے پرے جانے ہی کا ایک حصہ ہے۔ (One has to go beyond sex one day, but the way beyond goes through it..... So going through it is Part of going beyond) [2]

شاید یہ اسی کا نتیجہ ہے جو ایک دوسری جگہ وہ جنس کو بجائے خود مقصود قرار دیتے ہیں (Sex is an end itself) [3]

معلوم ہے کہ انسان کی فطرت میں عبادت و روحانیت کا داعیہ کتنا قوی اور مضبوط ہے۔ نئی تہذیب اپنی سیکڑوں سال کی محنت سے کمیونزم و سوشلزم جیسے

---

[1] سینس محولہ بالا، تعارفی کلمات۔

[2] حوالہ سابق، ص ۸۰۔ [3] حوالہ مذکور، ص ۸۷۔

جارحانہ نظریات کی سرپرستی کے باوجود انسان کے ذہن و دماغ سے مذہبیت و روحانیت کا خاتمہ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ جناب رجنیش کے جنسی فلسفہ کا یہ اہم ترین نکتہ ہے کہ انھوں نے جنس کو روحانیت کے ساتھ جوڑ کر طبیعتوں میں اس کے لئے ایسا شدید تقاضا اور داعیہ پیدا کیا ہے کہ آدمی اس میں جس قدر بھی آگے بڑھتا جائے اس کی تشنگی اور پیاس میں کوئی کمی نہ ہو۔

۲۔ اپنے تنتر Tantra کے فلسفہ کے ذریعہ اس نکتہ کی مزید وضاحت کے ساتھ وہ آدمی کے لئے جنس میں زیادہ سے زیادہ پڑنے کے لئے قوی ترین محرک بھی فراہم کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ اگر تم اپنی جنسی حرکت (Sexuality) میں ذہانت کی روشنی (hight of intelligence) لاسکو تو یہ چیز اسے یکسر تبدیل کر کے رکھ دے گی۔ پھر یہ ہرگز ہرگز جنسی حرکت (Sexuality) نہیں رہے گی بلکہ یہ ایک بالکلیہ مختلف چیز ہو جائے گی۔۔۔۔ جب جنس میں ذہانت کی آمیزش ہو جاتی ہے اور وہ اس کے شانہ بشانہ چلنے لگتی ہے تو اس سے ایک بالکل نئی طاقت وجود میں آتی ہے، اسی کا نام تنتر (tantra) ہے [۱]۔ حقیقی تنتر، محبت کا دوسرا نام ہے۔ یہ عبادت ہے۔ اس کا تعلق انسان کے سر سے نہیں ہے۔ بلکہ اس سے دل کو راحت نصیب ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔ اس کے ذریعہ آدمی آخری حقیقت (ultimate nature) کے ساتھ ضم ہو جاتا ہے۔ عورت گم ہو جاتی ہے اور وہ آخری حقیقت (ultimate) کے لئے دروازے کا کام

---

[۱] حوالہ سابق، ص ۔ تنتر Tantra ہندو فلسفے اور ہندو روایت کی ایک بہت ہی مشکل اور پیچیدہ اصطلاح اس فن کے تقریباً سو ماہرین کے مطابق اس کی تعریف کی گئی ہے: "ریاضت و مجاہدے (سادھنا) کی وہ خالص ترین صورت جس کے ذریعہ کسی شخص کا ہستی اعلیٰ سے براہ راست تعلق قائم ہوتا ہے۔

Tantra is the Purest form of Sadhna which one establishes direct with the Supreme

دیکھئے: The Times of India, New Delhi, February 3, 1992, رپورٹ بہ عنوان:

Tantar is not magic تنتر جادو نہیں ہے۔

دینے لگتی ہے اور مرد گم ہو جاتا ہے اور وہ آخری حقیقت کے لیے دروازے کا کام دینے لگتا ہے[1] مزید براں: تنتر کے ساتھ مباشرت کا عمل ایک گہرا مراقبہ ہے جس سے طمانیت حاصل ہوتی ہے۔ اس صورت سے مباشرت کا عمل آدمی جتنی بار بھی کرے اس سے قوت ضائع نہیں ہوتی یہی نہیں بلکہ اس سے مزید قوت پیدا ہوتی ہے۔ جنس مقابل کے ساتھ ملنے سے قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔ عام جنسی عمل آدمی جتنی بار چاہے نہیں کر سکتا لیکن تنتر کے ساتھ مباشرت آدمی جتنی بار چاہے کر سکتا ہے[2]۔ تنتر کے ساتھ مجامعت کے عمل میں آدمی گھنٹوں ٹھہر سکتا ہے[3]

'وجودیت' کی مار کھائے ہندو فلسفۂ حیات کے خاص پس منظر میں، جس کی رو سے ہر چیز خدا سے نکلی ہے اور خدا ہی میں مل جانے والی ہے، رجنیش کے اس طرح کے بیانات 'جنس سے پرے'، 'آخری حقیقت' اور 'گہرے مراقبہ' وغیرہ کا سمجھنا آسان نہیں ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ان موہوم حقائق کو پانے کے لیے آدمی جس قدر ہاتھ پیر مارتا ہے جنس کے دلدل میں وہ اسی قدر گہرا دھنستا چلا جاتا ہے۔ لیکن اسے کیا کیا جائے کہ عبادت کا دروازہ اس دلدل کے پار ہی کھلتا ہے۔ آچاریہ رجنیش کی سب سے بڑی کمزوری 'وجودیت' ہے اور وہ اس گمراہ کن فلسفے کا ایک عبرتناک نمونہ ہیں[4]۔

---

[1] حوالہ مذکور، ص ۷۱، ۷۲۔ [2] حوالہ سابق، ص ۷۶۔

[3] حوالہ مذکور، ص ۷۲۔ [4] بھگوان کے سلسلے میں لکھنے والے کی یہ رائے موصوف کی ایک ریکارڈ تقریر کی روشنی میں ہے جسے نئی دہلی کی کتابوں کی آٹھویں عالمی نمائش میں رجنیش آشرم کے بک اسٹال پر، فروری ۱۹۸۸ء کو، اسے سننے کا موقع ملا۔ بھگوان نے ڈھائی ہزار سال پہلے کے بودھ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور دوسرے متعدد مذہبی رہنماؤں کو خدا کا اوتار بتاتے ہوئے خود کو بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی قرار دیا۔ تقریر کا پورا زور اس پر تھا کہ کوئی شے فانی نہیں ہے۔ بلکہ ہر چیز انجام کار آخری حقیقت میں مل جانے والی ہے۔ سمندر کا پانی اس کی مثال ہے۔ زمین کے کونے کونے سے وہ اس میں آکر اکٹھا ہوتا ہے۔ پھر اس سے بھاپ بن کر اڑتا ہے اور دنیا کے چپے چپے پر (بقیہ صفحۂ آئندہ)

۴۔ مزید براں رجنیش کی ساری گفتگو جنس کی عظمت اور اس کی تقدیس کے گرد گھومتی ہے۔ لیکن اس کا اظہار کس طریقے سے ہو۔ شادی کی ضرورت اور اس کی پابندی ہے یا نہیں۔ آچاریہ رجنیش کو اس سے کوئی خاص دلچسپی نہیں۔ البتہ وہ شادی کے ادارے پر مسلسل حملے کرتے اور اسے فضول اور غیر ضروری قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:۔ "وہ شادی غیر اخلاقی ہے جو محبت کی بنیاد پر نہیں ہوئی ہے۔ اس عورت سے بچہ پیدا کرنا ظلم ہے۔ اس مرد سے تعلق رکھنا ظلم ہے جس سے محبت نہ ہو"[۱] دوسرے موقع پر وہ صاف طور پر خاندان کے ادارہ پر تنقید کرتے ہیں، "خاندان کو لاکھوں بیماریوں کا سبب قرار دیتے ہوئے ایک مثالی کمیون (Commune) کا تصور پیش کرتے ہیں جس میں خاندان نہیں ہوں گے۔ جس سے انھیں کے لفظوں میں، واضح طور پر یہ بات نکلتی ہے کہ شادی بیاہ نہیں ہوگا، مثالی کمیون میں اشتراک ہوگا، آزاد روحوں کا ملن ہوگا، ہمیں اپنے پرانے خیالات چھوڑ دینے چاہئیں..... میرا بچہ میرے خون سے پیدا ہو، یہ بالکل بیوقوفی ہے۔ میرے خون میں اور تمہارے خون میں فرق کیا ہے؟ نئے ذہن کو چاہئے کہ وہ بچے کے لئے صحیح بیج کا انتخاب کرے۔ پھر وہ کہاں سے آتا ہے اس کا کوئی سوال نہیں؟ جہاں تک مباشرت کرنے کا سوال ہے تم کسی بھی من چاہی عورت سے کر سکتے ہو۔"[۲] الغرض اس کے ساتھ ہی وہ جنس کے معاملے میں کسی قسم کے فرائض منصبی، کوئی ذمہ داری اور کسی قسم کی پابندی کا انکار کرتے ہیں۔ No obligation, no duty, no commitment through it[۳] یک زوجگی کے اصول پر عمل پیرا دنیا بھر کے سماجوں کا وہ مذاق اڑاتے ہیں۔[۴]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) برستا ہے۔ اور کسی نہ ٹوٹنے والے تسلسل کے ساتھ یہ پکر ہر بار اس طرح چلتا رہتا ہے۔

[۱] تنتر سوت حصہ ششم بحوالہ رجنیش ٹائمس (ہندی) پونہ ۲۵ جون ۱۹۸۶ء

[۲] دی گولڈن فیوچر بحوالہ رجنیش ٹائمس (ہندی) ۱۱ نومبر ۱۹۸۶ء

[۳] بحوالہ سابق ص ۶۲۔

شادی کے ادارے کا یہ مذاق اور اس پر یہ تنقید اگر بے قید جنسی زندگی کے لئے مہمیز نہیں تو اور کیا ہے؟

۴۔ لیکن ان تکلفات کی بھی چنداں ضرورت نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آچاریہ رجنیش آزاد جنس کے بہت بڑے مبلغ ہیں۔ وہ جا بجا اور بار بار بے قید جنسی زندگی کے لئے اصرار کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک موقع پر کہتے ہیں کہ جنس کے اظہار کے مختلف طریقے ہیں۔ صنف مقابل کے ساتھ جنسی عمل (heterosexual) مرد، عورت دونوں کے تئیں یکساں جنسی میلان (bisexual) ایک کا ایک کے ساتھ صنفی عمل یا گروپ کی صورت میں (one to one or in a group) فرماتے ہیں کہ آدمی ان میں سے اپنے لئے کسی بھی طریقے کا انتخاب کرسکتا ہے۔[1] صنف مقابل کے ساتھ جنسی عمل (heterosexuality) کے ساتھ ہم جنس پرستی (homosexuality) میں بھی کوئی قباحت نہیں ہے۔[2] ان کے بقول مرد اور عورت دونوں کے لئے مجامعت کا سب سے بڑھ کر قوت کا زمانہ اٹھارہ سال کی عمر کا ہوتا ہے۔ لیکن یہ عجیب تماشہ ہے کہ یونیورسٹیوں اور کالجوں میں لڑکوں اور لڑکیوں کو الگ الگ دائروں میں رکھا جاتا ہے۔ اور پولیس، مجسٹریٹ، وائس چانسلر، پرنسپل اور ہیڈ ماسٹر انھیں آزادانہ ملاپ سے باز رکھتے ہیں۔[3]

اسی سلسلے میں وہ دوسری باتیں بھی کہتے ہیں جو بے قید و بے مہار جنسی اباحیت پر منتج ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر ایک بات وہ یہ کہتے ہیں کہ مباشرت کے عمل سے عورت کی طاقت میں کوئی کمی نہیں آتی۔ بلکہ اسے مرد سے طاقت ملتی ہے۔ چنانچہ ایک عورت ایک رات میں بیس سے لے کر تیس تک جنسی عمل کرا سکتی ہے۔ لیکن ایک مرد ایسا نہیں کر سکتا۔[4] دوسری جگہ وہ اس کی وضاحت ہیں کہ ایک مرد ایک عورت کی جنسی تسکین کا سامان فراہم نہیں کرسکتا اس لئے کہ عورت تسلسل کے ساتھ متعدد بار مجامعت کا عمل کرا سکتی ہے۔ مرد ایسا نہیں

---

[1] حوالۂ مذکور، ص ۴۹۔ [2] حوالہ سابق، ص ۵۰۔

[3] حوالۂ مذکور، ص ۵۶۔ [4] حوالہ سابق، ص ۲۶۔

کر سکتا۔ ایک عورت ایک تسلسل میں کم سے کم مجامعت کے تین عمل کرا سکتی ہے۔ لیکن مرد صرف ایک بار کر سکتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ مرد کی ایک بار کی مجامعت کے بعد عورت ابھر جاتی ہے اور مزید متعدد مجامعتوں کے لئے تیار ہو جاتی ہے......... اُسے فوراً ہی دوسرے مَرد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس مشکل کا ایک ہی حل ہے۔ اجتماعی جنسی عمل group Sex لیکن افسوس ہے کہ گروپ سکس ممنوع taboo ہے۔[۱]

رجنیش کے فلسفہ سے رجنیش کے ان بیانات کا جو تضاد ہے وہ اپنی جگہ، سوال یہ ہے کہ کیا بے قید و بے مہار جنسی آزادی بلکہ جنسی انارکی کے لئے اس کے بعد بھی کسی دوسری چیز کی ضرورت ہے؟ یہی نہیں بلکہ اس سے توجبری اباحیت کے نظریہ کی تائید ہوتی ہے۔ جب ایک مرد کی مجامعت سے عورت ابھر گئی اور مزید مجامعتوں کی محتاج ہو گئی اور وہ مرد بیکار ہو گیا تو اگر دوسرے دس بیس مرد مل کر اس کی احتیاج کو رفع کر دیں تو آچاریہ رجنیش کی طرف سے یقیناً وہ شکریہ کے ہی مستحق ہوں گے۔

ضروری تو نہیں ہے کہ آدمی کا عمل اس کے قول کے مطابق ہو لیکن بڑے لوگوں کے بارے میں عام طور پر توقع کی جاتی ہے کہ ان کے قول و عمل میں تضاد نہیں ہوگا۔ آچاریہ رجنیش کا یہ پہلو بھی کمزور نہیں ہے۔ اپنے ایک انٹرویو میں وہ خود اعتراف کرتے ہیں کہ جنس کے معاملہ میں میں پاکباز نہیں ہوں۔ آپ میری داڑھی دیکھ سکتے ہیں۔ یہ بہت جلد سفید ہو گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے بہت سرگرم جنسی زندگی گزاری ہے۔ میں نے ۵۰ سال کے اندر تقریباً ۲۰۰ سال کو نچوڑا ہے۔

I have compressed in 50 years almost 200 years [۲]

---

[۱] حوالہ مذکور، ص ۹۲۔ [۲] السٹریٹڈ ویکلی آف انڈیا، ۲۹ ستمبر ۱۹۸۵ء بحوالہ ماہنامہ الرسالہ، نئی دہلی، مئی ۱۹۸۶ء۔ افسوس کہ یہ آوارہ فلسفی اسباب زیست کی تمام تر فراوانی کے باوجود شاید طبعی اسباب میں اپنی جنسی بے اعتدالیوں کی تاب نہ لا کر ۱۹ جنوری ۱۹۹۰ء کو کل اٹھاون برس کی عمر میں اس دنیا سے چل بسا۔ ڈاکٹروں کے بقول اس کو رباطن کی موت "ایڈس" (بقیہ صفحہ آئندہ)

ہے ہے دورِ جدید کی بے قید و بے مہار جنسی اباحیت جو پوری مہذب دنیا میں اپنے پر پرزے پھیلائے ہوئے اور مشرق و مغرب ہر ایک کو یکساں طور پر اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہے۔ آج کی دنیا کا یہی سب سے بڑا فتنہ ہے۔ اور اسی کی اصلاح پر آج بہت بڑی حد تک اس کی اصلاح کا دار و مدار ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کے سبب سے ہوئی ہے۔ ماہنامہ خاتون مشرق دہلی۔ مئی ۱۹۹۰ء،
ڈاکٹر محمد شکیل اختر ترک پوری

باب دوم

اسلام کا نظریۂ جنس

جنسی انحراف اور جنسی انارکی کی کے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں روشنی کی ایک کرن صرف اسلام ہے۔ جو انسانی زندگی کے دوسرے تمام مسائل کی طرح اس کے مسئلہ جنس Sex, کو سب سے زیادہ موزوں اور متوازن طریقے پر حل کرتا ہے۔ اس کو اختیار کر کے انسان اپنی آخرت کو تو سنوارتا اور دوسری دنیا کی کامیابیوں اور کامرانیوں سے تو اپنے کو ہمکنار کرتا ہی ہے، اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کو صحیح رخ پر لگا کر دنیا کی اس زندگی میں بھی اس کو اپنی صلاح و فلاح کی ضمانت نصیب ہوتی ہے۔ آزاد روی اور بندش سے گریز انسان کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ عیش و عشرت کے اسباب اور لذتوں سے بھری ہوئی اس دنیا میں جنس (Sex.) اس کی سب سے بڑی لذت ہے۔ اس لذت کے حصول میں انسان کی اس کمزوری کا مظاہرہ ہمیشہ سے اور سب سے زیادہ ہوتا رہا ہے۔ لیکن موجودہ دور میں انسان جنسی انارکی کی جن خطرناک حدوں کو چھو رہا ہے گزشتہ ادوار میں شاید اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ پچھلے صفحات میں آپ اس کی ایک جھلک دیکھ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے روئے زمین پر قدم رکھنے کے ساتھ پہلے دن سے جملہ معاملاتِ زندگی میں اس کی رہنمائی کا جو سامان کیا ہے، آخری پیغمبر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ یہ رہنمائی اپنے نقطۂ کمال کو پہنچ گئی ہے۔ قیامت تک کے لیئے انسان کی اس ضرورت کی تکمیل کا سامان اس کے اندر بھرپور طریقے پر موجود ہے۔ مسئلہ جنس کے حل میں اسلامی تعلیمات میں جو توازن و اعتدال اور باریک بینی اور جزرسی پائی جاتی ہے، اس سے ہمارے اس دعوے کی تصدیق

ہوتی ہے۔ آئندہ سطور میں اسلام کی انہی تعلیمات کی تفصیل پیشِ نظر ہے۔ جنس Sex. کے انتہائی نازک اور حساس مسئلہ کو اسلام نے جس مہارت سے حل کیا ہے اور اس کے ایک ایک پہلو کو اس نے جس طرح نکھار کر پیش کیا ہے، اس سے ہمارے دعوٰی کی تصدیق ہی نہیں ہوتی، ہمارے ایمان میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

اسلام مسئلہ جنس کو جس خوبصورتی سے حل کرتا اور اس سلسلے میں وہ جو خاص امتیازی تصور رکھتا ہے۔ موٹے طور پر ہم اسے تین بڑے عنوانوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ (۱) اہمیت جنس۔ (۲) تحدید جنس اور (۳) تقدیس جنس۔

اہمیت جنس

مسئلہ جنس کے سلسلے میں اسلام کا پہلا امتیاز یہ ہے کہ انسانی زندگی میں وہ اس کی ضرورت کو پوری طرح تسلیم کرتا اور اسے قرار واقعی اہمیت دیتا ہے۔ مسیحیت Christianity. اور اسی طرح دوسرے بگڑے ہوئے مذاہب کی طرح وہ بذاتِ خود جنسی عمل کو کوئی گناہ کا عمل sinful. اور حیوانی خواہش animal lust کا مظہر قرار نہیں دیتا۔[۱] اسلام کے نقطہ نظر سے انسان دنیا میں اللہ تعالیٰ کی سب سے شاہکار مخلوق ہے۔ اسی طرح اس کے اندر جو قوتیں اور صلاحیتیں ہیں اور اس کے جو داعیات اور مطالبات ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ودیعت کردہ اور اس کی فطرت کے عین مطابق ہیں۔

---

[۱] پانچویں صدی عیسوی کے مشہور مسیحی عالم اور مبلغ سینٹ اگسٹائن St. Augustine, کے جنس کے سلسلے میں خیالات جو اس سلسلے میں یورپ میں چرچ کی سوچ پر ہزار سال تک چھائے رہے۔ اس کی تفصیل کتاب میں آگے "اسلام میں نکاح کے مقاصد" کی بحث میں آتی ہے۔ ابھی تازہ تازہ مسیحیوں کے روحانی مرکز ویٹیکن کی جانب سے اپنے امیدوار راہبوں اور راہباؤں کو تلقین کی گئی ہے کہ کلیسائی زندگی کے لیے جنسی خواہشات کو کچلنا ضروری ہے۔ اس کی تفصیل بھی آگے اسی موقع پر آتی ہے۔ یہ الگ ہے کہ مسیحی کلیسا ان بلند بانگ دعووں کے برعکس بہت نیچے اتر کر خلاف فطرت جنسی حرکتوں میں ملوث ہے۔ کلیسائی راہبوں کی ایک بڑی تعداد جنسی کج روی میں مبتلا ہے۔ اور نو عمر لڑکوں کو اپنی شہوت کا نشانہ بنائے ہوئے ہے۔ پچھلے باب میں "اہم جنس پرستی" کے زیر عنوان اس کی تفصیلات دیکھی جا سکتی ہے۔

جنس Sex. بھی انسانی وجود کی ایک بڑی قوت اور صلاحیت جو انسان کی دوسری تمام قوتوں اور صلاحیتوں کی طرح اللہ تعالیٰ ہی کی ودیعت کردہ ہے اور اس نسبت سے اس کے اندر کوئی برائی نہیں ہے۔ اسلام کے دستور اساسی قرآن کے نزدیک جنس sex. کی کیا اہمیت ہے اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ دنیا کی لذتوں کے بیان میں وہ سرفہرست 'عورت' کو قرار دیتا ہے۔ جب کہ اسی صنف مقابل سے مل کر انسان کی اسی قوت اور اس کے داعیے کا اظہار ہوتا ہے۔

زین للناس حب الشھوٰت	لوگوں کے لئے دنیوی لذتوں کی محبت
من النساء والبنین الآیۃ	آراستہ کردی گئی ہے، یہ ہے عورتیں اور بیٹے۔ الخ

(آل عمران: ۱۴)[۱]

اللہ تعالیٰ نے ابوالبشر آدمؑ کو پیدا کیا تو ان کے ساتھ ہی ان کے جوڑے کو بھی پیدا کیا۔ مرد اور عورت کے اسی ملاپ اور ان کی جنسی قوت کے اظہار سے نسل انسانی کی بقا کا سامان ہوا۔

یٰایھا الناس اتقوا ربکم	اے لوگو ڈرو اپنے رب سے جس نے تم کو
الذی خلقکم من نفس	ایک جان (آدم) سے پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس
واحدۃ وخلق منھا زوجھا	کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں کے ذریعہ بہت سارے
وبث منھما رجالا کثیرا و	مردوں اور عورتوں کو پھیلا دیا۔
نساء	

(النساء: ۱)

حضرت آدمؑ کے لئے انواع و اقسام کی نعمتوں اور لذتوں سے بھری جنت بے کیف و بے رنگ رہی تا آنکہ اس میں انھیں اپنی صنف مقابل کی معیت نصیب نہ ہوئی:

---

[۱] 'انما الاعمال بالنیات' کی مشہور ترین حدیث نبوی جس سے امام بخاری نے اپنی صحیح کا آغاز کیا ہے، اس میں بھی ہجرت کے دنیاوی محرکات میں، اس کی چیزوں میں پہلے نمبر پر عورت کو رکھا گیا ہے: فمن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا اوالی امرأۃ ینکحھا الخ۔ بخاری جلد ا، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ الخ۔ اصح المطابع۔ دہلی۔

۱۔ وقلنا یآدم اسکن انت وزوجک الجنۃ وکلا منھا رغدًا حیث شئتما (البقرۃ: ۳۵)

۱۔ اور ہم نے کہا اے آدمؑ تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور اس سے مزے سے کھاؤ جیسے چاہو۔

۲۔ ویآدم اسکن انت وزوجک الجنۃ فکلا من حیث شئتما (اعراف: ۱۹)

۲۔ اور اے آدمؑ تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور تمہارا جہاں سے جی چاہے کھاؤ۔

دنیا کے اندر بندۂ مومن جو دینی زندگی اختیار کرتا ہے اور جس کے لئے وہ ہر طرح کی مشقتیں برداشت کرتا ہے۔ اس کا محرک ایک جملے میں یہ ہے کہ وہ آخرت میں دکھ بھری زندگی سے بچ کر جنت کی راحت بھری زندگی کا مستحق قرار پائے۔ جنت کی ان راحتوں و نعمتوں کی تکمیل اسی صورت میں ہوگی کہ اہل ایمان بندوں کو دوسری لذتوں اور آسائشوں کے ساتھ من پسند بیویوں کی معیت نصیب ہوگی۔

۱۔ ولھم فیھا ازواج مطھرۃ وھم فیھا خلدون۔ (البقرۃ: ۲۵)

اور اہل ایمان کے لئے جنت میں پاک صاف بیویاں ہوں گی اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

۲۔ وازواج مطھرۃ ورضوان من اللہ واللہ بصیر بالعباد ۝ (آل عمران: ۱۵)

اور (متقی بندوں کے لئے جنت میں) پاک صاف بیویاں ہوں گی اور ان کے لئے اللہ کی خوشنودی ہوگی اور اللہ بندوں کو اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔

۳۔ لھم فیھا ازواج مطھرۃ وندخلھم ظلا ظلیلا ۝ (النساء: ۵۷)

ایمان والوں کے لئے جنت میں پاک صاف بیویاں ہوں گی اور ہم انھیں گھنی چھاؤں میں ٹھہرائیں گے۔

۴۔ ادخلوا الجنۃ انتم وازواجکم تحبرون ۝ (زخرف: ۷۰)

تم اور تمہاری بیویاں جنت میں ٹھہرو۔ تمہاری عزت افزائی کے بڑے سامان ہیں۔

۵۔ ھم وازواجھم فی ظلل

جنت والے اور ان کی بیویاں چھاؤں میں،

علی الارائك متكئون ○ (یٰسٓ ۵۶)	مسہریوں پر ٹیک لگائے ہوں گے ۔

اور جنت میں ملنے والی ان بیویوں اور حوروں کے بیان کو بھی سادہ نہیں رکھا گیا۔ بلکہ ان کے حسن و جمال کی تفصیل کی گئی اور پوری جزرسی سے ان کا احاطہ کیا گیا ۔

۱۔ وعندهم قاصرات الطرف عين ○ كانهن بيض مكنون ○ (صافات: ۴۸، ۴۹)	خدا کے مخلص بندوں کے پاس (جنت میں اپنے شوہروں پر) نگاہیں مرکوز رکھنے والی بڑی آنکھوں والی (حوریں) ہوں گی۔ جیسے کہ وہ (شترمرغ کے) چھپائے ہوئے انڈے ہوں ۔
۲۔ كذلك وزوجناهم بحور عين (دخان: ۵۴)	یہ تو ہو گا ہی۔ اور ہم متقی بندوں کو (جنت میں) بڑی آنکھوں والی حوروں سے شادی کرائیں گے ۔
۳۔ متكئين على سرر مصفوفة وزوجناهم بحور عين ○ (طور: ۲۰)	(متقی بندے جنت میں) قطار بند تختوں پر ٹیک لگائے ہوں گے ۔ اور ہم ان کی بڑی آنکھوں والی حوروں سے شادی کرائیں گے ۔
۴۔ فيهن قاصرات الطرف لم يطمثهن انس قبلهم ولا جان ○ ..... كانهن الياقوت والمرجان ○ (رحمٰن: ۵۶، ۵۸)	ان جنتوں میں (شوہروں پر) نگاہیں مرکوز رکھنے والی بیویاں ہوں گی جنھیں ان سے پہلے کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہو گا نہ کسی جن نے ..... وہ (اپنے حسن کی تابانی میں) لعل و گوہر کے مانند ہوں گی ۔
۵۔ فيهن خيرات حسان ...... حور مقصورات فی الخيام ○ ...... لم يطمثهن انس قبلهم ولا جان ○ (رحمٰن: ۷۰، ۷۲، ۷۴)	ان جنتوں میں چھٹی ہوئی حسینائیں ہوں گی .... حوریں جو خیموں میں ٹھہرائی ہوں گی ...... انھیں اپنے شوہروں سے پہلے کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہو گا نہ کسی جن نے ۔
۶۔ وحور عين كامثال اللؤلؤ المكنون ○ (واقعہ: ۲۲)	(جنت میں اس کے باسیوں کے لئے) بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی۔ جیسے کہ وہ چھپائی ہوئی

آگے انہی حوروں کی تعریف میں مزید فرمایا:

۷۔ انا انشأناهن انشاء ٥ فجعلناهن ابكارا ٥ عربا اترابا ٥ (واقعہ: ۳۵-۳۷)

ہم نے ان کی اٹھان کا بہترین سامان کیا۔ تو ہم نے انھیں بنایا کنواریاں، اپنے شوہروں کے دل کو موہنے والی اور ان کی ہم عمر۔

سورۂ نبا کے آخر میں اللہ کے نیک بندوں کو آخرت میں ملنے والے اجر و انعام کی تفصیل بھی اس کے بغیر مکمل نہ ہوئی:

۸۔ وكواعب اترابا ٥ (نبا: ۳۳)

(متقی بندوں کے لیے جنت میں) ابھرے سینوں والی شوہروں کی ہم عمر بیویاں ہوں گی۔

یہاں تک کہ ایک موقع پر قرآن جنت میں ملنے والی ان حوروں کو روزی اور غذا (رزق) سے تعبیر کرتا ہے۔ روزی اور غذا کی انسان کے لیے جو اہمیت ہے معلوم ہے کہ اس کے بغیر زندگی کا تصور محال ہے۔ دنیا میں انسان کو جو نعمتیں بھی میسر ہیں وہ دراصل آخرت کی ابدی نعمتوں کا معمولی پرتو ہیں۔ جنت کی حوریں انسان کی روزی ہیں تو دنیوی حوروں، بیویوں، کو بھی یہی درجہ اور مقام حاصل ہونا چاہیے:

وعندهم قاصرات الطرف اتراب ٥ هذا ما توعدون ليوم الحساب ٥ ان هذا لرزقنا ما له من نفاد ٥ (ص: ۵۲-۵۴)

متقی لوگوں کے پاس (جنت میں اپنے شوہروں پر نگاہیں مرکوز رکھنے والی ان کی ہم عمر بیویاں ہونگی۔ یہ وہ چیز ہے جس کا تم سے بدلہ کے دن کے لیے وعدہ کیا جارہا تھا۔ (جنتی پکار اٹھیں گے) بے شک یہ ہماری "روزی" ہے جو کبھی ختم نہ ہوگی۔

انسان کے اندر جو جنسی داعیہ ودیعت ہے اس کے اثر سے مرد کو عورت کے حسن و جمال اور اس کی خوبصورتی سے بھی ایک طرح کی جنسی تسکین حاصل ہوتی ہے۔ اسلام اس جذبے کی بھی تصدیق کرتا اور اس کی تائید کرتا ہے۔ آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی برگزیدہ انسان پیدا نہیں ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے بالمقابل جو بہت سی خصوصیات حاصل تھیں۔ اس میں ایک چیز یہ بھی تھی کہ آپ کے لیے بیک وقت نو بیویوں کی اجازت

بحال رکھ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس خصوصیت کی اسی حد کو آخری حد قرار دیتے ہوئے، قرآن آپ کے اندر اس جذبے کی موجودگی کا اعتراف کرتا ہے۔

لا یحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل بھن من ازواج ولو اعجبک حسنھن (احزاب: ۵۲)

تمہارے لئے اس کے بعد مزید عورتیں حلال نہیں رہیں۔ نہ یہ حلال ہے کہ تم ان کے بدلے دوسرے بیویاں کرسکو چاہے ان کا حسن وجمال تمہاری نگاہوں میں کتنا ہی کیوں نہ کھبے۔

دوسرے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے سلسلے میں صراحت فرمائی:

حبب الی من الدنیا النساء والطیب[۵۱]

دنیا کی چیزوں میں سے مجھے بہت زیادہ مرغوب ہیں، عورتیں اور خوشبو۔

امام احمدؒ کی کتاب "الزہد" میں اس پر اضافہ ہے:

اصبر عن الطعام والشراب، ولا اصبر عنھن[۵۲]

کھانے اور پانی کے بغیر تو میں رہ سکتا ہوں مگر عورتوں کے بغیر میں نہیں رہ سکتا۔

ایک اور حدیث میں آپؐ نے عورت کو دنیا کی سب سے قیمتی متاع قرار دیا:

الدنیا متاع وخیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ[۵۳]

دنیا تمام تر برتنے کی چیز ہے۔ لیکن اس کی سب سے عمدہ اور بہتر برتنے کی چیز نیک عورت ہے۔

---

[۵۱] نسائی جلد ۲ کتاب عشرۃ النساء، باب حب النساء۔ مسند احمد: ۳/ ۱۲۸، ۱۹۹ اور ۲۸۵۔ وسندہ حسن و صححہ الحاکم۔ زاد المعاد فی ھدی خیر العباد: ۴/ ۲۵۰۔ موسسۃ الرسالہ، بیروت، طبع ثامنہ ۱۴۰۵ھ۔ نیز المغنی للعراقی مع احیاء علوم الدین للغزالیؒ: ۲/ ۳۰۔ مکتبہ تجاریہ کبریٰ مصر۔

[۵۲] زاد المعاد: ۴/ ۲۵۰ بحولہ بالا۔ نیز: ابن قیم الجوزیہ: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی/ ۱۴۸۔ دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت۔

[۵۳] صحیح مسلم جلد ۲۔ کتاب الرضاع، باب خیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحہ۔ نیز ابن ماجہ ابواب النکاح، باب افضل النساء۔ نسائی جلد ۲۔ کتاب النکاح، باب المرأۃ الصالحۃ۔

ہم نہیں سمجھتے کہ انسانی زندگی میں جنس Sex کی ضرورت اور اہمیت کے سلسلے میں اس سے آگے بھی مزید کچھ کہا جا سکتا ہے۔

تحدید جنس

اسلام انسانی زندگی میں جنس کی ضرورت اور اہمیت کو پوری طرح تسلیم کرتا ہے۔ لیکن اس کے اظہار کے لئے وہ آدمی کو آزاد نہیں چھوڑتا کہ وہ جہاں اور جس طرح چاہے اپنی اس فطری خواہش کو پورا کرے بلکہ وہ اس کے لئے رشتۂ ازدواج کا سخت حصار کھینچتا ہے۔ انسان اپنی جنسی ضرورت کو اپنی بیوی ہی سے پوری کر سکتا ہے جو جائز اور صحیح طریقے پر اس کے حبالۂ عقد میں آئی ہو۔ اس سے ہٹ کر اگر وہ کوئی قدم باہر رکھتا ہے تو اسلام کے نزدیک یہ سخت ترین جرم ہے جس کے لئے وہ سخت ترین سزائیں تجویز کرتا ہے۔ قرآن فوز و فلاح سے ہمکنار ہونے والے اہل ایمان بندوں کے اوصاف کے بیان میں صراحت کرتا ہے۔

والذین ھم لفروجھم	کامیاب اہل ایمان وہ ہیں جو اپنی شرمگاہوں
حافظون ○ الا علیٰ ازواجھم	کی نگہداشت رکھنے والے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں کے
او ما ملکت ایمانھم فانھم	اور اپنی باندیوں کے۔ تو ان کی نسبت سے) ان پر
غیر ملومین ○ فمن ابتغیٰ	کوئی ملامت نہیں ہے۔ لیکن جو کوئی اس سے آگے
وراء ذلک فاولٓئک ھم	کی خواہش کرے تو یہی لوگ حد کو پھاندنے والے ہیں۔
العادون ○	(المومنون: ۵-۷)

دوسرے موقع پر نمازی بندوں کی امتیازی صفات کی تفصیل میں یہ بات انھیں الفاظ میں کہی گئی۔

والذین ھم لفروجھم	اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی نگہداشت
حافظون ○ الا علیٰ ازواجھم	رکھنے والے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں کے اور اپنی
او ما ملکت ایمانھم فانھم	باندیوں کے۔ تو (ان کی نسبت سے) ان پر کوئی ملامت
غیر ملومین ○ فمن ابتغیٰ	نہیں ہے۔ لیکن جو کوئی اس سے آگے کی خواہش

وراء ذلك فاولئك هم العادون ۝ (معارج: ۲۹، ۳۱) | رکھے تو یہی لوگ حد کو پھاندنے والے ہیں۔

یہی بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں کہی ہے جو ایک طرح سے بدلے ہوئے الفاظ میں انہی آیات کریمہ کے مضمون کا اعادہ ہے۔

احفظ عورتك الا من زوجتك او ما ملكت يمينك۔[۵] | اپنی ستر عورت کی نگہداشت رکھو۔ سوائے اپنی بیوی کے اور اپنی باندی کے کہ ان کی نسبت سے تم کو پوری آزادی ہے)۔

زنا حرام ہے

رشتہ ازدواج سے باہر جنسی خواہش کو پورا کرنا اور اپنی صنفی ضرورت کی تکمیل کا سامان کرنا زناکاری اور بدکاری ہے جو اسلام کے نزدیک حرام اور سخت ترین جرم ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو اس سے اسی سختی کے ساتھ بچنے کی تاکید کرتا ہے۔ قرآن اسے شدید ترین برائی اور بدترین راستہ قرار دیتا ہے:

ولا تقربوا الزنى انه كان فاحشة وساء سبيلا (اسراء: ۳۲) | اور زنا کے پاس بھی نہ جاؤ۔ یہ کھلی ہوئی بے حیائی اور بہت ہی برا راستہ ہے۔

دوسری جگہ رحمٰن کے نیک بندوں کے اوصاف کے بیان میں اسے شرک اور قتل کے برابر کا گناہ قرار دیتے ہوئے فرمایا:

والذين لا يدعون مع الله الها اخر ولا يقتلون النفس التي حرم الله الا | اور رحمٰن کے نیک بندے وہ ہیں جو ایک اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ وہ اس جان کو جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے قتل

---

[۵] ابوداؤد جلد ۲، کتاب الحمام، باب التعری۔ ترمذی جلد ۲، ابواب الاستیذان والادب، باب ما جاء فی حفظ العورۃ۔ قال الترمذی ھذا حدیث حسن۔ ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب التستر عند الجماع۔

بالحق ولا یزنون ومن	کے درپے ہوتے ہیں۔ سوائے اس کے کہ اس سے
یفعل ذلک یلق اثاماo	کوئی حق متعلق ہو۔ اور نہ وہ زنا کا ارتکاب کرتے ہیں
یضاعف لہ العذاب یوم	اور جو کوئی ایسا کرے گا اپنے گناہ کے انجام سے دوچار
القیامۃ ویخلد فیہ	ہوگا۔ قیامت کے دن اس کے لئے عذاب دوچند
مھاناo	کیا جائے گا۔ اور وہ اس عذاب میں رسوا ہو کر ہمیشہ
(فرقان: ۶۸، ۶۹)	کے لئے پڑا رہے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی درج ذیل حدیث اس آیت کریمہ کی تشریح ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے "أی الذنب اعظم" اس کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا:

قال ان تجعل لِلّٰہ ندا	فرمایا یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو ساجھی
وھو خلقک قلت ثم أی	ٹھہراؤ جب کہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے۔ میں نے عرض
قال ان تقتل ولدک من	کیا۔ پھر اس کے بعد کون سی چیز ہے۔ فرمایا یہ کہ تم
اجل أن یطعم معک قلت	اپنی اولاد کو قتل کرو اس ڈر سے کہ کہیں وہ بھی تمہارے
ثم ای قال ان تزانی بحلیلۃ	کھانے میں شریک نہ ہوئے۔ میں نے عرض کیا پھر اس
جارک[1]	کے بعد کیا چیز ہے۔ فرمایا یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی عورت
	کے ساتھ مل کر زنا کرو۔

"تزانی، مزاناۃ باب مفاعلۃ سے ہے۔ جس کے معنی ہیں عورت کی رضامندی سے اس کے ساتھ یہ عمل کرنا۔ پڑوسی کی بیوی کی قید اتفاقی ہے جو اس برائی کے گھناؤنے پن کو ظاہر کرتی ہے اس لئے کہ پڑوسی اپنے پڑوسی سے توقع رکھتا ہے کہ وہ اس کے کام آئے گا اور اس کے عزت وآبرو کی حفاظت کرے گا۔ اس کے برعکس اگر وہ اس کے نقصان کے درپے ہو جائے اور اس کی عزت وآبروے کھیلنے لگے تو اس سے بڑھ کر برائی اور کیا ہو سکتی ہے۔ پڑوسی کی

---

[1] بخاری جلد ۲۔ کتاب المحاربین۔ باب اثم الزناۃ وقول اللّٰہ ولا یزنون۔ الخ مسلم جلد ۱ کتاب الایمان۔ باب بیان کون الشرک اقبح الذنوب وبیان اعظمھا بعدہ۔ (اگلے صفحہ پر)

بیوی کی قید اسی شناعت کے بیان کے لیے ہے۔ ورنہ ہر اجنبی عورت جو مرد کے حبالۂ عقد میں نہ ہو اس کا یہی حکم ہے۔ اور زناکاری اور بدکاری ایسا بڑا گناہ ہے کہ اس کا مقابلہ شرک اور قتل نفس ہی سے کیا جا سکتا ہے۔

چار بیویوں کی آخری حد

مرد کی بڑھی ہوئی جنسی ضروریات اور دوسرے مصالح کے تحت اسلام نے صرف مرد کے لیے اس کی اجازت رکھی ہے کہ وہ اپنے دوسرے حقوق و فرائض کی ادائیگی کے ساتھ عدل و انصاف کی شرط کو پورا کرتے ہوئے بیک وقت چار بیویوں کو اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے۔ لیکن یہ اجازت اسی شرط کے ساتھ ہے کہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی صورت میں وہ ان کے درمیان عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کر سکے۔ اگر اس پہلو سے وہ اپنے اندر کمزوری پائے تو بہتر ہے کہ ضرورت محسوس کرتے ہوئے بھی ایک ہی بیوی پر اکتفا کرے۔

وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامیٰ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ و ثلاث ورباع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم ذلک ادنیٰ الا تعولوا ○ (النساء: ۳)	اور اگر تم کو اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے معاملہ میں انصاف نہ کر سکو گے تو (ان کے علاوہ) جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان سے شادی کر لو۔ دو دو، تین تین اور چار چار۔ لیکن اگر تم کو اندیشہ ہو کہ تم انصاف نہ کر سکو گے تو تم ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو یا وہ جو تمہاری باندیاں ہو۔ یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم بے انصافی کے راستہ پر نہ پڑو۔

آیت کریمہ میں "یتیم لڑکیوں" "یتامی النساء" کی بات زمانہ نزول قرآن کے حالات کی نقشہ کشی کے لیے ہے۔ راز دار شریعت حضرت عائشہؓ کے الفاظ میں اس کی تفصیل یہ ہے کہ یتیم لڑکیاں

(بقیہ صفحہ ۸۳)
۴۵ شرح نووی للمسلم مع المسلم: ۱/۶۳، اصح المطابع، دھلی۔ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں "بغیر شوہر کی سو عورتوں کے ساتھ زنا کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک پڑوسی کی ایک عورت کے ساتھ زنا کے مقابلہ میں زیادہ ہلکا اور آسان ہے۔" الجواب الکافی۔

۴۷ محولہ بالا۔

جو اپنے اولیاء کی تولیت میں ہوتی تھیں، بسا اوقات وہ ان کے مال و اسباب اور ان کے حسن و جمال کی وجہ سے ان سے شادیاں تو کرنی چاہتے لیکن مہر وغیرہ کے ان کے حقوق پوری طرح ادا کرنے کے لئے تیار نہ ہوتے تو ایسے لوگوں سے کہا گیا کہ اگر وہ ان یتیموں کے ساتھ انصاف نہیں کر سکتے ہیں تو دوسری عورتیں موجود ہیں جو ان کے دل کو لگیں ان سے شادیاں کر لیں[1] مثنیٰ وثلاث و رباع کا مطلب ہے دو دو اور تین تین اور چار چار۔ یہ گویا تعداد ازواج کی آخری حد ہے۔ کوئی مرد بیک وقت چار سے زیادہ بیویاں اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتا۔ آیت کریمہ کے ان الفاظ کی تفسیر میں امام ابوبکر جصاصؒ فرماتے ہیں:

(مثنیٰ وثلاث ورباع)	(دو دو، تین تین اور چار چار) یہ اجازت ہے
فانه اباحة للثنتين	دو کے لئے اگر مرد ایسا چاہے اور تین کے لئے اگر وہ
ان شاء وللثلاث ان شاء	ایسا چاہے اور چار کے لئے اگر وہ ایسا چاہے۔ یعنی کہ
وللرباع ان شاء على انه	اس کو اختیار ہے کہ وہ اس تعداد میں سے جتنی کو
مخير فى ان يجمع فى هذه	چاہے ایک ساتھ رکھ سکتا ہے۔ فرمایا لیکن اگر اسے
الاعداد من شاء قال فان	اندیشہ ہو کہ وہ انصاف سے کام نہ لے سکے گا تو
خاف الا يعدل اقتصر من	چار میں سے تین ہی پر اکتفا کرے۔ پھر اگر اسے اندیشہ ہو
الاربع على الثلاث فان	کہ وہ اتنے میں بھی انصاف نہ کر سکے گا تو تین میں سے
خاف ان لا يعدل اقتصر من	دو پر اکتفا کرے۔ پھر اگر اسے اندیشہ ہو کہ وہ دو میں بھی
الثلاث على الاثنين فان	انصاف نہ کر سکے گا تو ایک ہی بیوی پر اکتفا کرے۔
خاف ان لا يعدل بينهما اقتصر	
على الواحدة[2]	

آگے فرماتے ہیں:

فجميع ما اباحته الآية	تو آخری تعداد جس کی آیت کریمہ نے

---

[1] احکام القرآن للجصاص: ۲/۶۰ [2] احکام القرآن للجصاص: ۲/۶۴

من العدد اربع لا زيادة عليها وهذا العدد انما هو للاحرار دون العبيد۔[1]

اجازت دی ہے وہ چار ہے۔ اس کے اوپر کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا۔ اور یہ تعداد بھی صرف آزاد مردوں کے لئے ہے۔ غلاموں کے لئے نہیں ہے۔

آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے دوسرے لفظوں میں حافظ ابن کثیرؒ نے بھی یہی بات کہی ہے:

(مثنیٰ وثلاث ورباع) ای انکحوا من شئتم من النساء سواهن ان شاء احدکم ثنتين، وان شاء ثلاثا، وان شاء اربعا کما قال الله تعالى (جاعل الملائكة رسلا اولي اجنحة مثنى وثلاث ورباع) اى منهم من له جناحان، ومنهم من له ثلاثة، ومنهم من له اربعة، ولا ينفي ما عدا ذلك في الملائكة لدلالة الدليل عليه، بخلاف قصر الرجال على اربع، فمن هذه الاية كما قال ابن عباس وجمهور العلماء، لان المقام مقام امتنان

(دو دو، تین تین اور چار چار) یعنی یتیم لڑکیوں کے علاوہ تم جن عورتوں سے چاہو شادی کر سکتے ہو، اگر تم میں سے کوئی چاہے تو دو اور اگر کوئی چاہے تو تین اور اگر کوئی چاہے تو چار۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والا جو پروں والے ہیں، دو دو، تین تین اور چار چار) جس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کچھ ہیں جن کے دو پر ہیں۔ اور کچھ ہیں جن کے تین پر ہیں اور کچھ ہیں جن کے چار پر ہیں۔ فرشتوں میں اس سے اوپر کی تعداد کی نفی نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہاں اس کے لئے دلیل موجود ہے۔ مردوں کے چار بیویوں پر اکتفا کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ جو کہ اسی آیت سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور جمہور فقہا کا یہی مسلک ہے۔ اس لئے کہ یہ موقع احسان (اور اجازت) کے بیان کا ہے تو اگر چار سے زیادہ عورتوں کا ایک ساتھ رکھنا جائز ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کا ذکر ضرور فرماتا۔

---

[1] حوالہ سابق ص ۶۵۔

وابـاحـة فـلـو كان يجوز الجمع ....
بين اكثر من اربع لـذكـره[1] ....

روایات سے بھی اسی کی تصدیق ہوتی ہے۔ حارث بن قیسؓ یا قیس بن حارثؓ کا مشہور واقعہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں اسلام لایا تو میرے ہاں آٹھ عورتیں تھیں۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ ان میں سے بس چار کا انتخاب کر لو۔ اختر منھن اربعا۔[2] اسی طرح نوفل بن معاویہ دیلمی کی روایت ہے کہ میں اسلام میں داخل ہوا تو میرے پاس پانچ عورتیں تھیں، تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اختر اربعا ایتهن شئت وفارق الاخری۔[3]

چار کو پسند کر لو ان میں سے جس کو چاہو اور باقی کو جدا کر دو۔

غیلان بن سلمہ ثقفی کا واقعہ مشہور ہی ہے ان کے ہاں زمانۂ جاہلیت میں دس بیویاں تھیں۔ وہ اسلام لائے تو وہ سب بھی اسلام لائیں۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ وہ ان میں سے بس چار کا انتخاب کر لیں: فامر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان یتخیر منھن اربعا۔[4] امام بیہقی نے روایت کے استدلال کے پہلو

---

[1] تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۴۵۰۔ [2] ابوداؤد جلد ۱۔ کتاب الطلاق، باب فیمن اسلم وعندہ نساء اکثر من اربع، نیز مسند احمد بحوالہ اعلام للموقعین: ۴/ ۳۴۳۔ قال ابن کثیر بروایۃ ابی داؤد اسنادہ حسن۔ تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۴۵۱۔

[3] مسند شافعی بحوالہ تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۴۵۱۔ [4] ترمذی جلد ۱۔ ابواب النکاح، باب ماجاء فی الرجل یسلم وعندہ عشر نسوۃ۔ نیز مسند احمد بحوالہ اعلام الموقعین: ۴/ ۳۴۳۔ امام بخاری نے ترمذی کی اس روایت پر تعلیل کی ہے۔ لیکن حافظ ابن کثیر کہتے ہیں یہ تعلیل محل نظر ہے۔ ھذا تعلیل فیہ نظر۔ تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۴۵۰۔ حافظ ابن کثیر نے اس روایت پر بیہقی کے حوالہ سے سنن نسائی کا بھی حوالہ دیا ہے۔ لیکن نسائی کے متعلقہ ابواب میں یہ روایت نہیں ملی۔ المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی، مکتبہ بریل، لیدن ۱۹۳۶ء بھی نسائی کے اس حوالہ سے خاموش ہے۔ المعجم المفہرس: ۲/ ۹۵۷۹۴۔ علامہ ابن عربی نے اپنی احکام القرآن میں اس روایت پر صرف دار قطنی اور ابو داؤد کا حوالہ دیا ہے۔ ابن عربی م ۵۴۲ھ: احکام القرآن: ۱/ ۱۳۰۔ مطبعۃ السعادۃ، مصر ۱۳۳۱ھ

کو کھولتے ہوئے بجا طور پر کہا ہے:

فوجہ الدلالۃ انہ لوکان یجوز الجمع بین اکثر من اربع لسوغ لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سائرھن فی بقاء العشرۃ وقد اسلمن، فلما امرہ بامساک اربع وفارق[1] سائرھن دل علی انہ لا یجوز الجمع بین اکثر من اربع بحال، فاذا کان ھذا فی الدوام، ففی الاستئناف بطریق الاولی والاحری[2]	استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ اگر چار عورتوں سے زیادہ کا ایک ساتھ رکھنا جائز ہوتا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے تمام بیویوں کو درست قرار دیتے کہ وہ دسوں ان کے ساتھ رہیں جب کہ وہ سب کی سب اسلام لاچکی تھیں۔ تو جب آپؐ نے انھیں صرف چار کو روکنے اور باقی تمام کو جدا کرنے کا حکم دیا تو اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ چار بیویوں سے زیادہ ایک ساتھ رکھنا کسی حال میں جائز نہیں تو جب پہلے نکاحوں کو باقی رکھنے کا یہ معاملہ ہے تو نئے نکاح کے سلسلے میں یہ بات بدرجۂ اولیٰ صادق آتی ہے۔

چار بیویوں سے زیادہ کی اجازت خاص طور پر آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھی جس کی مخصوص مصالح اور حکمتیں تھیں۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق آپ کی بیویوں کی کل تعداد نو تھی۔ بخاری کے بعض الفاظ میں گیارہ کی بھی روایت ہے۔ حضرت انسؓ کی ایک روایت ہے کہ آپ کی شادی کل ملاکر پندرہ عورتوں سے ہوئی۔ تیرہ کے یہاں آپؐ داخل ہوئے اور بیک وقت آپ کے یہاں گیارہ بیویاں رہیں۔ آپ کا وصال ہوا تو اس وقت آپؐ کی کل نو بیویاں تھیں[3] لیکن یہ تعداد صرف آپ کے لیے خاص تھی جیسا کہ قرآن نے خود اس کی صراحت کردی تھی:

---

[1] اصل میں یہ اسی طرح ہے۔ لیکن اسے فارق امر کے بجائے مصدر (فراق) ہونا چاہیے۔

[2] تفسیر ابن کثیر ۱/۴۵۱ [3] تفسیر ابن کثیر ۱/۴۵۰۔

خالصة لك من دون	دوسرے تمام مسلمانوں کے علاوہ یہ صرف
المؤمنین ○ (الاحزاب: ۵۰)	آپ کے لیے خاص ہے۔

آگے یہ بات بھی صاف کردی گئی کہ اس حکم کے آجانے کے بعد اب کسی بھی دوسری عورت سے آپ کے لیے نکاح کرنا حلال نہ ہوگا۔

لا یحل لک النساء من	اس کے بعد آپ کے لیے دوسری عورتیں
بعد ولا ان تبدل بھن من	حلال نہیں ہیں اور نہ یہ حلال ہے کہ ان کے بدلے آپ
ازواج ولو اعجبک حسنھن الا	دوسری بیویاں کرسکیں چاہے ان کا حسن و جمال
ما ملکت یمینک، وکان اللہ	آپ کے دل کو کتنا ہی کیوں نہ موہ لے۔ سوائے اس کے
علی کل شیٔ رقیبا ○	جو آپ کی باندی ہو (تو اس کی اجازت ہے) اور
(الاحزاب: ۵۲)	اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

انہی آثار کی بنا پر امام شافعیؒ نے کہا ہے:

أنہ لا یجوز لاحد غیر	رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ	دوسرے شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ایک ساتھ
وسلم أن یجمع بین اکثر	چار سے زیادہ عورتیں رکھ سکے۔
من اربع نسوۃ۔[1]	

جسے نقل کرنے کے بعد حافظ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ:

وھذا الذی قالہ	یہ جو امام شافعیؒ نے فرمایا ہے اس پر تمام
الشافعی مجمع علیہ بین العلماء۔[2]	علماء امت کا اجماع ہے۔

آگے اسی سلسلے میں مزید فرماتے ہیں:

وھذا عند العلماء من	علماء کے نزدیک یہ چیز تنہا آپ کی خصوصیات
خصائصہ دون غیرہ من الامۃ[3]	سے ہے۔ امت میں کسی دوسرے کے لیے یہ اجازت

---

[1] حوالہ سابق۔ [2] حوالہ مذکور [3] تفسیر ابن کثیر: ۱/۴۵۰۔

حاصل نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ ایک مرد بیک وقت زیادہ سے زیادہ چار بیویاں ہی رکھ سکتا ہے۔ اس پر پوری امت کا اجماع ہے۔ اسلام کے اندر رہتے ہوئے ایک وقت میں چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

فالحق الذی لا محیص عنہ انہ یحرم الزیادۃ علی الاربع[1]	وہ حق بات جسے مانے بغیر چارہ نہیں ہے یہ کہ ایک ساتھ چار سے زیادہ بیویاں رکھنا بہر صورت حرام ہے۔

امامیہ اور اہل بیت کا بھی صحیح مسلک یہی ہے۔ امام جعفر صادقؒ سے صاف روایت ہے:

لا یحل لماء الرجل ان یجری فی اکثر من اربعۃ ارحام۔[2]	آدمی کے نطفہ کے لئے کسی صورت میں حلال نہیں ہے کہ وہ چار بچے دانیوں سے زیادہ میں بہے۔

زنا کی سخت سزا

رعایت اور رخصت کی یہ آخری حد ہے۔ اس سے ہٹ کر اگر کوئی شخص رشتۂ ازدواج سے باہر جنسی تعلق قائم کرتا ہے تو اسلام اس کے لئے زنا کی سخت ترین سزا تجویز کرتا ہے۔ اگر اس جرم کا ارتکاب کرنے والا مرد یا عورت غیر شادی شدہ ہے تو اس کی سزا سَو کوڑے ہے۔ جیسے قرآن نے خود بیان کیا ہے:

الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ ولا تاخذکم بھما رأفۃ فی دین اللہ ان کنتم تومنون باللہ والیوم	زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد تو ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور انکی نسبت سے اللہ کے دین کے معاملہ میں تم کو کوئی مروت دامن گیر نہ ہو اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ اور چاہیے کہ ان کی سزا کا مسلمانوں کی ایک

---

[1] روح المعانی: ۴/۱۹۳۔ [2] حوالہ سابق۔

الآخر ولیشھد عذابھما   جماعت نظارہ کرے۔

طائفۃ من المومنین (نور: ۲)

شادی شدہ زانی اور زانیہ کی سزا "رجم" ہے۔ یعنی کہ ایسے مجرم مرد اور عورت کو سنگسار کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہو جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں اس کی تفصیل ہے۔ آپ نے خود اس پر ایک سے زائد بار عمل کیا ہے اور خلافت راشدہ کے زمانے میں بھی اس پر عمل ہوتا رہا ہے۔ امت محمدیہ میں سوائے خوارج اور بعض معتزلہ کے کوئی اس سزا کا منکر نہیں ہے۔[۱]

مرد کی جنسی قوّت عورت سے زیادہ ہے

اسلام میں مرد کے لئے بیک وقت چار بیوں کی اجازت اس مسئلہ کو بھی حل کر دیتی ہے کہ اس دین کے نقطۂ نظر سے مرد کی شہوانی قوت عورت کے مقابلہ میں بڑھی ہوئی ہے۔ اسلام میں مرد کے لئے چار بیویوں کی اجازت کے بہت سے مصالح ہیں۔ ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آدمی کی بیوی مباشرت کے قابل ہی نہ ہو اور اس ضرورت سے اسے دوسری اور تیسری شادی کرنی پڑے۔ لیکن یہ ایک استثنائی صورت ہے۔ عام حالات میں چار بیویوں کی اجازت کا مطلب ہے کہ آدمی جس مصلحت سے بھی ایک سے زیادہ بیویاں رکھے، ایک مرد بیک وقت چار عورتوں کی جنسی خواہش پوری کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ عورت کی جنسی تسکین اس کا بنیادی حق ہے۔ شوہر کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کے اس حق کی ادائیگی کا سامان کرے۔ ایک مرد جب چار عورتوں کی جنسی تسکین کا سامان کر سکتا ہے تو اس سے اپنے آپ واضح ہے کہ اس کی جنسی قوت عورت سے زیادہ ہے۔ آچاریہ رجنیش کا خیال بالکل الٹا اور لغو ہے کہ عورت کی جنسی خواہش مرد سے بڑھی ہوئی ہے۔ اور ایک مجامعت کے بعد وہ متعدد مجامعتوں کے لئے ابھر جاتی ہے۔ اور مرد ایک مجامعت کے بعد بیکار ہو جاتا ہے۔[۲]

---

[۱] شرح نووی للمسلم مع المسلم: ۲/۶۵۔

[۲] ملاحظہ ہو کتاب کے باب اول کی آخری بحث "جنسی ابا حیت۔ آچاریہ رجنیش کے خیالات"۔

ماضی میں بھی بہت سے لوگ اس غلط فہمی کا شکار رہے ہیں۔ اسلامی مفکرین نے ان کی اس غلط فہمی کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ آٹھویں صدی ہجری کے نابغۂ روزگار عالم علامہ ابن قیمؒ اپنی شہرۂ آفاق کتاب 'اعلام الموقعین' میں فرماتے ہیں:

اما قول القائل: "ان شهوة المرأة تزيد على شهوة الرجل" فليس كما قال[1]	کہنے والے کا یہ کہنا کہ "عورت کی جنسی خواہش مرد کی خواہش سے زیادہ ہے" تو بات یوں نہیں ہے جیسا کہ اس نے کہا ہے۔

آگے مرد کے لیے چار بیویوں کی اجازت کی حکمت کی تفصیل کرتے ہوئے اس کی وضاحت فرماتے ہیں۔

والمرأة اذا قضى الرجل وطرہ فترت شهوتها، وانكسرت نفسها، ولم تطلب قضاءها من غيره في ذلك الحين[2]	عورت کا معاملہ یہ ہے کہ اگر مرد ایک بار اپنی ضرورت پوری کرے تو اس کی جنسی خواہش ٹوٹ جاتی ہے۔ اور وہ اپنے آپ میں چور ہو جاتی ہے۔ اور اس وقت کسی دوسرے مرد سے اپنی جنسی خواہش کی تکمیل کی اسے کوئی طلب نہیں رہتی۔

اس سے یہ مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ ایک عورت ایک ہی مرد کی ہو کر رہ سکتی ہے۔ جب اس کی شہوانی قوت مرد سے کمزور ہے تو اس کے لئے ایک مرد ہی پر اکتفا کرنا ضروری ہے۔ اس کی یہ حکمت اس پر مستزاد ہے کہ اگر ایک عورت دو یا دو سے زیادہ مردوں کی بیوی بن کر رہے تو عالم میں فساد برپا ہو جائے۔ خاندان اور نسب کے سلسلے بالکل برباد ہو کر رہ جائیں۔ ساجھے دار شوہر ایک دوسرے کو قتل کرنے لگیں سخت مصیبت پھیلے اور فتنہ و فساد کا بازار گرم ہو۔ اور جھگڑوں اور لڑائیوں کا کہیں نہ رکنے والا سلسلہ قائم ہو جائے۔ یقیناً اس عورت کا حال کبھی درست نہیں ہو سکتا جس کے مختلف و متعدد ساجھی دار ہوں جو برابر ایک دوسرے سے دست بگریباں ہوں، اسی طرح ان ساجھی داروں کا حال بھی کچھ

---

[1] اعلام الموقعین: ۲/۱۰۵۔ [2] حوالہ سابق۔

اچھا نہیں ہو سکتا[1]۔ دوسرے موقع پر علامہ موصوف نے اس بات کو مزید تفصیل سے بیان کیا ہے، عورت کی شہوانی قوت مرد سے زیادہ ہے۔ اس غلط خیال کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

قولهم ان الله جعل للمرأة شهوة تزيد على شهوة الرجل بتسعة اجزاء لو كان كذلك ما جعل الله للرجل ان يتزوج باربع ويتسرى بما شاء من الاماء وضيق على المرأة فلا تزيد على رجل و لها من القسم الربع وحاشا حكمته ان تضيق على الاحوج وتوسع على من دونه في الحرج[2]

لوگوں کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کے اندر جنس کی جو خواہش رکھی ہے وہ مرد کی جنسی خواہش سے سات گنا زیادہ ہے۔ فرمایا کہ اگر معاملہ یوں ہوتا تو اللہ تعالیٰ مرد کو یہ اختیار نہ دیتا کہ وہ بیک وقت چار بیویوں کو رکھ سکے، ساتھ ہی حسب دلخواہ باندیوں سے تمتع کرے۔ اور عورت پر تنگی نہ کرتا کہ وہ ایک وقت میں ایک مرد سے زیادہ سے شادی نہ کر سکے۔ اور چار بیویوں کی صورت میں مرد کی باری سے اسے چوتھائی کا حصہ ملے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت سے یہ بہت بعید ہے کہ جس کو زیادہ ضرورت ہو اس کے لئے وہ تنگی کرے اور جس کی ضرورت اس سے کم ہو اس کے لئے کشادگی کا سامان کرے۔

آگے اسی سلسلے میں مزید عقلی اور نقلی دلائل پیش کرتے ہیں:

وايضا فان طبيعة الذكر الحرارة وطبيعة الانثى البرودة وصاحب الحرارة يحتاج من الجماع فوق

دوسری بات یہ کہ مرد کا مزاج گرم ہے اور عورت کا مزاج سرد ہے۔ گرم مزاج والے کو مجامعت کی اس سے زیادہ ضرورت ہے جتنی سرد مزاج والے کو اس کی ضرورت ہو سکتی ہے۔

---

[1] اعلام الموقعین: ۲/۱۰۴ -

[2] ابن القیم الجوزیہ، بدائع الفوائد: ۴/۳۱ ۔ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر (بدون تاریخ)

ما يحتاج اليه صاحب النبوة - وايضا فان الله فضل الذكر على الانثى في الميراث والدية والشهادة والعقيقة وغير ذلك ولهذا قال تعالى (ولا تتمنوا ما فضل الله به بعضكم على بعض للرجال نصيب مما اكتسبوا وللنساء نصيب مما اكتسبن واسئلوا الله من فضله) فكان من تفضيله الذكر على الانثى ان خص بجواز نكاح اكثر من واحدة والله اعلم[1]

مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ نے میراث، دیت، گواہی، عقیقہ نیز ان کے علاوہ دوسرے بہت سے معاملات میں مرد کو عورت سے اوپر رکھا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ (اللہ نے (مردوں اور عورتوں میں سے ایک کو جو دوسرے کے اوپر رکھا ہے تو اس کو توڑ کر) تم برابری کی خواہش نہ کرو۔ مردوں کے لئے اپنی کمائی کا حصہ ہے اور عورتوں کے لئے اپنی کمائی کا حصہ ہے۔ اور اللہ سے اس کے فضل کے طلب گار بنو)۔ اب یہ مرد کو عورت سے اوپر رکھنے کی بات ہے کہ اس کے لئے خاص طور پر ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔ واللہ اعلم۔

پس بحیثیت نوع کے مرد کی جنسی قوت عورت سے زیادہ ہے اور جس طرح اپنی تمام قوتوں اور صلاحیتوں میں مرد کو فی الجملہ عورت پر فضیلت اور قوت حاصل ہے، جنسی قوت کے معاملہ میں بھی عورت پر اس کی برتری مسلم ہے۔ دور حاضر کی بے حیا تہذیب کا یہ بیان بالکل غلط ہے کہ بہت سے مردوں کی طرح بہت سی عورتیں بھی ہوتی ہیں جنھیں اپنی زندگی کو باقی رکھنے کے لئے بدکاری کی تھونی adulterous Prop. کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس کے بغیر ان کے لئے زندگی کے میدان میں کھڑا ہونا مشکل ہے[2]۔ مغرب کے فکر و نظر کے پورے نظام کی طرح اس کا یہ بیان بھی غیر متوازن اور نقطہ اعتدال سے ہٹا ہوا ہے۔ اس میں اصول کی حد تک یہ بات تو درست ہے کہ مرد کی شہوانی قوت چونکہ عورت سے

---

۱ حوالہ سابق   ۲ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اسی کتاب کے باب اول کی بحث شادی کے روایتی ادارے پر تنقید،

بڑھی ہوئی ہے اس لیے بسا اوقات اس کے لیے ایک بیوی کافی نہ ہو کر دوسری بیویوں کی بھی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ اسلام نے بیک وقت ایک مرد کے لیے چار بیویوں کی اجازت دے کر یہ مسئلہ حل کر دیا ہے۔ رہی یہ بات کہ بہت سی عورتیں بھی ہوتی ہیں جو ایک مرد پر اکتفا نہیں کر سکتیں۔ تو یہ محض نفس و شیطان کا پھندا ہے، جس میں مغرب نے ہدایت الٰہی اور خدا کے دین سے بے رخی اور بے نیازی دکھا کر، اپنی گردن کسنے کو باعث افتخار سمجھا ہے فکر و نظر کے زعم میں وہ اپنی گردن کو جتنا ہی ادھر ادھر گھماتا ہے، اس پھندے میں اس کی گردن اتنی ہی کستی جاتی ہے۔[1]

جدید ماہرین جنسیات کا بھی یہی کہنا ہے کہ مطلق یہ بات کہ عورت کی جنسی خواہش مرد سے زیادہ ہے اور ایک مرد سے ایک عورت کی جنسی تسکین نہیں ہو سکتی ہے، صحیح نہیں ہے۔ بات صرف اس قدر ہے کہ عام طور پر عورت، مجامعت کے ایک عمل کے بعد فوری طور پر دوسرا عمل بھی کرا سکتی ہے جب کہ مرد کو بالعموم اس کے لیے وقفہ درکار ہوتا ہے۔[2] مجامعت کے عمل میں جو غیر معمولی مشقت اور بوجھ مرد کا حصہ ہوتا ہے، اس کے پیش نظر یہ عین قرین قیاس

---

[1] اتفاقی اور استثنائی طور پر یہ تو ہو سکتا ہے کہ کسی عورت کی شہوانی قوت کسی مرد سے زیادہ ہو جس طرح کہ مثال کے طور پر کوئی عورت اپنی جسمانی و ذہنی صلاحیتوں میں اتفاقیہ مرد سے اوپر ہو سکتی ہے۔ اس طرح کی اتفاقیہ صورت میں کہ کوئی مرد اپنی بیوی کے مقابلہ میں جنسی طور پر کمزور پڑ رہا ہو اور اس سے اس کی شہوانی تسکین نہ ہو رہی ہو، اسلام میں اس کی پوری اجازت کہ عورت اگر چاہے تو شوہر سے باضابطہ جدائی حاصل کر کے اپنے جوڑ کے مرد سے دوسری شادی کر لے جس سے اس کے لیے جنسی عدم تسکین کا خطرہ نہ رہے۔ لیکن یہ کہ کوئی عورت ایسی بھی ہو سکتی ہے جو بالکل ہی ایک مرد کے قابو میں نہ آئے اور اسے اپنی جنسی تسکین کے لیے بہر صورت ایک سے زیادہ مردوں کی ضرورت ہو، اسلام کے نقطۂ نظر سے یہ خیال قطعی غلط اور بے بنیاد ہے۔ بحیثیت نوع کے ایک مرد ایک ہی نہیں بلکہ ایک سے زیادہ عورتوں کی جنسی تسکین، اور تشفی کے لیے بالکل کافی ہے۔

[2] J. N. Gupta & Vidya Bhushan : Sex Education for Teenagers p. 63

ہے۔ لیکن اس سے صرف اس کے لئے وقفہ کی ضرورت ثابت ہوتی ہے۔ جس کے بعد وہ ایک ہی نہیں ایک سے زائد عورتوں کی بھرپور جنسی تسکین کا سامان کر سکتا ہے۔ جیسا کہ تجربے اور تاریخ سے اس کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ یہ صرف استثنائی صورت ہے کہ کوئی کوئی عورتیں جن کا جنس Sex. میں انہماک غیر معمولی طور پر بڑھا ہوا ہو، ان کی جنسی خواہش ایک اوسط مرد کی جنسی خواہش سے زائد ہو۔[1] اس سے مطلق مرد کے مقابلہ میں عورت کی بڑھی ہوئی جنسی خواہش اور اس کے لئے ایک مرد پر عدم کفایت کا ثبوت مہیا نہیں ہوتا ہے۔

رجنیش جیسے لوگوں کو اسی طرح کے استثنائی معاملات و تجربات سے دھوکہ ہوا ہے۔ جس کے نتیجے میں مطلق مرد کے مقابلے میں عورت کی بڑھی ہوئی جنسی خواہش کا فلسفہ گھڑ لیا گیا جو حقیقت سے دور ہے۔ اور پھیلے ہوئے شواہد جس کا ساتھ دینے سے قاصر ہیں۔ تاریخ میں بہت سے بادشاہوں اور امراء و نوابین کا جواز و عدم جواز سے قطع نظر، بیک وقت درجنوں بیویاں رکھنا اور ان کی مکمل جنسی تسکین کا سامان فراہم کرنا بھی اپنے آپ میں اس کی کافی دلیل ہے کہ مرد کی جنسی قوت عام طور پر عورت سے زیادہ ہے۔ اور معمول کی زندگی میں ایک مرد ایک سے زائد عورتوں کی بھرپور جنسی تسکین کا سامان فراہم کر سکتا ہے۔

چار بیویوں کی آخری حد کی حکمت

یہ واضح ہو جانے کے بعد کہ مرد کی جنسی قوت عورت سے زیادہ ہے۔ جس کے حل کے لئے اسلام نے بیک وقت مرد کے لئے چار بیویوں کی اجازت رکھی ہے۔ اس پر ذہن میں ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا ضروری ہے کہ مرد کی ضرورت چار کی خاص تعداد ہی سے پوری ہو۔ یہ تعداد اس سے کم یا زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔ اس سلسلے میں پہلی بات یہ کہ اسلام کے سانچے میں اس طرح کی تعداد اور اندازے اصلاً توقیفی ہیں۔ یعنی ان کی اصل حکمت اور مصلحت کو اللہ تعالیٰ ہی سمجھ سکتا ہے۔ بندے کا کام یہ ہے کہ جس علیم و خبیر ذات پر وہ ایمان لایا ہے۔ جو سرتاپا علم اور سرتاپا حکمت ہے، وہ اس کے حکم پر آمنا صدقنا کہے اور آقا کے

---

[1] حوالہ سابق۔

فرمان کی بے چون وچرا پیروی کو اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھے. غلام کا منصب آقا کے احکام کی بجا آوری ہے۔ بدنصیب غلام ہی اپنے مالک اور محسن کے احکام وفرامین کی حکمتوں اور مصلحتوں کی ادھیڑ بن میں پڑ سکتا ہے۔ پس جس طرح نماز پنجگانہ کی رکعتوں اور ان کے اوقات، زکوٰۃ کے نصاب اور اس کے لئے سال گزرنے کی شرط، رمضان کے لئے ایک ماہ کی تعیین، حج کے لئے متعین ایام کی پابندی وغیرہ دین کے احکام وتعلیمات کی کوئی متعین اور دو ٹوک توجیہ اور حکمت بیان نہیں کی جا سکتی، مرد کے لئے چار بیویوں کی آخری حد کی بھی کوئی دو ٹوک اور دو دو چار کی طرح حکمت ومصلحت کی تعیین نہیں کی جا سکتی۔ اور اس کی کوئی بہت زیادہ ضرورت بھی نہیں ہے۔

اس سے ہٹ کر یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ جب اللہ کی ذات سرتا پا علم اور سرتا پا حکمت ہے تو اس کے احکام بھی حکمت ومصلحت سے خالی نہیں ہو سکتے۔ انسان اپنی محدودیتوں اور اپنی عقل کی نارسائیوں کے باوجود بھی اگر اس کی فطرت سلیم زندہ ہو اور نفس وشیطان نے اس کے ذہن وضمیر پر غفلت وسرستی کی دبیز تہیں نہ چڑھا دی ہوں تو اسلامی شریعت اور اسلامی نظامِ زندگی کے دوسرے بہت سارے احکام وتعلیمات کی طرح، اس حکم کی حکمت اور مصلحت کو بھی بہت کچھ سمجھ سکتا ہے۔ اس سلسلے میں پہلی بات یہ کہ جب یہ طے ہو گیا کہ مرد کی جنسی قوت عورت سے زیادہ ہے تو اس کے لئے بیویوں کی کوئی نہ کوئی تعداد تو مقرر ہونی ضروری ہی تھی۔ جس طرح یہ بات چار بیویوں کے سلسلے میں کہی جا سکتی ہے تین، پانچ، اور سات بیویوں کے سلسلے میں بھی یہی بات کہی جا سکتی ہے۔ اس اصول کو اگر عام زندگی میں نافذ کر دیا جائے تو دنیا کا کوئی نظام ہی نہ چلے اور زندگی کا سارا کاروبار بالکل ٹھپ ہو کر رہ جائے۔ ڈاکٹر مریض کے لئے کوئی نسخہ تجویز کرتا ہے۔ اور اس کے لئے دن ورات کے متعین تعداد اور متعین مقدار کے ساتھ گولیوں اور شربت کے استعمال کی تاکید کرتا ہے۔ مریض کہہ سکتا ہے کہ صرف دوا ضروری ہے، یہ کیا ضروری ہے کہ فلاں تعداد اور فلاں مقدار ہی میں گولی اور شربت استعمال کی جائے؟ لیکن انسان کو چونکہ اپنی مادی زندگی عزیز ہے اس لئے اس طرح کے کسی سوال کی توقع ایسے مریض ہی سے کی جا سکتی ہے جس کا صحیح ذہنی توازن قائم نہ ہو۔ موجودہ دور کے انسان کے لئے چونکہ اپنی معنوی زندگی کی کوئی قدر وقیمت باقی نہیں رہ گئی ہے اس لئے حکیم مطلق کے احکام وتعلیمات میں

اس طرح کی موشگافیوں میں وہ کوئی حرج محسوس نہیں کرتا۔ بلکہ نفس اور شیطان کی اکساہٹ سے اسے بسا اوقات وہ اپنی دانائی اور زیرکی کا کمال محسوس کرتا ہے۔

ایک دو اور مثالوں سے یہ بات مزید واضح ہو جائے گی۔ ڈاک وتار اور ریلوے کے نظام میں کتنی حد بندیاں ہیں لیکن ہر شخص انہیں پوری خوشدلی سے گوارا کرتا ہے اور حکومت کی قوت قاہرہ چونکہ سر پر مسلط ہے اس لئے کسی کے ذہن میں ان کے سلسلے میں کوئی خلش اور کوئی اشکال نہیں پیدا ہوتا ہے۔ کتنی ہی گاڑیاں ہیں جن میں پابندی ہے کہ مثال کے طور پر چار سو کلومیٹر سے کم فاصلے پر اس میں ٹکٹ نہیں مل سکتا۔ آدمی کو اگر اس سے آدھے فاصلے کا بھی سفر طے کرنا ہے تو وہ گاڑی میں بیٹھنے کا مجاز اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ وہ متعین فاصلے کا ٹکٹ خریدے۔ آسانی سے کہا جا سکتا ہے کہ کیا ضروری ہے کہ اس فاصلے کی حد اتنی ہی ہو۔ یہ اس سے کم یا اس سے زیادہ بھی تو ہو سکتی ہے۔ ڈاکخانے میں پارسل کا وزن اگر مثلاً پانچ سو گرام ہو تو اس پر چار روپے کا ٹکٹ لگے گا۔ لیکن اس سے دو گرام بھی فاضل ہو جائے تو ٹکٹ کی مقدار بڑھ کر آٹھ روپے ہو جائے گی۔ سوال کیا جا سکتا ہے کہ ڈاکخانے کے نظام میں یہ سختی کیوں ہے؟ وزن دو گرام کم یا دو گرام زیادہ ہو اس سے کیا خاص فرق پڑتا ہے جو اس سے ٹکٹ کی شرح مختلف ہو جاتی ہے۔ لیکن معلوم ہے کہ دنیا میں چونکہ حکومت کا ڈر ہے اس لئے کسی کے ذہن میں ان تعینات اور ان تقدیرات کے سلسلے میں کوئی سوال نہیں اٹھتا۔ خدا تعالیٰ آنکھوں سے پرے ہے اور اس کا خوف دل سے نکلا ہوا ہے اس لئے شیطان کے وسوسے سے ذہن میں طرح طرح کے سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

اس لئے صحیح بات تو یہی ہے کہ جب مرد اور عورت کے خالق نے کہہ دیا کہ ایک مرد کے لئے زیادہ سے زیادہ چار بیویاں کافی ہیں اور ایک عورت کے لئے ایک مرد سے زیادہ کی بات زبان پر لانا بھی انسانیت کی توہین ہے تو انسان کا منصب ہے کہ وہ اپنے مولیٰ کے سامنے سر جھکا دے۔ اس پہلو سے ذہن کو صاف کرنے کے بعد دیکھا جائے تو اس حکم کی حکمت اور

لہ ہندوستانی محکمہ ڈاک وتار کی شرح مطابق ۱۹۸۹ء۔

مصلحت بھی آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے۔ ایک سے زیادہ بیویاں بسا اوقات مرد کی ناگزیر ضرورت ہوتی ہے۔ عورت مزمن مریض یا بانجھ ہے۔ مرد کی مروت کے خلاف ہے کہ ایک دیرینہ رفیق کو محض جسمانی معذوری کی بنیاد پر اپنے سے الگ کر دے۔ اس مسئلہ کا ایک ہی حل ہے کہ اس بیوی کو باقی رکھتے ہوئے وہ دوسری اور تیسری شادی کر لے۔ بعض اوقات مختلف حالات کے تحت معاشرے میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہو سکتی ہے اس مسئلہ کا بھی یہی حل ہے کہ مرد کو ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت ہو۔ سماجی اور سیاسی مصالح کا بھی تقاضا ہو سکتا ہے کہ مرد ایک سے زیادہ شادیاں کرے۔ اور مختلف قبیلوں اور خاندانوں سے سسرالی رشتے قائم کر کے پولیٹیکل مصالح کی تکمیل کرے۔ اس سے ہٹ کر مرد کی یہ مستقل ضرورت اپنی جگہ ہے کہ چونکہ اس کی جنسی ضروریات عورت کے مقابلہ میں بڑھی ہوئی ہیں اس لئے اسے بہر حال ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت ہونی چاہئے۔ انسانی فطرت اور عقل و تجربہ کا اصرار ہے کہ مرد کی یہ ضرورت چار بیویوں سے پوری ہو جاتی ہے۔ اللہ نے سال میں چار موسم رکھے ہیں۔ جاڑا، گرمی، خزاں اور برسات۔ پس ہر موسم کے لئے ایک ایک بیوی بالکل کافی ہے۔ علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

ثم من الناس من یغلب علیہ سلطان الشھوۃ فلا تندفع حاجتہ بواحدۃ، فاطلق لہ ثانیۃ و ثالثۃ ورابعۃ وکان ھذا العدد موافقا لعدد طباعہ وارکانہ وعدد فصول سنتہ۔[1]	پھر کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے اوپر جنسی خواہش کا غیر معمولی دباؤ ہوتا ہے تو ان کی ضرورت ایک بیوی سے پوری نہیں ہوتی تو ایسے آدمی کے لئے دو تین اور چار کی گنجائش رکھی۔ اور یہ تعداد ذوق و مزاج کے اختلاف کی تعداد اور سال کے موسموں کی تعداد کے مطابق ہے۔

---

[1] اعلام الموقعین: ۲/۱۰۳۔ جدید ماہرین جنسیات کے مطابق سال کے (بقیہ: اگلے صفحہ پر)

حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اس حکم کے مختلف پہلوؤں کو سمیٹے ہوئے تعداد ازدواج کی حکمت کی تفصیل ان لفظوں میں کرتے ہیں:

فان من الناس من لا یحصنه فرج واحد واعظم المقاصد التناسل والرجل یکفی لتلقیح عدد کثیر من النساء وایضا فالاکثار من النساء شیمة الرجال وربما یحصل به المباهاة فقدر الشارع باربع وذلك أن الاربع عدد یمکن لصاحبه أن یرجع الی کل واحدة بعد ثلاث لیال ومادون لیلة لا یفید فائدة القسم ولا یقال فی ذلك: بات عندها وثلاث اول حد کثرة وما فوقها زیادة الکثرة[1]

لوگوں میں سے کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ ایک شرمگاہ سے ان کی عفت تابی کا سامان نہیں ہوتا۔ نیز نکاح کا عظیم ترین مقصود افزائش نسل ہے۔ اور ایک مرد بہت سی عورتوں کو بارآور کرانے کے لئے کافی ہے۔ مزید برآں ایک سے زیادہ عورتیں رکھنا مردوں کا خاصہ ہے اور بسا اوقات اس سے فخر ومباہات کا حصول مقصود ہوتا ہے۔ تو اس مقصد کے حصول کے لئے شارع نے چار کی تعداد مقرر کی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چار کی تعداد ایسی ہے کہ جسے یہ حاصل ہو وہ تین رات کے بعد ہر ایک کے پاس دوبارہ لوٹ سکتا ہے۔ اور ایک سے کم وقفہ میں باری کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اور اس صورت میں نہیں کہا جا سکتا کہ: شوہر نے بیوی کے پاس رات گزاری۔ اور تین کثرت کی ابتدائی سرحد ہے۔ اور جو اس سے اوپر ہے وہ کثرت کی بڑھی ہوئی صورت ہے۔

(گزشتہ صفحہ کا بقیہ:-) مختلف موسموں، بہار، خزاں اور برسات میں مرد و عورت کی جنسی خواہش نسبتہ بڑھ جاتی ہے Sex Education for Teenagers. P. 63. علامہ کے مذکورہ بیان میں موسموں کی یہ صراحت اسی مناسبت سے معلوم ہوتی ہے۔

[1] حجۃ اللہ البالغہ ۱۳۲/۲، ۱۳۱-۱۳۲۔

جن مردوں کی جنسی قوت غیر معمولی طور پر بڑھی ہوئی ہو اور وہ اسی ضرورت سے ایک سے زائد بیویاں رکھنے کے خواہش مند ہوں، ان کے لئے چار بیویوں کی تعداد بالکل کافی ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے الفاظ میں اس کی تفصیل سننے کے لائق ہے:

"سو جن اشخاص کو ہیجان و توقان شہوت (غلبہ شہوت) زیادہ ہو ان کی حفاظت عفت کے لئے ہر سال میں چار عورتیں نوبت بر نوبت ان کے پاس ہونا چاہئیں اور ایسے آدمیوں کے لئے یہ عدد عین قانون قدرت کے مطابق ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایسا آدمی جب کسی عورت کو نکاح میں لائے گا تو کم از کم یہ عورت اس کے لئے تین ماہ تک کافی ہے۔ کیونکہ حمل کی شناخت کم از کم تین ماہ تک مقرر ہے۔ پس اگر اس میعاد میں اس عورت کو حمل ٹھیر جائے تو ایسے ہیجان و جوشِ شہوت والا آدمی اگر اس عورت سے صحبت کرے گا تو جنین پر برا اثر پڑے گا اور حمل گر جانے کا اندیشہ ہے لہٰذا اس عورت کو آرام دیوے اور اس عورت سے صحبت ترک کرکے دوسری عورت نکاح میں لائے گا۔ اگر دوسری عورت کو بھی تین ماہ تک قرار حمل ہو جائے تو اس سے بھی صحبت ترک کرنی پڑے گی کیونکہ اس سے اسقاط حمل کا اندیشہ ہے اور والدین کے شہوانی جوش جنین پر برا اثر ڈالتے ہیں۔ یہ چھ ماہ ہوئے۔ اب تیسری عورت سے نکاح کرے گا۔ اگر تیسری عورت کو بھی حمل ہو گیا تو اب اس سے بھی اس کو صحبت ترک کرنی پڑے گی۔ یہ نو ماہ ہوئے۔ اب پہلی عورت کا وضع حمل ہو جائے گا۔ مگر وہ غالباً تین ماہ تک قابل صحبت نہیں ہو سکتی لہٰذا اس کو چوتھی عورت نکاح میں لانی پڑے گی۔ اب چوتھی عورت کے حمل کی شناخت بھی تین ماہ تک مقرر ہے۔ یہ ایک سال ہوا اور اس اثنا میں پہلی عورت کو وضع حمل سے تین ماہ گزر چکے ہیں، تعلقات زن و شوئی کے لئے تیار ہو جائیگی اسی طرح وضع حمل کے بعد ہر ایک نوبت بر نوبت اس کے لئے مہیا ہوا گی۔[1]

آگے وہ اسی مسئلہ کی مزید تفصیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

[1] المصالح العقلیۃ للاحکام النقلیۃ/۲،۱۷۸،۱۷۷، ادارہ اشرف العلوم سہارنپور، مطبوعہ کمال پرنٹنگ پریس۔ دہلی ۱۳۶۹ھ

"پس یہ تعداد ہر ایک قوی الشہوت انسان کے لئے کافی اور عین قانون قدرت و فطرت کے مطابق ہے۔ اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ نے جو قرآن کریم میں دو دو تین تین چار چار تک فرمایا ہے اس میں یہ اشارہ ہے کہ بعض آدمیوں کے لئے ہر سال میں دو ہی عورتیں کافی ہو سکتی ہیں کیونکہ بعض عورت کے اولاد نہیں ہوتی یا دیر سے حمل ٹھیرتا ہے۔ اور بعض کے لئے سال میں تین ہی کافی ہو سکتی ہیں اور بعض کو چار کی ضرورت پڑتی ہے"[1]

تاریخ اور تجربہ سے اس کی صداقت کا ثبوت یہ ہے کہ صدر اسلام میں جنسی ہیجان اور شہوانی قوت میں دنیا کی سب سے بڑھی ہوئی قوم عرب کے لئے جب کہ وہاں ہر شخص کو لونڈیوں اور باندیوں کی سہولت میسر تھی، چار بیویوں کی تعداد بالکل کافی رہی اور اس پر اضافہ کا کبھی کوئی سوال نہیں پیدا ہوا تو دنیا کی دوسری قوموں کے لئے تو یہ اصول بدرجۂ اولیٰ مناسب اور بہتر اور عین تقاضائے حکمت و مصلحت ہے۔ اسلام کی چودہ سو سال کی تاریخ مزید اس کی صداقت کا ثبوت ہے، جہاں دنیا کے چپہ چپہ پر ہر رنگ و نسل کے لوگوں میں کلمہ گویوں کے لئے یہ تعداد بالکل کافی اور حسب حال رہی ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

اس مقام پر ایک شبہ کو رفع کرنا ضروری ہے۔ یہ واضح ہو جانے کے بعد کہ ایک عورت کی جنسی تسکین کے لئے ایک مرد بالکل کافی ہے۔ اور مرد جس کی شہوانی قوت عورت سے بڑھی ہوئی ہے اس کے لئے بیک وقت چار بیویوں کی آخری حد بالکل عقلی اور سائنٹفک ہے جس کے بعد اس کے لئے مزید ادھر ادھر جھانکنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ سوال کیا جا سکتا ہے کہ اسلام کے صدر اول میں جب کہ مرد کو اپنی بڑھی ہوئی شہوانی قوت کی تسکین کے لئے چار بیویوں کے علاوہ لونڈیوں اور باندیوں کی سہولت میسر تھی اور آج سے چند سو سال پہلے تک مسلمان معاشروں میں مرد کو یہ سہولت کسی نہ کسی درجہ میں حاصل رہی تو آج جب کہ غلامی کے دور خاتمہ کے ساتھ لونڈیوں اور باندیوں کے رواج کا بھی قانونی طور پر خاتمہ ہو گیا ہے تو اگر

---

[1] حوالہ سابق / ۱۸۶۔

ایک مرد آج چار بیویوں کے ساتھ اپنے اس حق کا بھی اظہار یا اس کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا کیا جواب ہے؟ اس سلسلے میں پہلی بات یہ، جیسا کہ عرض کیا گیا، کہ صدر اسلام میں بھی جبکہ غلامی کے رواج کے ساتھ لونڈیوں اور باندیوں کا عام چلن تھا، معاشرہ کے ہر فرد کو بیوی کے علاوہ لونڈی اور باندی کی سہولت میسر نہ تھی۔ لیکن اس صورت میں بھی اس کے لئے رشتۂ ازدواج سے باہر جنسی تعلق کی کوئی گنجائش نہ رکھی گئی تو ایسے زمانہ میں جب کہ غلامی کے خاتمہ کے ساتھ لونڈیوں اور باندیوں کا رواج ہی بالکل ختم ہو گیا ہو، یہ صورت بدرجہ اولیٰ قائم ہو گی۔

دوسری بات یہ کہ اسلامی فلسفۂ حیات میں جنسی تسکین کی اصلی اور دائمی صورت شادی ہے جس کے لئے اسلام نے مرد کے لئے بیک وقت، جیسا کہ تفصیل گزری، چار بیویوں کی گنجائش رکھی ہے۔ صدر اسلام یا اس کے بعد کے ادوار میں لونڈی اور باندی کی سہولت ایک ضمنی اور عارضی سہولت تھی۔ اور عارضی سہولت کا مطلب ہی ہوتا ہے کہ حالات کی تبدیلی کے ساتھ وہ چیز خود بخود ختم ہو سکتی ہے۔ بعد کے زمانے میں کسی شخص کے اس کے دوبارہ مطالبہ یا استحقاق کا دعویٰ نہیں رہتا۔ لونڈیوں اور باندیوں کی اجازت کا معاملہ اپنی جگہ، اسلام میں چار بیویوں کی اجازت بھی مطلق اور الل ٹپ نہیں ہے کہ معاشرہ کا ہر مرد خواہ وہ جس حال اور جن مسائل کے بھی ساتھ ہو بہرصورت اپنے لئے چار بیویوں کے استحقاق کا دعویٰ کرے۔ اسلامی معاشرہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ نگاہ رکھے کہ اس اجازت کا غلط استعمال نہ ہو اور یہ رخصت مصالح کے حصول کے بجائے مفاسد کا پیش خیمہ نہ بننے پائے۔ اسلام وہ آخری نظریہ ہے جو غلامی کو گوارہ کر سکتا اور غلامی کے ادارے کو انگیز کر سکتا ہے۔ دنیا سے غلامی کے خاتمہ اور غلاموں کی حالت کو بہتر بنانے اور انھیں اونچا اٹھانے میں اس کا تاریخی کردار بے مثال ہے[۱]۔ لیکن اگر خدانخواستہ دنیا کی حالت میں کوئی غیر متوقع تبدیلی رونما ہوتی ہے اور اس کو روکنے اور اس پر بند لگانے کی اسلام کی تمامتر کوششوں اور اس کے تمام ترجتن کے باوجود غلامی کو دوبارہ

۱؎ اس کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری کتاب 'اسلام کا تصور مساوات' میں غلامی کی بحث، صفحات ۲۳۰، ۲۳۱۔ مطبوعہ: مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی۔ بار اول ۱۹۸۵ء

رواج حاصل ہو جاتا ہے تو لونڈیوں اور باندیوں کے سلسلے میں اس کی سابقہ رخصت دوبارہ بحال بھی ہو سکتی ہے، لیکن جب تک یہ حالات نہیں ہیں، جن کا نہ ہونا ہی اسلام کے لئے عین مطلوب ہے، اس وقت تک کسی کے لئے اس دعوٰی اور اس استحقاق کی کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ بیویوں کے ساتھ لونڈیوں اور باندیوں کی سہولت میسر نہیں ہے تو شادی کے علاوہ جنسی تسکین کے دوسرے راستے بھی کھلے ہونے چاہئیں۔

موجودہ دَور میں غلامی کا نام لئے بغیر غلامی کی بہت سی صورتوں کا چلن ہے اور لونڈیوں اور باندیوں کے قدیم رواج سے بھی بدتر عورتوں کی جسم فروشی اور ان کی باقاعدہ تجارت کی شکلیں رائج ہیں، لیکن بہر حال یہ حالات کی مجبوری اور دوسرے اسباب و عوامل کے تحت آزاد انسانوں کی تجارت ہے جسے اصطلاحی غلامی کے مرادف قرار نہیں دیا جا سکتا اس لئے اسلام کے نقطۂ نظر سے آج کے حالات میں مرد کی جنسی تسکین کا واحد جائز ذریعہ شادی ہے جس کی آخری حد بیک وقت چار بیویاں ہیں۔ اس سے ہٹ کر اگر کوئی شخص جنسی بے راہ روی اور صنفی آوارگی میں مبتلا ہوتا ہے تو اسلام کی نگاہ میں وہ بدترین جرم کا ارتکاب کرتا ہے اور اسلامی معاشرہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ آخرت سے پہلے دنیا میں اسے اپنے کیفر کردار تک پہنچانے کا اہتمام کرے۔ شادی سے باہر جنسی تعلق اسلام کے نزدیک شرک و کفر کے ہم پلہ گناہ ہے۔ اور اس کے سلسلے میں کسی قسم کی نرمی اور مداہنت اس کے لئے ناقابل تصور اور ناقابل قبول ہے۔ ایک عورت کے لئے ایک مرد اور ایک مرد کے لئے چار عورتیں یہ آخری حد ہے اور اس کے اندر رہتے ہوئے ہی کوئی مرد اور عورت اسلام کے سایۂ رحمت سے استفادے کے استحقاق کا دعوٰی کر سکتا ہے۔

متعہ کی دائمی حرمت

صدر اسلام میں لونڈیوں اور باندیوں کی وقتی سہولت کی طرح مرد کی جنسی تسکین کی ایک عارضی صورت 'متعہ' یعنی وقتی نکاح کی بھی حاصل تھی۔ 'متعہ' یعنی موقت نکاح جو ایک خاص مدت کے لئے ہوتا تھا، اور جو اس مدت سے گزر جانے کے بعد طلاق کے بغیر خود بخود ختم ہو جاتا تھا اور اس میں میراث بھی جاری نہیں ہوتی تھی[1]

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ابتدائے اسلام میں جب کہ شریعت تکمیلی مراحل سے گزر رہی تھی، انتہائی گرم علاقے کی رہنے والی جنسی لحاظ سے دنیا کی سب سے حساس قوم عرب کے لئے اس وقت کے ناگزیر جنگی ماحول میں جب کہ مردوں کو طویل وقفوں کے لئے اکثر و بیشتر اور بار بار اہل و عیال اور وطن سے دور رہنا پڑتا تھا، متعہ کی یہ عارضی سہولت جو معمولی کپڑے اور چادر یہاں تک کہ مٹھی بھر کھجور، اور مٹھی بھر آٹے کے عوض بھی قائم ہو جاتی تھی[۱] صرف ایک خاص وقت کے لئے جب کہ دینداری اور اسلام سے ہم آہنگی اپنے نقطۂ کمال کو نہیں پہنچی تھی، لوگوں کو حاصل رہی۔ اور یہ اجازت بھی علانیہ اور مطلق نہ تھی بلکہ یہ اس شخص کے لئے تھی جس کے لئے اس درجہ کا جنسی اضطرار پیدا ہو جائے جس طرح کے اضطرار میں مثال کے طور پر ایک شخص کو اپنی جان بچانے کے لئے مردار، خون اور سور کا گوشت کھانا جائز ہو جاتا ہے[۲]۔ روایات کے استقصاء سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ یہ اجازت تمام تر سفر کے حالات کے لئے تھی، حضر سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا[۳]۔ اس کے عارضی اور بالکل ہنگامی معاملہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس سے نسبت کا ثبوت نہیں ہوتا تھا[۴]۔ طلاق کے بغیر خود بخود متعینہ مدت کے بعد ختم ہو جانے والے اس نکاح کے اندر عدت کا بھی کوئی سوال نہیں ہوتا تھا[۵]۔

یہ عارضی اجازت سب سے پہلے ۷ھ میں خیبر کے موقع پر ختم کی گئی جس میں بعض دوسرے احکام کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر متعہ کی ممانعت فرمائی[۶]۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ ملاحظہ ہو) ۔۔۔ ؎۱ شرح نووی للمسلم مع المسلم: ۱/۴۵۰۔ اصح المطابع۔ دہلی۔

؎۱ صحیح مسلم: ۱/۴۵۰، ۴۵۲ ۔۔۔ ؎۲ ابن ابی عمرہ انصاری کی ایک مجلس میں ایک صاحب کے جواب میں ان کی وضاحت ملاحظہ ہو صحیح مسلم: ۱/۴۵۰ محولہ بالا ۔۔۔ ؎۳ نووی مع المسلم: ۱/۴۵۰۔ نیز نیل الاوطار للشوکانی: ۶/۱۳۶۔

؎۴ احکام القرآن للجصاص: ۲/۱۸۱۔ ۔۔۔ ؎۵ فتاویٰ ابن تیمیہ: ۳۲/۱۰۷، ۱۰۸۔

؎۶ موطا امام مالک جلد ۲۔ کتاب النکاح، باب المتعۃ، بخاری جلد ۲۔ کتاب النکاح، باب نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نکاح المتعۃ اخیرا، مسلم جلد ۲۔ کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ وبیان انہ ابیح ثم نسخ ثم ابیح ثم نسخ واستمر تحریمہ الی یوم القیامۃ۔ نیز: ترمذی جلد ۲۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۸ھ میں اوطاس کے سال تین روز کے لئے یہ رخصت پھر بحال ہوئی[1] آخری طور پر اسی سال فتح مکہ کے وقت جب کہ مسلمان فوج کا وہاں پندرہ دن قیام رہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے متعہ کی اجازت ملی۔ لیکن قبل اس سے کہ لوگ وہاں سے واپس ہوں یہ اجازت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دی گئی[2]۔ چنانچہ حضرت سبرۃ جہنی رضی اللہ عنہ جو اس واقعہ کے راوی ہیں ان کی دوسری روایت میں متعہ کی حرمت کے سلسلے میں قیامت کے دن تک کی صراحت ہے۔ حضرت سبرۃ رضی اللہ عنہ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کا حوالہ دیتے ہوئے آپ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:

فقال یا ایھا الناس	آپ نے فرمایا: اے لوگو میں نے تم کو
انی قد کنت اذنت لکم فی	(اب تک) عورتوں سے متعہ کی اجازت دے رکھی
الاستمتاع من النساء	تھی۔ اللہ نے اب اُسے قیامت تک کے لئے حرام
وان اللّٰہ قد حرم ذٰلک	قرار دیدیا ہے۔ تو اب جس کسی کے پاس اس
الی یوم القیامۃ فمن	طرح کی کوئی بھی عورت ہو تو اسے آزاد کر دے
کان عندہ منھن شئی	اور تم نے ان کو جو کچھ دیا دلایا ہو تو اس میں سے
فلیخل سبیلہ ولا تاخذوا	کچھ واپس نہ لو۔
مما آتیتموھن شیئا[3]	

سبرۃ جہنی رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں بھی قیامت تک کے الفاظ کی صراحت ہے فرماتے ہیں:

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم	رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ ملاحظہ ہو:) ابواب النکاح، باب ماجاء فی نکاح المتعۃ، نسائی جلد ۲۔ کتاب النکاح، باب تحریم المتعۃ، سعیدا: سنن الدارمی علی حاشیۃ المنتقی، کتاب النکاح، باب النھی عن متعۃ النساء۔ اسی سال عمرۃ القضا کے موقع پر بھی اس کی اجازت کی بات کہی گئی ہے۔ نووی مع المسلم: ۴۵۰/۱، ۴۵۱ نیز نیل الاوطار: ۱۳۶/۶، ۱۳۷۔

[1] مسلم، حوالہ سابق۔ نیز ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب النھی عن نکاح المتعۃ، سنن الدارمی، کتاب النکاح باب النھی عن متعۃ النساء [2] مسلم، حوالہ مذکور [3] مسلم، حوالہ سابق

نهى عن المتعة وقال الا انها حرام من يومكم هذا الى يوم القيامة ومن كان اعطى شيئا فلا يأخذه۔[1]

ممانعت فرما دی اور یہ ارشاد فرمایا کہ سن لو یہ چیز تمہارے لئے آج کے دن سے قیامت تک کے لئے حرام ہے۔ اور جس کسی نے اس طرح کی کسی عورت کو کچھ بھی دیا دلایا ہو تو اسے واپس نہ لے۔

سبرۃ جہنیؓ ہی کی دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر بھی متعہ کی ممانعت فرمائی تھی۔ "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نهى عنها فی حجة الوداع"[2] اس کی صحیح توجیہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر صرف اس ممانعت کی تجدید فرمائی تھی۔ متعہ کی حرمت کا قطعی اور آخری اعلان فتح مکہ کے وقت ہی کر دیا گیا تھا۔ اوطاس کے موقع پر چونکہ لوگوں کا مجمع غیر معمولی تھا اور اس کی توقع تھی کہ جو لوگ وہاں موجود ہیں ان کے ذریعہ یہ بات ان بہت سے لوگوں تک پہنچ جائے گی جو وہاں موجود نہیں ہیں۔ اور چونکہ دین کی تکمیل اور شریعت کی حدبندی کا یہ آخری موقع تھا اسی لئے جس طرح بہت سی دوسری چیزوں کے سلسلے میں اس موقع پر آپ نے ہدایات کیں اور حلال وحرام کی تفصیل بتائی۔ متعہ کے متعلق بھی آخری طور پر آپ نے اعلان کر دینے کو مناسب خیال کیا تاکہ قیامت تک کے لئے اس کی حرمت کی بات ایک بار پھر لوگوں کے ذہن میں تازہ [illegible][3] متعہ کی حلت وحرمت کی تفصیل کرتے ہوئے امام نوویؒ مزید فرماتے ہیں:

والصواب المختار أن التحريم والاباحة كانتا

صحیح اور پسندیدہ بات یہ ہے کہ (متعہ کی) حرمت اور اجازت دو بار کا واقعہ ہے۔ چنانچہ خیبر سے پہلے یہ

---

[1] مسلم، حوالہ مذکور۔ [2] ابوداؤد جلد ۱ کتاب النکاح، باب فی نکاح المتعۃ، سنن الدارمی، کتاب النکاح، باب النهی عن متعۃ النساء نیز مسند احمد بحوالہ نیل الاوطار: ۶/۱۳۴۔

[3] شرح نووی للمسلم مع المسلم ۱/۴۵۰۔

مرتین فکانت حلالا قبل خیبر ثم حرمت یوم خیبر ثم ابیحت یوم فتح مکة وھو یوم اوطاس لاتصالھما ثم حرمت یومئذ بعد ثلاثة ایام تحریما مؤبدا الی یوم القیامة واستمر التحریم۔[1]	چیز حلال تھی پھر اسے خیبر کے دن حرام قرار دیا گیا پھر فتح مکہ کے دن اس کی اجازت دی گئی اور اسی کا دوسرا نام اوطاس کا دن ہے اس لئے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے۔ پھر اسے اسی موقع پر تین دنوں کے بعد ہمیشہ ہمیشہ اور قیامت تک کے لئے حرام قرار دیدیا گیا۔ اور یہ حرمت اسی طرح برابر قائم ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری حدیث سے بھی متعہ کی یہی حیثیت سامنے آتی ہے کہ معاشرتی احکام کی تکمیل سے پہلے کا وہ ایک عارضی حکم تھا۔ ان احکام کی تکمیل کے بعد اس کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند ہوگیا۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] نووی شرح مسلم، حوالہ سابق۔ اوطاس طائف میں ایک وادی کا نام ہے۔ اس غزوہ کی شہرت اسی نام سے ہوئی۔ غزوہ اوطاس اور فتح مکہ دونوں کا سال ایک ہی ہے۔ نووی بر مسلم ۱/۱۵۱۱ھ۔ فتح مکہ ۸ھ میں رمضان میں پیش آیا۔ اس کے بعد شوال کے مہینے میں لوگ اوطاس کے لئے نکلے۔ جب فتح مکہ کے موقع پر آخری طور پر متعہ کی حرمت کا اعلان کر دیا گیا تھا تو اس کے بعد اوطاس کے وقت پھر تین دن کی اجازت کے کیا معنی ہیں۔ صحیح توجیہ وہی معلوم ہوتی ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ آخری حرمت فتح مکہ ہی کے موقع پر ہو گئی تھی۔ چونکہ فتح مکہ اور اوطاس دونوں کا زمانہ بالکل قریب ہے اس لئے راوی نے فتح مکہ ہی کو دوسرا نام اوطاس کا دیدیا۔ فتح الباری: ۹/۱۴۳-۱۴۴۔ اوپر فتح مکہ کے سلسلے میں جو پندرہ دن کے موقع کی روایت ہے اس کی یہ توجیہ آسانی سے کی جا سکتی ہے کہ ابتدا میں یہ اجازت تین دن کی رہی ہو جیسا کہ اوطاس والی روایت میں ہے بعد میں اسے بڑھا کر پندرہ دن کر دیا گیا ہو۔ رمضان میں فتح مکہ کی آخری اور حتمی حرمت کے بعد شوال میں اوطاس میں اس اجازت کی دوبارہ بحالی کا کوئی موقع سمجھ میں نہیں آتا۔

فرماتے ہیں:

هدم المتعة الطلاق	طلاق، عدت اور میراث کے احکام نے
والعدة والميراث[1]	متعہ کی عمارت ڈھا دی۔

صحیح ابن حبان کے علاوہ یہ روایت دارقطنی کی بھی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس کو "حسن" قرار دیا ہے[2]۔ اسی معنیٰ میں افقہ صحابہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ قول بھی ہے۔

نسختها آية الطلاق	طلاق، عدت اور میراث کی آیتوں سے
والعدة والميراث[3]	متعہ منسوخ ہو چکا ہے۔

واقعہ کی یہی صحیح صورت ہے جس کے پیش نظر لسان حق ترجمان حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا تھا۔ آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ آپ جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو لوگوں کے سامنے تقریر فرمائی۔ اس میں آپ نے صاف طریقے پر فرمایا:

فقال ان رسول الله	آپؓ نے فرمایا۔ رسول خدا صلی اللہ
صلى الله عليه وسلم اذن	علیہ وسلم نے ہمیں متعہ کی اجازت صرف تین دن
لنا في المتعة ثلاثا ثم	کے لئے دی تھی۔ بخدا میرے علم میں کوئی بھی شخص
حرمها والله لا اعلم	ایسا آئے جو متعہ کرتا ہو دریں حالیکہ وہ شادی
احدا يتمتع وهو محصن	شدہ ہو تو میں اسے سنگسار کئے بغیر نہیں
الا رجمته بالحجارة الا ان	رہوں گا۔ سوائے اس کے کہ وہ (اپنی تائید
يأتيني باربعة يشهدون	میں) چار اشخاص کو لائے جو اس کی گواہی دیں
ان رسول الله صلى الله عليه وسلم	کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حرام ٹھہرا دینے

---

[1] رواہ ابن حبان فی صحیحہ بحوالہ فتح الباری: ۹/۱۳۴، ۱۲۷۔ قال الحافظ ولہ شاہد صحیح عن سعید بن المسیب اخرجہ البیہقی فتح: ۹/۱۲۷۔ نیز نیل الاوطار ۶/۱۳۶۔ [2] نیل الاوطار: ۶/۱۳۶۔

[3] المبسوط للسرخسی ۵/۱۵۲، مطبعۃ السعادۃ، مصر ۱۳۲۴ھ، طبع اول۔

احلها بعد اذ حرمها۔[1] کے بعد اس کے حلال ہونے کی بھی گنجائش رکھی تھی۔

دوسرے موقع پر فرمایا:

ولو کنت تقدمت فیها لرجمت۔[2] اگر میری پیشگی ممانعت اور اسکے اعلانِ عام کے بعد کوئی شخص اسکا ارتکاب کرے تو میں اسے لازماً سنگسار کردونگا۔

دوسری جگہ اس کا اضافہ ہے:

ولو ادرکته میتاً لرجمت قبره۔[3] اگر وہ مردہ حالت میں میرے ہاتھ لگے تو میں اس کی قبر کو سنگسار کروں گا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

لا اوتی برجل نکح امرأة الی اجل الارجمته[4] میرے پاس جو کوئی آدمی بھی ایسا لایا گیا جو کسی عورت سے کسی خاص مدت کے لیے شادی کرے تو میں اسے سنگسار کیے بغیر نہیں رہوں گا۔

امت میں حضرات اہل بیت کے خاص مرجع حضرت علیؓ ہیں۔ ان کی طرف سے بھی صاف صراحت ہے کہ متعہ منسوخ ہے۔[5] شیعہ حضرات میں متعہ کی اجازت کا کل دارومدار حضرت ابن عباسؓ کی روایت پر ہے۔ ان کے سلسلے میں بھی صحیح روایت یہ ہے کہ وہ متعہ کی ممانعت اور حرمت کے قائل تھے۔[6] کسی غلط فہمی کی بنا پر کچھ دنوں تک ان کی طرف سے

---

[1] ابن ماجہ ، ابواب النکاح ، باب النھی عن نکاح المتعہ ، علامہ شوکانی نے اس روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے ۔ نیل الاوطار ۶/۱۳۸ ۔ [2] موطا جلد ۲ ۔ کتاب النکاح ، باب نکاح المتعۃ ، المبسوط للسرخسی ۵/۱۵۲ ۔ نیز ، احکام القرآن للجصاص : ۲/۱۸۴ ۔ ترجمہ کے لئے موطا امام محمد ۲۶۱ لکھنؤ ۱۲۹۷ھ پیش نظر ہے

[3] المبسوط : ۵/۱۵۳ ۔ [4] مفاتیح الغیب : ۳/۲۰۱ ۔

[5] بخاری جلد ۲ ۔ کتاب النکاح ، باب نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نکاح المتعۃ اخیراً نیز ، نیل الاوطار ۶/۱۳۶ ۔ [6] احکام القرآن للجصاص : ۲/۱۸۰ ۔

اس کی اجازت بھی تھی۔ تو صحیح صورت حال کے واضح ہو جانے کے بعد انھوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا[1]۔ چنانچہ حضرت جابر بن یزیدؒ کی صاف روایت ہے کہ اس دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے پہلے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنے متعہ کے قول سے رجوع کر چکے تھے[2]۔ جامع ترمذی میں متعہ کے سلسلے میں ان کی یہ روایت اس نسبت سے ان کے موقف کی وضاحت کے لئے بالکل کافی ہے:

عن محمد بن کعب عن ابن عباس قال: انما كانت المتعة فی اول الاسلام كان الرجل يقدم البلدة ليس له بها معرفة فيتزوج المرأة بقدر ما يرى انه يقيم فتحفظ له متاعه وتصلح له شيئه حتى اذا نزلت الاية الا على ازواجهم او ما ملكت ايمانهم قال ابن عباس فكل فرج سواهما حرام[3]۔

محمد بن کعب حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت موصوف فرماتے ہیں: متعہ کا معاملہ دراصل اسلام کے ابتدائی زمانہ میں تھا۔ آدمی کسی نئی جگہ آتا جہاں کے حالات سے اسے کچھ واقفیت نہ ہوتی تو جس مدت تک اس کا وہاں ٹھہرنے کا ارادہ ہوتا اس کے لئے کسی عورت سے شادی کر لیتا جو اس کے لئے اس کے مال و متاع کی نگرانی کرتی اور اس کی چیزوں کو اس کے لئے درست رکھتی۔ یہاں تک کہ جب آیت کریمہ "سوائے اپنی بیویوں کے اور اپنی باندیوں کے" الخ۔ نازل ہوئی تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اب ان دونوں کے علاوہ ہر شرمگاہ (ہمیشہ کے لئے) حرام ہے۔

---

[1] حوالہ سابق۔ نیز: معالم السنن للخطابی: ۳/۱۹۰۔ المغنی لابن قدامۃ: ۶/۶۴۵۔ فتح الباری: ۹/۱۳۹۔

ایضاً: نیل الاوطار: ۶/۱۳۵، ۱۳۶۔ [2] المبسوط: ۵: ۱۵۲۔

[3] ترمذی: جلد ۲۔ ابواب النکاح، باب ماجاء فی نکاح المتعۃ، قال الحافظ ابن حجر اسنادہ ضعیف فتح الباری: ۹/۱۳۶۔ فقیہ امت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت محمد باقرؒ کے صاحبزادے جعفر بن محمد جو اہل بیت کی محترم شخصیت اور حضرات اہل تشیع کے بارہ ائمہ معصومین میں ان کے چھٹے امام ہیں جنھیں عام طور پر جعفر صادقؒ کے نام سے جانا جاتا ہے، امام بیہقی کی روایت ہے کہ ان سے متعہ کی بابت سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا:

ھی الزنا بعینه [۱]	یہ تو ہو بہو زنا ہے۔

انہی احادیث و آثار کی بنا پر علما کی پوری جماعت متعہ کی حرمت کی قائل ہے۔ اور روافض کے سوا امت کے کسی طبقے کا اس کے سلسلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ صحیح مسلم کے شارح امام نوویؒ قاضی عیاضؒ کے حوالے سے صراحت کرتے ہیں:

ووقع الاجماع بعد ذلك على تحريمها من جميع العلماء الا الروافض۔ [۲]	اس کے بعد اس کی حرمت پر تمام علما کی طرف سے اجماع ہو چکا ہے۔ صرف روافض کا اس سے استثنا ہے۔

آگے اسی سلسلے میں مزید فرماتے ہیں:

واجمعوا على انه متى وقع نكاح المتعة الآن حكم ببطلانه سواء كان قبل الدخول	تمام علما کا اس پر اجماع ہے کہ اب اگر متعہ کے نکاح کا کوئی واقعہ سامنے آتا ہے تو اس کے باطل ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔ بلالحاظ اس کے کہ اس کا علم شوہر کی بیوی سے ملاقات سے پہلے

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ ملاحظہ ہو) بھی محولہ آیت کریمہ (مومنون: ۵ تا ۷، معارج: ۲۹، ۳۱) کے ٹکڑے فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ سے استدلال کرتے ہوئے کسی بھی صورت سے عورتوں کے متعہ کے خلاف ہیں۔ آیت کریمہ کے بموجب بیویوں اور باندیوں کے علاوہ دوسرے کسی طریقے سے کسی مسلمان کا جنسی تسکین حاصل کرنے کی کوشش کرنا اس حد کو پھاندنے میں شامل ہے جس کے خلاف آیت بالا میں تہدید ہے (روایت حاکم جس کی انھوں نے تصحیح کی ہے بحوالہ: عین الاصابة فیما استدرکته السیدة عائشةؓ علی الصحابةؓ للسیوطی/۱۳۔ تصحیح و تعلیق، علامہ سید سلیمان ندوی م ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۳ء۔ ملحقہ: سیرت عائشہؓ، مطبع معارف، اعظم گڑھ ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء۔

[۱] فتح الباری: ۹/۱۳۸۔ نیز: نیل الاوطار: ۶/۱۳۶۔ [۲] شرح نووی للمسلم مع المسلم: ۱/۴۵۰

او بعد؎ ہو یا بعد میں۔

امام خطابیؒ نے بھی بعض روافض کے علاوہ متعہ کی حرمت پر پوری امت کا اجماع نقل کیا ہے؎۔

عارضی نکاح کی جملہ صورتوں کی نفی

متعہ کی حرمت کے ساتھ ہی اسلام نے عارضی نکاح کی دوسری تمام صورتوں کی نفی کر دی ہے۔ اسلام شادی کے سلسلے میں مرد اور عورت دونوں کو تاکید کرتا ہے کہ وہ اس رشتے کو مستقل بنیادوں پر استوار کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور اسے وقتی اور عارضی لذت کے حصول کا ذریعہ بنانے کے بجائے اس سے پائدار طریقہ پر نکاح کے مقاصد کو حاصل کریں گے۔

محصنین غیر مسافحین (نساء ۲۴)	مستقل عفت مآبی کے حصول کا ارادہ رکھتے ہوئے، عارضی لطف اندوزی کے لئے نہیں۔
محصنین غیر مسافحین ولا متخذی اخدان (مائدہ: ۵)	مستقل عفت مآبی کے حصول کا ارادہ رکھتے ہوئے، عارضی لطف اندوزی کے لئے نہیں۔ اور نہ وقتی آشنائیاں پیدا کرنے کے لئے۔

یہ معاملہ مردوں کا تھا۔ عورتوں کے سلسلے میں بھی اسی بات کی تاکید کی گئی۔ صدرِ اول میں جب کہ مردوں کے لئے اپنے مخصوص حالات کے پیش نظر آزاد عورتوں سے شادی نہ کرنے کی صورت میں لونڈیوں اور باندیوں سے شادی کی اجازت رکھی گئی، قرآن نے ان کے سلسلے میں شادی کے وقت اسی قید کا اعادہ کیا:

محصنات غیر مسافحات ولا متخذات اخدان ۝ (نساء: ۲۵)	مستقل عفت مآبی کی خواہش مند، عارضی لطف اندوزیاں کرنے والی نہیں، نہ وقتی آشنائیاں کرنے والی۔

؎ نووی، حوالہ سابق؛ نیز نیل الاوطار ۱۳۶/۶۔

؎ معالم السنن للخطابی: ۱۹۰/۳۔ نیز۔ نیل: ۱۳۶/۶۔

'احصان' کا مطلب پاکبازی اور عفت مآبی کی طلب ہے۔ 'اخدان' 'خدن' کی جمع ہے۔ جس کے معنی دوست کے ہیں 'مسافحین' 'سفح الماء' سے ہے جس کا مطلب صرف نطفے کو بہانا ہے[1] شادی کے سلسلے میں ان قیود کے اضافہ کا مطلب ہے کہ اس مقدس رشتہ کو محض وقتی اور عارضی شہوت رانی کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیئے۔ بلکہ اسے پائدار رشتہ قرار دے کر جیسا کہ وہ فی الواقع ہے اسے اس کے مطلوبہ مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہئے۔ دوسرے موقع پر قرآن نے نکاح کو ایک بھاری عہد سے تعبیر کیا ہے:

واخذن منکم میثاقا غلیظًا ۝ (نساء:۲۱)	اور ان (عورتوں) نے تم سے ایک بڑا بھاری عہد ٹھہرایا۔

اس کا بھی صاف مطلب ہے کہ نکاح کوئی ہلکا اور معمولی معاملہ نہیں ہے۔ جسے بے پروائی کے ساتھ باندھا اور توڑا جاتا رہے۔ بلکہ یہ ایک انتہائی مہتم بالشان عہد ووفا کا پیمان ہے۔ معاملہ کے دونوں فریقوں کو ہمیشہ اس کی اس حیثیت کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔

معلوم ہے کہ اسلام میں شوہر اگر بیوی کو تیسری بار طلاق دیدے تو وہ اس سے ہمیشہ کیلئے جدا ہو جاتی ہے۔ اب دوبارہ اس کے حبالۂ عقد میں آنے کی ایک ہی صورت ہے کہ اس عورت کا کسی دوسرے شخص سے معروف طریقے پر اور نکاح کے مقاصد کی تکمیل کی نیت کے ساتھ نکاح ہو جائے اور ان دونوں کے درمیان زن وشوئی تعلقات حسب معمول خوشگواری کے ساتھ قائم ہو جائیں۔ بعد میں معقول وجوہ سے جب کہ ان کے درمیان نباہ کی کوئی صورت نہ رہے شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیدے۔ اب اس کے بعد وہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جاتی ہے۔ اور وہ دونوں دوبارہ نکاح کے رشتے میں جڑ سکتے ہیں۔ اسلام میں 'حلالہ' کی یہی صورت ہے۔ لیکن بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو غصے یا ناسمجھی اور جلد بازی میں تین طلاقیں دیدیتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اسے بے چینی لاحق ہوتی ہے کہ کسی صورت سے عورت دوبارہ اس کے نکاح میں آجائے اور

---

[1] فتاوی ابن تیمیہ: ۳۲/۱۲۱، ۱۲۳۔ نیز مفاتیح الغیب: ۳/۱۹۸، ۲۴۲، ۲۴۷۔

ان دونوں کا پرانا رشتہ پھر بحال ہو جائے۔ اس کے لئے "حلالہ" کی رخصت کو غلط طریقے پر استعمال کرتے ہوئے کھلے بدے انداز سے کسی شخص سے نام کے لئے نکاح کر دیا جاتا ہے جو اگلے دن عورت کو طلاق دے کر اسے دوبارہ اپنے سابق شوہر کے لئے حلال کر دیتا ہے۔ اسلام "حلالہ" کی اس من گھڑت صورت کو انتہائی سخت گناہ قرار دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف و متعدد احادیث میں ایسے حلالہ کرنے والے اور وہ شخص جس کے لئے حلالہ کی یہ صورت نکالی جائے ان دونوں کو اپنی طرف سے لعنت کا مستحق گردانا ہے۔ سنن ابن ماجہ میں اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت علیؓ کی روایت کے الفاظ ہیں:

لعن رسول اللّٰہ	رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت
صلی اللّٰہ علیہ وسلم	فرمائی ہے حلالہ کرنے والے کو ساتھ ہی اس کو
المحلل والمحلل له [1]	جس کے لئے حلالہ کیا جائے۔

دوسرے موقع پر ایسا شخص جس سے حلالہ کرانے کا یہ کام لیا جائے آپؐ نے اسے کرایہ کا سانڈ قرار دیا ہے۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الا اخبرکم بالتیس	لو میں تمہیں بتاتا ہوں کرائے کا سانڈ
المستعار [2]	کون ہوتا ہے؟
هو المحلل لعن اللّٰه	یہ حلالہ کرنے والا شخص ہے۔ اللہ تعالیٰ
المحلل والمحلل له۔ [2]	لعنت فرماتا ہے حلالہ کرنے والے کو ساتھ اس کو

---

۱ ابن ماجہ: ابواب النکاح ،باب المحلل له: نیز ابوداؤد: جلد ۲۔ کتاب النکاح باب فی التحلیل۔ ترمذی جلد ۱ ابواب النکاح، باب ما جاء فی المحل والمحلل له۔ نیز مسند احمد: ۱/ ۴۵۰، ۴۵۱ - ۲/ ۳۲۳۔

۲ ابن ماجہ ابواب النکاح ،باب المحلل والمحلل له۔ ابن ماجہ کی یہ دونوں روایتیں سند کے لحاظ سے صحیح ہیں اور ان پر مختلف پہلوؤں سے جو کلام کیا گیا ہے وہ فی الجملہ صحیح نہیں ہے۔ اعلام الموقعین: ۳/ ۴۲، ۴۳۔ نیز ابن کثیر: ۱/ ۲۷۹، ۲۸۰۔

جس کے لیے حلالہ کیا جائے۔[1]

اس طرح کے حلالہ کے بدترین گناہ اور بدترین جرم ہونے کی یہی صورت ہے جس کے پیشِ نظر لسانِ حق حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں اعلان کر دیا تھا کہ:

لا اوتی بمحلل ومحلل له الا رجمتهما۔[1]	میرے پاس جو کوئی بھی حلالہ کرنے والا، جس کے لیے حلالہ کیا جائے، لایا گیا تو میں ان دونوں کو سنگسار کیے بغیر نہیں رہوں گا۔

امت کی پوری تاریخ میں قرآن و سنت کے صحیح مزاج سے ہم آہنگ اور شریعت اسلامی کی جو بے لاگ ترجمانی علامہ ابن تیمیہ ۷۲۸ھ نے کی ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ حلالہ کے اس طرح کے نکاح کے سلسلے میں آپ کا کہنا ہے کہ یہ مختلف اور متعدد وجوہ سے نکاح متعہ سے بھی بدتر ہے۔[2] حلالہ کے سلسلے میں یہی موقف ان کے شاگرد رشید علامہ ابن قیم ۷۵۱ھ کا بھی ہے۔[3]

اب عارضی نکاح کی صرف ایک صورت رہ جاتی ہے اور وہ یہ کہ آدمی سفر کی حالت میں نکاح تو کسی شرط کے بغیر مطلق طور پر کرے البتہ اس کی نیت میں یہ بات ہو کہ ایک مدت کے بعد یا جب اس کی ضرورت پوری ہو جائے گی تو وہ عورت کو طلاق دیدے گا۔ نکاح کی یہ صورت فقہا کی اکثریت کے نزدیک جائز ہے۔ اگرچہ بعض ائمہ نے اسے نکاح متعہ ہی میں شامل قرار دیا ہے۔ لیکن اکثریت کے نزدیک یہ نکاح شرعی طور پر درست اور جائز ہے۔ علامہ ابن قدامہ 'المغنی' میں اس مسئلہ کی تفصیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وان تزوجها بغير شرط الا ان فى نيته طلاقها	اگر کوئی مرد کسی عورت سے کسی شرط کے بغیر نکاح کرتا ہے البتہ اس کی نیت میں ہے

لہ المغنی لابن قدامہ: ۶/۶۴۸۔ فتاوی ابن تیمیہ: ۳۲/۹۳، ۱۹۶۔ اعلام الموقعین: ۳/۴۸۔ نیز تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۸۰۔

لہ فتاوی ابن تیمیہ: ۳۲/۱۰۸، نیز صفحات ۹۳ تا ۹۷، ۱۵۱ تا ۱۵۶۔

لہ اعلام الموقعین: ۳/۴۸۔

بعد شهر او اذا انقضت	کہ ایک مہینہ بعد یا جبکہ اس جگہ میں اس
حاجته فی هذا البلد	کی ضرورت پوری ہو جائے گی تو وہ اسے طلاق دیدے
فالنکاح صحیح فی قول عامة	گا تو عامۃ اہل علم کے قول کے مطابق یہ نکاح صحیح ہوگا
اهل العلم الا الاوزاعی قال	سوائے امام اوزاعی کے جن کا کہنا ہے کہ یہ متعہ کا
هو نکاح متعة والصحیح انه	نکاح ہوگا۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس میں کوئی
لا بأس به ولا تضر نیته	حرج نہیں ہے۔ اور اس کی اس نیت سے اس
ولیس علی الرجل	کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ مرد کے لئے لازم نہیں
ان ینوی حبس امرأته	ہے کہ وہ اپنی عورت کو ضرور ہی باندھے رکھے۔ یہ بات
وحسبه ان وافقته والا	کافی ہے کہ اگر وہ اس کے لئے سازگار رہی تو ٹھیک
طلقها۔[1]	ورنہ وہ اسے طلاق دیدے گا۔

بادی النظر میں یہ نکاح اور نکاح متعہ دونوں ایک معلوم ہوتے ہیں لیکن فی الواقع ایسا نہیں ہے۔ یہ ایک باریک مسئلہ ہے جس کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ اس مسئلہ کی تنقیح کرتے ہوئے اس سلسلے میں علما کی مختلف آرا اس طرح نقل کرتے ہیں:

واما نکاح المتعة اذا	متعہ کے نکاح کا معاملہ جب کہ کسی شخص کا ارادہ
قصد ان یستمتع بها الی	ہو کہ وہ عورت سے ایک مدت تک فائدہ اٹھائے گا پھر
مدة ثم یفارقها مثل	اسے الگ کر دیگا۔ مثال کے طور پر کوئی مسافر ہے
المسافر الذی یسافر	جو کسی مقام کا سفر کر رہا ہے جہاں اس کا کچھ
الی بلد یقیم به مدة	مدت ٹھہرنے کا ارادہ ہے۔ تو وہ شادی کر لیتا ہے
فیتزوج وفی نیته اذا عاد	اور اس کی نیت میں ہے کہ جب وہ اپنے وطن واپس
الی وطنه ان یطلقها ولکن	لوٹے گا تو اسے طلاق دیدے گا۔ لیکن نکاح کے عقد
النکاح عقده عقد اطلاقا	کو وہ مطلق طور پر باندھتا ہے۔ تو اس مسئلہ میں

---

[1] المغنی لابن قدامہ ۱۰/۶۴۵۔

فهذه فيه ثلاثة أقوال في مذهب احمد قيل[1] هو نكاح جائز، وهو اختيار ابي محمد المقدسي وهو قول الجمهور وقيل: انه نكاح تحليل لا يجوز وروي عن الاوزاعي، وهو الذي نصره القاضي واصحابه في الخلاف وقيل هو مكروه وليس بمحرم[2]

میں امام احمد کے مسلک میں تین باتیں کہی گئی ہیں۔ ایک بات یہ کہی گئی ہے کہ یہ نکاح جائز ہے۔ ابو محمد مقدسی کی یہ پسندیدہ رائے ہے اور جمہور علماء کا یہی قول ہے۔ دوسری بات یہ کہی گئی ہے کہ یہ نکاح حلالہ ہے اور جائز نہیں ہے۔ یہ رائے امام اوزاعی سے نقل کی گئی ہے۔ قاضی ابو یعلیٰ م ۴۵۸ھ اور ان کے اصحاب نے بھی اختلافی مسائل سے متعلق اپنی کتابوں میں اسی کی تائید کی ہے[1]۔ تیسری بات یہ کہی گئی ہے کہ یہ مکروہ ہے[2]۔ لیکن حرام نہیں ہے۔

آگے اس سلسلے میں اپنی ترجیحی رائے کی تفصیل کے ساتھ مسئلہ کی صحیح پوزیشن کو واضح کرتے ہیں:

---

[1] قاضی سے یہاں مراد شیخ الحنابلہ قاضی ابو یعلیٰ محمد بن الحسن الفراء المتوفی ۴۵۸ھ ہیں۔ حنابلہ میں جب مطلق قاضی بولے جاتے ہیں تو ان سے یہی قاضی مراد ہوتے ہیں۔ مسلک حنبلی میں زمانہ کے فرق کے ساتھ ان کی حیثیت وہی ہے جو حنفیہ میں امام محمد شیبانی کی ہے۔ فقہ حنبلی کی بعض کتابوں میں صرف دو روایتوں اور مسئلہ کی دو صورتوں کا تذکرہ ہوتا ہے صحیح مسلک کی تعیین نہیں ہوتی۔ دوسری بڑی کتابوں میں اختلافی مسائل کا ذکر تفصیل سے ہوتا ہے۔ اور راجح مسلک کی تعیین بھی ہوتی ہے۔ 'کتب الخلاف' سے یہی کتابیں مراد ہوتی ہیں۔ قاضی ابو یعلیٰ کی اس رنگ کی کتاب 'التعلیق' ہے۔ دیگر حنابلہ کی اس طرح کی کتابیں ابو الخطاب م ۵۱۰ھ کی "الانتصار" اور ابن عقیل م ۵۱۳ھ کی "عمدۃ الادلۃ" نیز قاضی یعقوب برزینی اور ابو الحسن بن زاغونی کی تعلیقات ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: الدکتور عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی: اصول مذاہب الامام احمد، دراسۃ اصولیۃ مقارنۃ/ ۷۸، ۷۹۔ مکتبۃ الریاض الحدیثۃ بالریاض الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۹۷ھ / ۱۹۷۷ء۔

[2] فتاویٰ ابن تیمیہ: ۳۲/ ۱۴۷

والصحيح ان هذا ليس بنكاح متعة ولا محرم، وذلك لانه قاصد للنكاح راغب فيه، بخلاف المحلل لكن لا يريد دوام المرأة معه وهذا ليس بشرط، فان دوام المرأة معه ليس بواجب بل له ان يطلقها فاذا قصد أن يطلقها بعد مدة فقد قصد امرا جائزا بخلاف نكاح المتعة فانه مثل الاجارة تنقضي بانقضاء المدة ولا ملك له عليها بعد انقضاء الاجل واما هذا فملكه ثابت مطلق وقد تتغير نيته فيمسكها دائما وذلك جائز له كما انه لو تزوج بنية امساكها دائما ثم بدا له طلاقها جاز ذلك ولو تزوجها بنية انها اذا اعجبته امسكها

صحیح بات یہ ہے کہ یہ نکاح متعہ نہیں ہے اور حرام نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ شخص نکاح کا ارادہ رکھتا ہے اور اس سے اس کو دلچسپی ہے۔ حلالہ کرنے کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ ہاں وہ اپنے ساتھ عورت کو ہمیشہ کے لئے رکھنے کا ارادہ نہیں رکھتا ہے۔ اور (نکاح کی صحت کے لئے) یہ شرط نہیں ہے۔ اس لئے کہ (اس مقصد سے مرد کے لئے) عورت کو اپنے ساتھ ہمیشہ کے لئے رکھنا واجب نہیں ہے۔ بلکہ اس کو اس کے طلاق دینے کا اختیار ہے۔ تو اگر وہ اس کا ارادہ رکھتا ہے کہ ایک مدت کے بعد وہ اس کو طلاق دیدے گا تو وہ ایک جائز معاملہ کا ارادہ رکھتا ہے۔ متعہ کے نکاح کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اس لئے اس کی مثال اجارہ کی سی ہے جو مدت کے ختم ہونے کے ساتھ خودبخود ختم ہو جاتا ہے اور وقت مقرر کے گزر جانے کے بعد مرد کو عورت کے اوپر کوئی اختیار باقی نہیں رہتا ہے۔ جہاں تک اس شخص کا معاملہ ہے تو اس کا اختیار ثابت ہے اور مطلق ہے۔ اور اس کی نیت بدل بھی سکتی ہے تو وہ عورت کو ہمیشہ کے لئے روک سکتا ہے۔ اور یہ اس کے لیے جائز ہے۔ جیسا کہ مثال کے طور پر وہ عورت سے اس نیت کے ساتھ نکاح کرتا ہے کہ وہ اس کو ہمیشہ کے لئے اپنے ساتھ رکھے گا پھر اسکی

والافارقها جاز ولكن هذا لا يشترط في العقد لكن لو شرط أن يمسكها بمعروف أو يسرحها بإحسان فهذا موجب العقد شرعا وهو شرط صحيح عند جمهور العلماء ولزمه موجب الشرع۔[1]

رائے بن جاتی ہے کہ اسے طلاق دیدے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ اسی طرح اگر وہ کسی عورت سے اس نیت سے نکاح کرتا ہے کہ اگر وہ اسے پسند آئی تو اسے اپنے ساتھ رکھے گا ورنہ اس کو الگ کردے گا تو یہ بھی جائز ہے۔ البتہ عقد نکاح میں اس چیز کی شرط نہیں رکھی جا سکتی۔ ہاں اگر وہ یہ شرط رکھتا ہے کہ وہ عورت کو بھلائی کے ساتھ اپنے پاس رکھے گا اور بھلائی کے ساتھ اس کو رخصت کرے گا تو شرعی طور پر یہ اس عقد کا تقاضا ہے۔ اور جمہور علما کے نزدیک یہ شرط صحیح ہے۔ اور از روئے شرع اس نے اپنے کو جس چیز کا پابند بنایا ہے اس کی پابندی اس کے لئے لازم ہوگی۔

اسی سلسلے میں وہ حضرت حسنؓ کی مثال بھی پیش کرتے ہیں:

وقد كان الحسن بن علي كثير الطلاق فلعل غالب من تزوجها كان في نيته أن يطلقها بعد مدة، ولم يقل أحد إن ذلك متعة۔[2]

حضرت علیؓ کے صاحبزادے حضرت حسنؓ بہت زیادہ طلاق دینے والے تھے تو ان لوگوں کی اکثریت جنھوں نے انھیں اپنی بیٹیاں دیں ان کی نیت میں یہ بات تھی کہ ایک مدت کے بعد وہ ان کو طلاق دے سکتے ہیں۔ لیکن کسی شخص نے یہ نہیں کہا کہ یہ متعہ ہے۔

نکاح متعہ اور اس طرح کے نکاح میں جو لطیف اور باریک فرق ہے اسے ایک مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔ کسی ادارے یا فرم کا ایک دیانت دار اور ذمہ دار ملازم ہے جسے

---

[1] فتاوی ابن تیمیہ: ۳۲/۱۴۷، ۱۴۸۔ [2] فتاوی مذکور/۱۴۸۔

اس فرم یا ادارے کی ضرورت سے بسا اوقات ملک کے مختلف حصوں کا سفر کرنا پڑتا ہے اب اس کی ایک صورت تو یہ ہو سکتی ہے کہ وہ جب بھی سفر کے لئے نکلتا ہے تو دل میں اس طرح کی نیت یا کھٹکا ہوتا ہے کہ خدا نخواستہ کوئی بات پیش آگئی یا اثنائے سفر میں کوئی لاکاوٹ آگئی تو سفر کو ملتوی کر کے واپس آجانا پڑے گا۔ دوسرا وہ کام چور ملازم ہے۔ جو فرم کو مارے باندھے چھوڑتا ہے اور نکلنے کے ساتھ ہی بہانے کی تلاش میں لگ جاتا ہے کہ عذر کی کوئی صورت نکلے اور اسے واپسی کے ساتھ کام چوری کا موقع ہاتھ آجائے۔ جو فرق ان دونوں طرح کے ملازموں میں ہے وہی فرق عارضی نکاح کی اس صورت سے صحیح فائدہ اٹھانے والے اور دوسرے متعہ کی حرمت کے بعد اس سے متعہ کا کام لینے والے میں ہے کہ آدمی نکاح کو مطلق طور پر کرے اور نیت میں طلاق کے امکان کے بجائے پختہ عزم و یقین ہو کہ جیسے جنس کے حیوانی جذبے کی تسکین ہوئی وہ نکاح کے نام نہاد معاہدہ کو خیرباد کہتے ہوئے اپنی راہ لے گا اور کسی دوسری چراگاہ کی تلاش میں رخت سفر باندھ کر دوبارہ اٹھ کھڑا ہو گا۔ متعہ سے ہٹ کر عارضی نکاح کی مذکورہ صورت آخری نرم شریعت کا ایک تحفہ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے رخصت اور رعایت ہے۔ اس رخصت اور رعایت کو اگر کوئی شخص غلط یا بے جا طریقے پر استعمال کرتا ہے تو قانون کے بجائے یہ اخلاق کی کمی کا مسئلہ ہے جسے قانون کسی صورت پوری نہیں کر سکتا۔ اس طرح کے لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو یاد رکھنے کی ضرورت ہے:

ان اللّٰہ لا یحب الذواقین والذواقات[۵۱]

اللہ تعالیٰ نکاح سے عارضی لذت چاہنے والے مردوں اور عارضی لذت چاہنے والی عورتوں کو پسند نہیں کرتا۔

نیز یہ کہ:

---

[۵۱] التیسیر شرح الجامع الصغیر: ۲۶۳/۱ بحوالہ الطبرانی فی معجم الکبیر۔ قال المناوی فیہ راو لم یسم وبقیۃ رواتہ ثقات بحوالہ سابق۔

المختلعات والمنتزعات هن المنافقات۔[1] | اپنے شوہروں سے بار بار علیحدگی چاہنے والی اور ان سے خلع حاصل کرنے والی یہی عورتیں ہیں جو نفاق کی اصل مریض ہیں۔

نیت کا اس طرح کا کھٹکا عارضی نکاح ہی کیا ہر نکاح میں کسی نہ کسی درجہ میں شامل ہوتا ہے۔ آدمی مستقل نباہ کی نیت کا نکاح بھی اس کھٹکے کے ساتھ ہی کرتا ہے کہ نباہ کی صورت ممکن ہوئی اور بیوی دین و دنیا کے مقاصد کا حصول ذریعہ بنی تو بہت اچھا ورنہ اسے خیر باد کہہ کر خدا اور رسول کی مرضی کے مطابق دوسرا اور تیسرا نکاح کریں گے۔ نکاح کی مذکورہ عارضی صورت میں کھٹکے کا یہ درجہ قدرے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے یہ نکاح صحیح سے نکل نکاح باطل نہیں ہو جائے گا۔

شریعت کے احکام و قوانین کو ان کے لفظ و روح letter and spirit, کے ساتھ قبول کرنے کے بجائے جو لوگ اسے بازیچۂ اطفال بنانا چاہیں اور خدا اور رسولؐ کے فرمان کو مخلصانہ اور دل و جان سے تسلیم نہ کرکے اس سے کھیلنا شروع کر دیں۔ ایسے لوگوں کو سورۂ طلاق کی آخری آیات کریمہ کو اپنے پیش نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ طلاق کے مسائل اور مطلقہ عورت کے سلسلے میں تفصیلی احکامات کے بعد ان احکامات پر صحیح طریقے پر عمل نہ کرنے والوں اور ان کے سلسلے میں مختلف چور دروازوں کے ذریعہ خالق کائنات کے صحیح منشا کو پامال کرنے والوں کو امم بائدہ کی یاد دلائی گئی جنھوں نے اسی طرح اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑا کر اپنے کو عبرت کا نمونہ بنا لیا تھا۔

وکاین من قریۃ عتت عن امر ربہا ورسلہ فحاسبنٰہا حسابا شدیدا | کتنی ہی بستیاں ہیں جنھوں نے اپنے رب کے حکم اور اس کے رسولوں سے سرکشی کی تو ہم نے ان کا سخت محاسبہ کیا اور ان کو بدترین عذاب سے

---

[1] سنن نسائی، جلد ۲، کتاب النکاح، باب فی الخلع۔ نیز ترمذی، جلد ا، ابواب النکاح، باب ماجاء فی المختلعات قال الترمذی ھذا حدیث غریب من ھذا الوجہ ولیس اسنادہ بالقوی۔ حوالہ سابق۔

وعذبنها عذابا نكرا ○	دوچار کیا۔ تو انھوں نے اپنے معاملہ کے وبال کا مزہ
فذاقت وبال امرها و	چکھا اور ان کے معاملہ کا انجام گھاٹے کا رہا۔ اللہ
كان عاقبة امرها	نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ تو
خسرا ○ اعد الله لهم	اے سمجھ والے لوگو اللہ سے ڈرو۔ لوگو جو ایمان لائے
عذابا شديدا فاتقوا	ہو اللہ نے تمہارے پاس یاد دہانی کا ایک سامان
الله يا اولى الالباب الذين	اتارا ہے۔
امنوا قد انزل الله اليكم	
ذكرا ○ (طلاق ۸-۱۰)	

حرام رشتوں کی تفصیل

جنس Sex. کے سلسلے میں اسلام نے جو حد بندیاں عائد کی ہیں اور اسے جن قیود کا پابند کیا ہے، اس کی آخری دفعہ یہ ہے کہ اس نے بالکل عقلی اور فطری بنیادوں پر ان رشتوں کی ایک تفصیل پیش کی ہے جن سے عین تقاضائے انسانیت سے آدمی شادی اور مصاہرت کے رشتے کے تصور سے بھی گریز کرتا ہے۔ یہ ماں، بہن، بیٹی اور خوش دامن وغیرہ جیسے مقدس اور نازک رشتے ہیں جن کو شریعت کی اصطلاح میں 'محرمات' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان میں کچھ رشتے خاندانی اور نسبی ہیں اور کچھ سسرالی۔ قرآن حکیم میں ان حرام رشتوں کی پوری تفصیل پیش کر دی گئی ہے۔ سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

حرمت عليكم امهتكم	تمہارے اوپر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں
وبنتكم واخوتكم و	اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری
عمتكم وخلتكم وبنت الاخ و	پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور تمہاری بھتیجیاں
بنت الاخت وامهتكم التى	اور تمہاری بھانجیاں اور تمہاری (رضاعی) مائیں جنھوں
ارضعنكم واخوتكم من	نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری دودھ شریک
الرضاعة وامهت	بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری پروردہ
نسآئكم وربآئبكم التى	لڑکیاں جو تمہاری گود کی پلی ہوں تمہاری ان

فی حجورکم من نسآئکم	عورتوں کی جن کے ساتھ تمہاری مقاربت ہو چکی ہو لیکن
التی دخلتم بهن فان	اگر تمہاری ان سے مقاربت نہ ہوئی ہو تو تمہارے لئے
لم تکونوا دخلتم بهن	ان سے (نکاح میں) کوئی حرج نہیں ہے۔ اور تمہارے
فلا جناح علیکم وحلآئل	بیٹوں کی بیویاں جو تمہاری سگی اولاد ہوں اور یہ کہ تم
ابنآئکم الذین من	دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں لاؤ سوائے اس کے
اصلابکم وان تجمعوا بین	جو گزر چکا (تو اس کا اب حساب نہیں) بیشک اللہ بڑا
الاختین الا ما قد سلف ط	بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ یہی حکم ان عورتوں کا ہے
ان اللّٰه کان غفورا رحیما ہ	جو دوسروں کی منکوحہ ہوں ان عورتوں کا معاملہ اس
والمحصنٰت من النساء الا	سے الگ ہے جو (جنگ میں قید ہو کر) تمہارے ہاتھ آئیں
ما ملکت ایمانکم	(کہ دارالحرب میں ان کے شوہروں کی موجودگی کے
کتٰب اللّٰه علیکم واحل	باوجود تمہارے لئے ان سے مقاربت جائز ہے) یہ
لکم ما وراء ذٰلکم ان	اللہ کا تمہارے اوپر فیصلہ ہے۔ اور ان کے پیچھے سب
تبتغوا باموالکم	عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں کہ تم اپنا مال لگا کر
محصنین غیر مسافحین	(ان سے نکاح کی) خواہش کرو۔ بشرطیکہ اس سے
(نساء: ۲۳، ۲۴)	تمہارا مقصود مستقل عفت مآبی کا حصول ہو۔ عارضی
	لذت اور وقتی جنسی تسکین نہیں۔

ان آیات کریمہ میں جن حرام رشتوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کی تھوڑی سی تفصیل ہے۔

ماؤں (امہات) میں آدمی کی دادی، نانی اور پردادی اور پرنانی اور اس سے آگے سب شامل ہیں۔ اسی طرح لڑکیوں (بنات) میں اپنی پوتی، پڑپوتی اور نواسی درنواسی اور اس سے نیچے سب شامل ہیں۔ بہنوں (اخوات) میں حقیقی اور علاتی (باپ شریک) اور اخیافی (ماں شریک) دونوں داخل ہیں۔ اسی طرح پھوپھی (عمات) اور خالہ (خالات) میں اپنی خالہ پھوپھی کے علاوہ والدین کی خالہ اور پھوپھی بھی شامل ہیں۔ ایسے ہی بھتیجی (بنات الاخ) اور بھانجی (بنات الاخت) میں بھتیجے در بھتیجے اور بھانجی در بھانجی اور ان سے نیچے سب داخل ہیں۔ خلاصہ یہ کہ آدمی

کے اصول و فروع میں جو رشتے حرام ہیں، اس کے فروع میں جتنے دور چلے جائیں یہ رشتے حرام رہیں گے۔ علماء کے درمیان ان کے سلسلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے[۱]۔ یہ رشتے جو خاندان اور نسب کی جہت سے حرام ہیں۔ ان کے سلسلے میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ نسب کی جہت سے آدمی کے تمام قریبی رشتے حرام ہیں۔ صرف چار رشتوں کا استثنا ہے جو حلال ہیں۔ یعنی چچا (اعمام) اور ماموں (اخوال) اور پھوپھی (عمات) اور خالہ (خالات) کی لڑکیاں۔ اس کا تذکرہ قرآن حکیم کی اس آیت کریمہ میں ہے۔ جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے ان رشتوں کو آپ کے لئے حلال قرار دیتے ہوئے اسے پوری امت کے لئے عام رکھا گیا ہے:

یٰاَیُّہَا النَّبِیُّ اِنَّا	اے نبی ہم نے تمہارے لئے تمہاری ان
اَحْلَلْنَا لَکَ اَزْوَاجَکَ الّٰتِیْ	بیویوں کو حلال قرار دیا ہے جن کے مہر تم نے ادا کر دئے
اٰتَیْتَ اُجُوْرَہُنَّ وَمَا	ہیں۔ ساتھ ہی ان باندیوں کو جنھیں (جنگی قیدیوں
مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ مِمَّآ اَفَآءَ	کی صورت میں) اللہ تمہیں بطور فیٔ کے عطا کرے۔
اللّٰہُ عَلَیْکَ وَبَنٰتِ عَمِّکَ	نیز تمہارے چچا کی لڑکیوں کو اور تمہاری پھوپھیوں
وَبَنٰتِ عَمّٰتِکَ وَبَنٰتِ خَالِکَ	کی لڑکیوں کو اور تمہارے ماموں کی لڑکیوں کو اور
وَبَنٰتِ خٰلٰتِکَ الّٰتِیْ ہَاجَرْنَ	تمہاری خالاؤں کی لڑکیوں کو جنھوں نے (اسلام
مَعَکَ۔ الآیۃ (احزاب: ۵۰)[۲]	لاکر) تمہارے ساتھ (مکہ سے مدینہ کو) ہجرت اختیار کی۔

سورۂ نسا کی آیت زیر بحث میں آگے ان رشتوں کا بیان ہے جو سسرال (مصاہرت) کی جہت سے حرام ہیں۔ اس سلسلے میں 'بیوی کی ماں' (امہات نسائکم) کے معاملہ میں تفصیل ہے کہ لڑکی سے صرف نکاح ہو جائے تو اس کی ماں داماد کے لئے حرام ہو جائے گی۔ خواہ لڑکی سے اس کی خلوت اور ملاقات ہو یا نہ ہو۔ البتہ گود کی پلی لڑکی (وربائبکم الخ) کا معاملہ اس سے مختلف ہے جیسا کہ قرآن نے خود صراحت کر دی ہے کہ وہ اس وقت تک سوتیلے باپ کے لئے حرام نہ ہوگی جب تک کہ اس کی ماں کے ساتھ باپ کی خلوت اور

---

[۱] فتاوی ابن تیمیہ: ۳۲/۶۵۔ [۲] فتاوی مذکور: ۳۲/۶۲۔

ملاقات نہ ہو جائے۔ چنانچہ خلوت اور ملاقات کے پہلے اگر وہ ماں کو طلاق دیدیتا ہے تو اس کے لئے اس کی لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہو گا[۱]۔ اسی طرح کی سوتیلی لڑکی کے سلسلے میں گود کی پلی (وربائبکم اللتی فی حجورکم) کی جو بات کہی گئی ہے تو یہ قید اتفاقی ہے جو غالب احوال کو سامنے رکھتے ہوئے کہی گئی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں اس کی دوسری مثالیں موجود ہیں۔ ورنہ سوتیلی لڑکی باپ کے لئے علی الاطلاق حرام ہے بلا لحاظ اس کے کہ وہ اس کی گود پلی ہو یا نہ ہو[۲]۔ لڑکے کی بیوی بہو (وحلائل ابنائکم) کے سلسلے میں لفظ (من اصلابکم) کی قید سے متبنیٰ اور لے پالک کا استثنا مقصود ہے جسے آج کے بہت سے جاہلی سماجوں کی طرح عرب جاہلیت میں بھی بالکل سگے لڑکے کے برابر حقوق دیتے ہوئے اس مطلقہ بیوی سے باپ کے نکاح کو سخت معیوب اور حرام سمجھا جاتا تھا۔ زید بن حارثہؓ کے سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی معاملہ پیش آیا تھا۔ جیسا کہ سورۂ احزاب میں اس کی تفصیل ہے[۳]۔ اسی طرح نکاح کی صورت میں دو بہنوں کو ایک ساتھ جمع کرنے کو جو حرام قرار دیا گیا ہے تو لونڈی اور باندی کا بھی یہی حکم ہے کہ دو بہنوں سے باندی ہونے کی صورت میں ایک ساتھ مباشرت نہیں کی جا سکتی۔ جمہور امت ائمہ اربعہ اور ان کے علاوہ لوگوں سے یہی مشہور ہے[۴]۔ اور فقہا کی پوری جماعت کا اس پر اتفاق ہے[۵]۔ علما کی عظیم اکثریت کے ساتھ صحابہ کرامؓ کی عظیم اکثریت کی رائے بھی اس کے حق میں ہے[۶]۔

مصاہرت کی جہت سے حرام رشتوں کے سلسلے میں قاعدہ یہ ہے کہ چار طرح کے رشتوں کو چھوڑ کر سسرال کے سب رشتے آدمی کے لئے حلال ہیں۔ قریبی رشتہ داروں کے سلسلے میں چار کے علاوہ سب رشتے حرام ہیں جیسا کہ تفصیل گزری۔ مصاہرت کے رشتے میں معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ شوہر اور بیوی کے قریبی رشتہ داروں میں چار طرح کے رشتوں کو

۱ھ تفسیر ابن کثیر: ۱/۷۰ھ
۲ھ حوالہ سابق/۴۷۱/۱۔
۳ھ حوالہ مذکور/۴۷۱/۱، ۴۷۲۔
۴ھ تفسیر ابن کثیر: ۱/۴۷۳۔
۵ھ حوالہ سابق/۴۷۳/۲۔
۶ھ فتاوی ابن تیمیہ: ۳۲/۴۹۔

چھوڑ کر سب ایک دوسرے کے لئے حلال ہیں۔ یہ چار رشتے جو حرام ہیں یہ ہیں۔ باپوں کی بیویاں اور بیٹوں کی بیویاں۔ بیویوں کی مائیں اور ان کی لڑکیاں۔ شوہر اور بیوی ہر ایک کے اوپر دوسرے کے اصول و فروع حرام ہوں گے۔ مرد کے لئے حرام ہے کہ وہ اپنی بیوی کی ماں اسی طرح اس کی نانی اور دادی اور ان سے جتنے بھی اوپر ہوں ان سے نکاح کر سکے۔ ایسے ہی مرد کے لئے اس کی بیوی کی بیٹی یعنی اس کی سوتیلی لڑکی اسی طرح اس کی لڑکی کی لڑکی یعنی سوتیلی نواسی اور اس سے نیچے جس قدر ہو سب حرام ہے۔ سوتیلی لڑکی کی طرح سوتیلے لڑکے کی لڑکی بھی اس کے لئے حرام ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ جیسے مشہور ائمہ نے اس کی صراحت کی ہے اور اس کے سلسلے میں کسی کا اختلاف منقول نہیں ہے۔ اسی طرح لڑکے کے لئے اپنے باپ کی بیوی یعنی اپنی سوتیلی ماں اسی طرح اس کے اوپر اس کی سوتیلی دادی وغیرہ سب حرام ہے۔ ایسے ہی باپ کے لئے اپنے بیٹے کی بیوی یعنی بہو کی طرح اس سے نیچے اس کے پوتے اور پڑپوتے وغیرہ کی بیوی بھی حرام ہے۔ پس مصاہرت کی جہت سے یہ چار طرح کے رشتے ہیں جنھیں کتاب اللہ نے حرام قرار دیا ہے[۱]۔ نیز یہ کہ باپ کے لئے بہو کی یہ حرمت ابدی ہے جو لڑکے کی طرف سے طلاق یا جدائی کے بعد بھی اسی طرح برقرار رہتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں حرام رشتوں کی تفصیل میں بعض دوسری دفعات کا اضافہ ہے۔ آپؐ نے ان سے نکاح کی ممانعت فرمائی ہے۔ آدمی ایک ساتھ پھوپھی بھتیجی اور خالہ اور بھانجی سے نکاح نہیں کر سکتا۔ حضرت جابرؓ کی روایت ہے۔ فرماتے ہیں:

نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أن تنکح المرأۃ علی عمتھا او خالتھا[۲]	رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کسی عورت کو نکاح میں لایا جائے جب کہ پہلے سے اس کی پھوپھی یا خالہ اس شخص کے نکاح میں ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ آپؐ کا ارشاد اس طرح نقل کرتے ہیں:

لا یجمع بین المرأۃ وعمتھا	پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کے ساتھ

---

[۱] فتاوی ابن تیمیہ: ۶۵/۳۲ ۔ [۲] بخاری جلد ۲۔ کتاب النکاح، باب لا تنکح المرأۃ علی عمتھا۔

ولا بین المرأۃ وخالتھا[1] یک وقت نکاح نہیں کیا جاسکتا۔

حدیث شریف میں پھوپھی اور خالہ کی جو بات کہی گئی ہے اس میں حقیقی پھوپھی اور خالہ یعنی باپ کی بہن اور ماں کی بہن کے ساتھ مجازی پھوپھی اور خالہ بھی اس میں اسی طرح شامل ہیں۔ مجازی پھوپھی یعنی دادا پردادا اور اس سے بھی اوپر کی بہن اسی طرح مجازی خالہ میں نانی اور حقیقی پرنانی اور اس سے جتنے بھی اوپر ہوان کی بہن سب شامل ہیں۔ علماء امت کا اجماع ہے کہ اس طرح کی کسی پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کو ساتھ نکاح میں جمع کرنا حرام ہے[2]۔ نکاح ہی کی طرح لونڈی اور باندی ہونے کی صورت میں دونوں سے ایک ساتھ مباشرت کرنا بھی تمام علمائے امت کے نزدیک حرام ہے[3]۔

دودھ شریک رشتے کی حرمت کے سلسلے میں آیت کریمہ میں صرف رضاعی ماں اور رضاعی بہن کا تذکرہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں اس کی تفصیل کردی ہے کہ اس کا دائرہ اس سے آگے بہت پھیلا ہوا ہے۔ خاندان اور نسب کی وجہ سے جو رشتے حرام ہوتے ہیں، دودھ کی شرکت سے وہ سب رشتے حرام ہوجائیں گے:

الرضاعۃ تحرم ما تحرم الولادۃ[4] دودھ کی شرکت ان تمام رشتوں کو حرام کردیتی ہے جو خون کی شرکت سے حرام ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ کی دوسری روایت میں آپؐ کے ارشاد گرامی کے یہ الفاظ ہیں:

یحرم من الرضاعۃ دودھ کی شرکت سے وہ تمام رشتے حرام

---

[1] بخاری حوالہ سابق۔ نیز مسلم جلد ا۔ کتاب النکاح، باب تحریم الجمع بین المرأۃ وعمتھا أو خالتہا فی النکاح۔ ابوداؤد جلد ا۔ کتاب النکاح، باب ما یکرہ ان یجمع بینھن من النساء۔ نیز ترمذی جلد ا۔ ابواب النکاح، باب ماجاء لاتنکح المرأۃ علی عمتھا ولا علی خالتھا۔ [2] شرح نووی للمسلم مع المسلم: ۱/۴۵۲۔

[3] حوالہ سابق نیز فتاوی ابن تیمیہ: ۳۲/۶۹ [4] بخاری جلد ۲۔ کتاب النکاح، باب وامھاتکم اللتی ارضعنکم ویحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب۔ مسلم جلد ۲۔ کتاب الرضاع، باب یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من الولادۃ۔ نسائی جلد ۲۔ کتاب النکاح، باب لبن الفحل۔

ما یحرم من الولادۃ۔[1] ہو جاتے ہیں جو خون کی شرکت سے حرام ہوتے ہیں۔

خود حضرت عائشہؓ کا قول امام بخاریؒ نے یہ نقل کیا ہے:

حرموا من الرضاعۃ دودھ کی شرکت سے ان تمام رشتوں

ما یحرم من النسب۔[2] کو حرام سمجھو جو خون اور نسب کی وجہ سے حرام ہوتے

ہیں۔

ان احادیث کی بنیاد پر امت کا اجماع ہے کہ رضاعی ماں اور رضاعی لڑکے کے درمیان رشتے کی حرمت کا یہ معاملہ آگے لڑکے اور ماں دونوں کی اولاد در اولاد تک وسیع ہوگا۔ اور حقیقی ماں بیٹے ہونے کی صورت میں نسب کی بنیاد پر جو رشتے حرام ہوتے رضاعت کی بنیاد پر اسی طرح یہ سب رشتے بھی حرام ہوں گے۔[3] البتہ رضاعی ماں اور رضاعی بیٹے کا یہ رشتہ صرف نکاح کی حرمت تک ہی محدود ہوگا۔ ماں کے ساتھ اس کا نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہوگا۔ لڑکے کے لئے اپنی رضاعی ماں کو دیکھنا اس کے ساتھ تنہائی میں رہنا اور ساتھ سفر کرنا جائز ہوگا۔ البتہ اس سے آگے کے ماں ہونے کے تقاضے اس پر مرتب نہ ہوں گے۔ وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے، نہ ایک کا دوسرے پر نفقہ واجب ہوگا۔ اسی طرح شریعت کے دوسرے احکام میں بھی ماں بیٹے کے تقاضے جاری نہ ہوں گے۔[4] ان تمام رشتوں کی حرمت میں کھلی ہوئی سماجی

---

[1] مسلم جلد ۴۔ کتاب الرضاع، باب یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من الولادۃ۔ ابوداؤد جلد ا کتاب النکاح باب یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب۔ ترمذی جلد ۱ ابواب الرضاع، باب ما جاء یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب۔ قال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح۔ اسی سلسلے میں حضرت علیؓ سے بھی روایت ہے: ان اللہ حرم من الرضاع ما حرم من النسب (اللہ نے دودھ کی شرکت سے وہ سب رشتے حرام کئے ہیں جنھیں اس نے خون اور خاندان کی وجہ سے حرام قرار دیا ہے۔) اس کے متعلق بھی امام ترمذیؒ فرماتے ہیں۔ وحدیث علی حدیث صحیح، ترمذی حوالہ سابق۔ نیز نسائی جلد ۲۔ کتاب النکاح، باب یحرم من الرضاعۃ

[2] بخاری جلد ۲۔ کتاب النکاح، باب لا تنکح المرأۃ علی عمتھا

[3] شرح نووی للمسلم مع المسلم: ۴/۶۶۱ [4] حوالہ سابق۔

اور معاشرتی مصلحتیں شامل ہیں[1]۔ اور ان سب کا تقاضا ہے کہ انھیں ہمیشہ کے لیے اسی طرح حرام رہنا چاہیے۔

ان رشتوں کی یہ حرمت صرف اخلاقی نہیں بلکہ قانونی ہے۔ چنانچہ اگر کوئی بدنصیب فطرت سے جنگ کرتے ہوئے ان سے رشتہ مصاہرت استوار کرنے کی انسانیت سوز حرکت کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ واجب القتل ہے۔ اسلامی معاشرہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے کسی بد باطن کو اپنے درمیان زندہ نہ رہنے دے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث میں صاف الفاظ میں فرماتے ہیں:۔

من وقع علی ذات محرم فاقتلوہ[2]۔	جو کوئی کسی حرام کردہ رشتے کی عورت سے جنسی تعلق قائم کرے تو اس کی گردن اڑا دو۔

حضرت عبداللہ بن مطرفؒ کی بیان کردہ روایت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ اور بھی سخت ہیں:۔

من تخطی حرم المؤمنین فخطوا وسطہ بالسیف[3]۔	جو کوئی مسلمانوں کے درمیان حرام قرار پائے رشتوں کو (جنسی تعلق) سے پامال کرے، تلوار سے اس کے سر کے دو ٹکڑے کر دو۔

ائمہ میں حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے ایک روایت، اسی طرح اسحاق بن راہویہ اور حضرات اہل حدیث کی ایک جماعت کا یہی مسلک ہے کہ ایسا شخص جو عیاذاً باللہ اپنی ماں، بیٹی یا بہن کے ساتھ مباشرت کرتا ہے ایسا شخص شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ اسے ہر حال میں قتل کیا جائے گا[4]۔ تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ جو کوئی شخص محرمات میں سے کسی کے ساتھ زنا کا ارتکاب کرتا ہے اس پر حد کا نفاذ ہوگا۔ اختلاف صرف حد کی

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو حجۃ اللہ البالغۃ ۲/۱۳۱، ۱۳۲۔ [2] ابن ماجہ ابواب الحدود، باب من اتی ذات محرم ومن اتی بھیمۃ۔ [3] ابن قیم الجوزیہ: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی/۱۳۳۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ [4] حوالہ مذکور۔

صورت میں ہے کہ آیا یہ ہر حال میں ایسے مجرم کا قتل کیا جانا ہے یا اس کی سزا وہ ہے جو اسلام میں زانی کے لئے تجویز کی گئی ہے۔ امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ اس کی حد وہی ہے جو زانی کی ہے۔ امام احمد کی دوسری روایت، اسی طرح اسحاق بن راہویہ اور حضرات اہل حدیث کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ ایسے شخص کی حد ہر حال میں قتل کیا جانا ہے[۱]۔ تمام ائمہ کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ اگر وہ نکاح کے نام کے ساتھ بھی محرمات میں سے کسی کے ساتھ مقاربت کرتا ہے اور اسے اس کی حرمت کا پتہ ہے تو ایسے شخص پر زنا کی حد کا نفاذ عمل میں آئے گا۔ صرف تنہا امام اعظم ابو حنیفہؒ اس کے قائل ہیں کہ اس شبہ کی وجہ سے اس سے حد ساقط ہو جائے گی[۲]۔

تقدیس جنس

اہمیت جنس اور تحدید جنس کے ساتھ اسلامی نظریۂ جنس کا تیسرا اہم رکن 'تقدیس جنس' ہے۔ اسلام نہ صرف یہ کہ زندگی میں جنس sex. کی واقعی اہمیت کو تسلیم کرتا ہے اور اس کے لئے معقول حدود کی تعیین کرتا ہے بلکہ اس کو وہ بڑائی اور پاکی عطا کرتا ہے کہ ایک خالص جبلی اور حیوانی خواہش کی تکمیل سے آگے نکل کر جنس ایک اہم ترین دینی فریضہ اور ایک مقدس عبادت قرار پا جاتی ہے۔ اسلام نے جنس کو کس قدر رفعت اور بلندی عطا کی ہے اور اسے کس قدر پاکیزگی اور طہارت سے آشنا کیا ہے اس کا اندازہ کرنے کے لئے ہمیں سورۂ روم کی آیت کریمہ پر غور کرنا چاہیے۔ انسان کی جنسی قوت کا اظہار مرد اور عورت کے باہمی ملاپ سے ہوتا ہے قرآن مرد کے اس جوڑے عورت کو اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نشانی قرار دیتا ہے:

ومن اٰیٰتہ اَن خلق	اور اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس
لکم من انفسکم ازواجا	نے تمہاری ہی جنس سے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم

---

[۱] بحوالۂ سابق۔ [۲] بحوالہ مذکور۔ خیال رہے کہ تہذیب برطانیہ میں تازہ تازہ ابھی یہ تجویز سامنے آئی ہے بھائی بہن جن کی عمر اکیس سال سے اوپر ہو ان کے درمیان مباشرت و مناکحت Incest. کو اب مزید جرم Crime. نہیں باقی رہنا چاہیے Education for Teenagers. P. 103,

لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ ان فی ذلک لاٰیٰت لقوم یتفکرون ٥ (روم: ۲۱)	ان سے مل کر اپنی تسکین کا سامان کرو۔ اور اس نے تمہارے درمیان مہر و محبت (کا بے مثال رشتہ) پیدا کیا۔ بے شک اس کے اندر نشانیاں ہیں ان کے لئے جو سوچ سے کام لیں۔

اسلام کے دستور اساسی قرآن نے جنس کے مسئلہ کو جو تقدس اور پاکیزگی عطا کی ہے، اس آیت کریمہ سے اس کے چند در چند پہلوؤں کی نشاندہی ہوتی ہے۔ اس آیت پاک میں مرد کی صنف مقابل، عورت، کو اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی قرار دیا گیا ہے۔ جس کے ذریعہ انسان کو حق تعالیٰ کی صحیح معرفت نصیب ہوتی ہے۔ معلوم ہے کہ قرآن نے خدا کی پہچان اور دوسرے دینی حقائق کی تفہیم کے لئے بار بار انفس و آفاق میں پھیلی ہوئی اُس کی نشانیوں کا حوالہ دیا ہے۔ انسان اگر دیدۂ بینا سے کام لے تو اس کائنات میں قدم قدم پر اور خود اس کے وجود کے اندر وہ دلائل بھرے پڑے ہیں، جو اس بات کا صاف پتہ دیتے ہیں کہ یہ کائنات یوں ہی بے مقصد اور الل ٹپ نہیں ہے بلکہ اس کا ایک پیدا کرنے والا ہے اور انجام کار سارے عالم کو پلٹ کر اسی کے پاس جانا ہے۔ قرآن حکیم میں آفاق و انفس کی ان نشانیوں اور دلیلوں کا کیا رنگ ہے۔ اس کا اندازہ اسی زیر بحث آیت کریمہ کی آگے اور پیچھے کی آیتوں سے کیا جا سکتا ہے۔ یہ سورۂ روم کی اکیسویں آیت پاک ہے۔ اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی دوسری بہت سی نشانیوں کا بیان ہے:

فسبحن اللہ حین تمسون وحین تصبحون ٥ و لہ الحمد فی السمٰوٰت والارض وعشیا وحین تظھرون ٥ یخرج الحی من المیت و یخرج المیت من الحی و یحی الارض بعد موتھا	تو اللہ کی پاکی بیان کرو جب کہ تم رات کے وقتوں میں ہوتے ہو اور جب کہ تم صبح کے وقتوں میں ہوتے ہو اور اسی کیلئے تمام تعریف ہے آسمانوں میں اور زمینوں میں اور شام ڈھلے اور جب تم ظہر کے وقت میں ہوتے ہو۔ وہ مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے اور زمین کو اس کی مردنی کے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم بھی نکالے جاؤ گے۔ اور اس کی

وکذلک تخرجون ٥ ومن ایتہ ان خلقکم من تراب ثم اذا انتم بشر تنتشرون ٥	نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر دیکھتے دیکھتے تم ایک بڑی جماعت ہو جو (یہاں وہاں) پھیلے پڑے ہو۔

(روم: ۱۷، ۲۰)

یہ سورۂ روم کی آیت زیر بحث سے پہلے کی آیات ہیں۔ اس آیت کریمہ کے بعد بھی یہ سلسلہ کافی آگے تک چلتا ہے:

ومن ایتہ خلق السموٰت والارض واختلاف السنتکم والوانکم ان فی ذلک لایت للعلمین ٥ ومن ایتہ منامکم بالیل والنھار وابتغاؤکم من فضلہ ان فی ذلک لایت لقوم یسمعون ٥ ومن ایتہ یریکم البرق خوفا وطمعا و ینزل من السماء ماء فیحی بہ الارض بعد موتھا ان فی ذلک لایت لقوم یعقلون ٥ ومن ایتہ ان تقوم السماء والارض بامرہ ثم اذا دعاکم دعوۃ من الارض اذا انتم تخرجون ٥ ولہ من فی السموٰت والارض کل لہ قانتون ٥	اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور تمہاری رنگتوں کا فرق ہے۔ بے شک اس کے اندر دنیا والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں تمہارا رات اور دن میں سونا اور اس کے فضل کو تلاش کرنا ہے۔ بے شک اس کے اندر نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو سننا چاہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ تم کو بجلی کا نظارہ کراتا ہے امید و بیم (کی ملی جلی کیفیات) کے ساتھ اور آسمان سے پانی اتارتا ہے تو اس کے ذریعہ زمین کی مردنی کے بعد اس کو زندہ کر دیتا ہے۔ بے شک اس کے اندر نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو سمجھ سے کام لیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔ پھر جب وہ تم کو زمین سے یکبارگی بلائے گا تو دیکھتے دیکھتے تم سب نکل پڑو گے۔ اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے۔ سب کے سب اس کے

وھو الذی یبدء الخلق ثم	تابع فرمان ہیں۔ اور وہی ہے جو مخلوق کو پہلی بار
یعیدہٗ وھو اھون علیہ و	پیدا کرتا ہے پھر وہ اس کو دوبارہ پیدا کرے گا
لہ المثل الاعلیٰ فی السمٰوٰت	اور یہ اس کے لئے زیادہ آسان ہے اور آسمانوں
والارض وھو العزیز الحکیم ۝	اور زمین میں سب سے اونچی مثال اسکی ہے اور وہ
(روم ۱، ۲۲، ۲۷)	غلبہ والا حکمت والا ہے۔

اس پورے سلسلۂ بیان میں توحید و آخرت کا مضمون ابھرا ہوا ہے۔ آخرت کی طرف توجہ اس سورہ کے شروع ہی میں دلائی گئی۔ اس سلسلے میں انسانوں کی عظیم اکثریت کی اس حقیقت عظمیٰ سے غفلت کا نقشہ اس طرح کھینچا گیا ہے:

...... ولٰکن اکثر الناس	...... لیکن زیادہ تر لوگ بات کو نہیں سمجھتے۔ وہ
لا یعلمون ۝ یعلمون ظاھرا	صرف دنیا کی اوپری زندگی کو سمجھتے ہیں اور آخرت
من الحیٰوۃ الدنیا وھم	سے وہ بری طرح غافل ہیں۔ کیا انھوں نے اپنی
عن الاٰخرۃ ھم غافلون ۝	ذات میں غور نہیں کیا (اگر وہ ایسا کرتے تو انھیں یہ
اولم یتفکروا فی انفسھم ما	بھی نظر آتا) کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ
خلق اللہ السمٰوٰت والارض وما	ان دونوں کے درمیان ہے ان کو ایک مقصد کے
بینھما الا بالحق واجل	ساتھ اور ایک مقررہ مدت کے لئے ہی پیدا کیا
مسمی وان کثیرا من الناس	ہے۔ اور حال یہ ہے کہ لوگوں میں بہت سے لوگ
بلقاءِ ربھم لکٰفرون ۝	اپنے رب کی ملاقات سے یکسر منکر ہیں۔

(روم: ۵، ۸)

آفاقی دلائل کے ساتھ اسی سلسلے میں تباہ شدہ قوموں کے احوال کی طرف توجہ کرکے دنیا کی اس پاداش عمل سے آخرت کی ناگزیر جزا و سزا کی طرف توجہ مبذول کرانے کے لئے تاریخی دلیل بھی دی گئی ہے:

اولم یسیروا فی الارض	کیا یہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے جو
فینظروا کیف کان عاقبۃ	انھیں نظر آتا کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام

الذين من قبلهم
كانوا اشد منهم قوة واثاروا
الارض وعمروها اكثر
مما عمروها وجاءتهم
رسلهم بالبينات فما كان
الله ليظلمهم ولكن كانوا
انفسهم يظلمون ۝ ثم كان
عاقبة الذين اساءوا
السوآى ان كذبوا بآيات
الله وكانوا بها يستهزءون ۝
الله يبدؤا الخلق ثم يعيده
ثم اليه ترجعون ۝

کیا ہوا۔ یہ طاقت میں ان سے بڑھ کر تھے۔ اور انھوں
نے زمین کو ان سے زیادہ بویا جوتا اور اسے آباد کیا تھا
جتنا کہ انھوں نے اسے آباد کیا اور ان کے پاس ان
کے پیغمبر کھلی نشانیاں لے کر آئے تو یہ اللہ نہ تھا جو
ان کے ظلم کے درپے ہوتا بلکہ یہ خود اپنے آپ پر ظلم کرنے
والے بنے۔ پھر جن لوگوں نے برائی کا راستہ اپنایا
ان کا انجام برا ہی ہوا۔ (برائی کی راہ یہ کہ انھوں
نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا اور وہ ان کا مستقل
مذاق اڑاتے رہے۔ اللہ ہی ہے جو مخلوق کو پہلی بار
پیدا کرتا ہے پھر وہ اسے دوبارہ پیدا کرے گا پھر
تم سب اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے۔

(روم ۹ تا ۱۱)

یہ تو آیت زیر بحث سے پہلے سورۂ روم کے مضمون کا سیاق تھا۔ اس آیت کریمہ سے آگے جو آیات اوپر نقل کی گئی ہیں۔ اس کے بعد بھی توحید اور دین فطرت کی پابندی کا مضمون پوری قوت سے شروع ہوتا ہے:

ضرب لكم مثلا
من انفسكم هل لكم
من ما ملكت ايمانكم من
شركاء في ما رزقنكم فا
نتم فيه سواء تخافونهم
كخيفتكم انفسكم كذلك
نفصل الآيات لقوم يعقلون ۝

اللہ نے تمہارے لئے تمہاری اپنی ذات
سے ایک مثال بیان کی ہے۔ کیا وہ جو تمہارے غلام
ہیں، ہم نے تم کو جو روزی دے رکھی ہے اس میں وہ
تمہارے ساجھی ہیں۔ اس طرح کہ تم دونوں اس
معاملے میں بالکل برابر کے درجے میں ہو۔ تم ان کا اسی
طرح لحاظ رکھتے ہو جس طرح کہ (اپنے برابر کے لوگوں
میں) ایک دوسرے کا لحاظ رکھتے ہو۔ اسی طرح ہم

بل اتبع الذین ظلموا اھوآئھم بغیر علم فمن یھدی من اضل اللہ وما لھم من نٰصرین ۝ فاقم وجھک للدین حنیفا فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لاتبدیل لخلق اللہ ذٰلک الدین القیم ولٰکن اکثر الناس لایعلمون ۝ منیبین الیہ واتقوہ واقیموا الصلوٰۃ ولاتکونوا من المشرکین ۝ من الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا کل حزب بما لدیھم فرحون ۝ (روم ۲۸؍۳۲)	آیتوں کو کھول کر بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو سمجھ سے کام لیں۔ بات یہ ہے کہ جو ظالم لوگ ہیں انھوں نے بے سمجھے بوجھے اپنی خواہشات کی پیروی اختیار کی ہے۔ تو اللہ جسے گم کردہ راہ کر دے اسے کون راستہ دکھا سکتا ہے اور ان کے کوئی مددگار نہ ہوں گے۔ تو تم اپنے رخ کو سیدھا کرو دین کے لیے یکسو ہو کر یہ اللہ کی وہ فطرت ہے جس پر اس نے سارے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی بناوٹ میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ یہی سیدھا دین ہے لیکن زیادہ تر لوگ نہیں جانتے اسی کی طرف جھکو اور اسی سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور شرک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔ ان لوگوں میں سے جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور مختلف گروہوں میں بٹ گئے۔ اور حال یہ ہے کہ ہر جماعت بس اپنے آپ میں مگن ہے۔

سورۂ روم کی زیر بحث آیت کریمہ کا یہ سیاق و سباق ہے جس میں حسب معمول مردوں کو مخاطب کرکے ان کی صنف مقابل عورت کو قرآن نے اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا ہے۔ یہ کائنات ہر طرف سے ان نشانیوں سے بھری پڑی ہے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی کا پتہ دیتی ہیں۔ جنھیں دیکھ کر اور جن پر غور کرنے کے نتیجے میں انسان یہ ماننے کے لیے مجبور ہو جاتا ہے کہ جس بزرگ و برتر ہستی نے اس عظیم کائنات کو اس بے مثال نظم و ہم آہنگی کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اس کے بظاہر ایک دوسرے سے مخالف اور

متحارب اجزا کو توافق اور ہم آہنگی کا شاہکار بنا رکھا ہے، یہ بزرگ و برتر ہستی یقیناً اکیلی ہے اور اس کی ذات و صفات میں کوئی دوسرا اس کا شریک و سہیم نہیں ہے۔ پھر کائنات کے اسی نظم و انضباط کا تقاضا ہے کہ اس دنیا کے بعد ایک دوسری دنیا وجود میں آئے جہاں با مقصد کائنات کی مقصدیت کا فیصلہ ہو سکے۔ اور ایک خدا کے بندوں اور مختلف خداؤں کی بندگی میں گرفتاروں کا الگ انجام سامنے آئے۔ قرآن اللہ کی انہی نشانیوں میں ایک نشانی مرد کی صنف مقابل عورت کو قرار دیتا ہے۔ ایک بار پھر آیت کریمہ کی تلاوت فرمایئے:

ومن ایتہ ان خلق	اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے
لکم من انفسکم ازواجا	تمہاری ہی جنس سے تمہارے لیے جوڑے پیدا کئے
لتسکنوا الیھا وجعل بینکم	تاکہ ان کے ساتھ مل کر تم سکون و اطمینان حاصل کرو
مودۃ ورحمۃ ان فی ذلک	اور اس نے تمہارے مابین الفت و محبت کا سامان کیا
لایٰت لقوم یتفکرون ٥	بے شک اس کے اندر نشانیاں ہیں ان لوگوں
(روم:۲۱)	کے لئے جو سوچ سے کام لیں۔

آیت پاک میں جو عورت کو اللہ تعالیٰ کی نشانی قرار دیا ہے تو اس کی وجہ بھی بیان کر دی ہے کہ اس سے مل کر اور اس کے پاس رہ کر مرد کو سکون حاصل ہوتا ہے 'لتسکنوا الیھا'، عورت کی ذات سے مرد کو یہ سکون مختلف پہلوؤں سے حاصل ہوتا ہے جس کا اولین اور نمایاں ترین پہلو اس کی جنسی خواہش کی تکمیل ہے۔ قرآن نے دوسرے موقع پر سکون کے اس اولین پہلو کی وضاحت خود کر دی ہے۔ جہاں اس کے معا بعد جنسی تعلق اور اس سے آگے کے مضمرات و مراحل کی تفصیل ہے:

ھو الذی خلقکم	وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا
من نفس واحدۃ وجعل	کیا اور اس کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ
منھا زوجھا لیسکن الیھا	اس کے ساتھ مل کر اس کو سکون و اطمینان
فلما تغشٰھا حملت حملا	حاصل ہو تو جب مرد عورت کے اوپر چھا جاتا ہے
خفیفا فمرت بہ الآیۃ	تو وہ ہلکے طور پر زیر بار ہو جاتی ہے پھر وہ اس

بوجھ کو لئے پھرتی ہے۔ الخ [۱] (الاعراف: ۱۸۹)

کائنات کے پردے پر یہ اللہ کی کتنی بڑی نشانی ہے کہ جب انسان کے اندر اس نے شہوانی قوت ودیعت کی تو اسی کی جنس سے اس کا جوڑا پیدا کر کے اس پہلو سے اس کی تسکین کا بھرپور سامان فراہم کر دیا۔ اگر مرد کا یہ جوڑ کسی دوسری جنس سے ہوتا تو ان دونوں کے درمیان طبیعت کا وہ میلان اور وہ توافق و سازگاری ہرگز پیدا نہ ہو سکتی جس سے مطلوبہ جنسی تسکین کی تکمیل ہو سکتی [۱]۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان محبت و الفت اور رحمت و رأفت کا ایسا اٹوٹ رشتہ قائم کر دیا ہے جو مرد و عورت کو طویل ازدواجی زندگی میں ایک دوسرے جوڑے سے رکھتا ہے۔ سرگرم جنسی زندگی میں اگر محبت اور الفت کا پہلو ابھرا ہوتا ہے تو عمر کے اضافہ یا کسی اور سبب سے اس میں کمی کی صورت میں رحمت و رأفت کا رشتہ دونوں کو ایک دوسرے سے باندھے رکھتا ہے [۲]۔ عورت کے وجود سے مرد کا سکون و اطمینان ایک بہت اہم نفسیاتی حقیقت ہے۔ زندگی کا یہ وہ خلا ہے جسے کسی دوسرے ذریعے سے پر نہیں کیا جا سکتا۔ انسان کسی اچھے سے اچھے اور بڑے سے بڑے آدمی اور اپنے کسی قریب سے قریب عزیز اور رشتہ دار کے ساتھ زندگی کا اتنا لمبا وقفہ اتنی قربت اور اتنے کم فاصلے سے گزار نہیں سکتا جتنا طویل وقفہ انتہائی قربت کے ساتھ کسی بیزاری اور اکتاہٹ کے بغیر وہ بیوی کے ساتھ گزار لیتا ہے۔ اس کا بنیادی اور اولین سبب عورت کی جنسی کشش اور اس کا صنفی کھنچاؤ ہے۔ قرآن عورت کے اس وجہ سکون کو اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانی قرار دیتا ہے۔ اسلام جنس کے مسئلہ کو جو تقدس اور اسے جو طہارت اور پاکیزگی عطا کرتا ہے اس کے سلسلے میں اس سے آگے اور کیا کہا جا سکتا ہے؟۔

جنس اور جنسی عمل میں اگر رشتہ ازدواج کی پابندی ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث میں اسے بھی اجر و ثواب کا باعث قرار دیتے ہیں۔ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[۱] مفاتیح الغیب: ۶/۵۵۵۔ تفسیر ابن کثیر: ۳/۴۲۹۔ [۲] مفاتیح: ۶/۵۵۶۔

وفی بضع احدکم صدقۃ ۔[1]	(جائز طریقے پر) جنسی خواہش کی تکمیل میں بھی صدقہ کا ثواب ہے۔

یہ ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے۔ جس کی معنویت کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے پوری حدیث پر نگاہ ڈالنی ضروری ہے۔ حضرت ابوذرؓ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض پرداز ہوئے کہ اے اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم صاحب ثروت لوگوں نے تو سارے اجر و ثواب کو سمیٹ لیا۔ ہم نمازیں پڑھتے ہیں تو وہ بھی پڑھتے ہیں۔ ہم روزے رکھتے ہیں تو وہ بھی روزے رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ ضرورت سے زائد مال کو (اللہ کے راستے میں) صدقہ کرتے ہیں (جو ہم نہیں کر پاتے)۔ ذھب اھل الدثور بالاجور یصلون کما نصلی ویصومون کما نصوم ویتصدقون بفضول اموالھم۔ اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اس کا راستہ نکال رکھا ہے۔ ایسے بہت سے کام ہیں جن کو انجام دے کر تم صدقہ و خیرات کئے بغیر اس کا ثواب حاصل کر سکتے ہو۔ قال اولیس قد جعل اللہ لکم ما تصدقون۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اعمال خیر کی وضاحت فرمائی:

ان بکل تسبیحۃ صدقۃ وکل تکبیرۃ صدقۃ وکل تحمیدۃ صدقۃ وکل تھلیلۃ صدقۃ وامر بالمعروف صدقۃ ونھی عن منکر صدقۃ ۔	ہر مرتبہ ایک بار سبحان اللہ کہنے پر ایک صدقہ کا ثواب ہے، ہر مرتبہ ایک بار اللہ اکبر کہنے پر ایک صدقہ کا ثواب ہے۔ ہر مرتبہ ایک بار لاالٰہ الا اللہ کہنے پر ایک صدقہ کا ثواب ہے۔ ایک بار بھلائی کا حکم دینے پر ایک صدقہ کا ثواب ہے اور ایک بار برائی سے منع کرنے پر ایک صدقہ کا ثواب ہے۔

آگے روایت زیر بحث کا وہ ٹکڑا ہے جو اوپر گزرا:

---

[1] صحیح مسلم جلد ۳۔ کتاب الزکوٰۃ۔ باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف۔

وفی بضع احدکم صدقۃ۔

جائز طریقے پر جنسی خواہش کی تکمیل پر ایک صدقہ کا ثواب ہے۔

اس پر حضرات صحابہؓ نے عرض کیا:

قالوا یا رسول اللہ ایاتی احدنا شھوتہ و یکون لہ فیھا اجر۔

انھوں نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! کیا ہم میں سے ایک شخص اپنی شہوانی خواہش پوری کرتا ہے اور اس پر اس کو ثواب ملے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا:

قال ارأیتم لو وضعھا فی حرام أکان علیہ فیھا وزر فکذلک اذا وضعھا فی الحلال کان لہ اجر[1]۔

ارشاد فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے اگر وہ اس خواہش کو حرام جگہ سے پوری کرے تو کیا وہ سزا کا مستحق نہ ہوگا۔ تو اسی طرح جب وہ اس کو حلال جگہ سے پوری کرے گا تو وہ ثواب کا مستحق ہوگا۔

حدیث کی تشریح کرتے ہوئے علامہ نوویؒ نے بجا طور پر کہا ہے:

فالجماع یکون عبادۃ اذا نوی بہ قضاء حق الزوجۃ ومعاشرتھا بالمعروف الذی امر اللہ تعالیٰ بہ او طلب ولد صالح او اعفاف نفسہ او اعفاف الزوجۃ ومنعھما جمیعا من النظر الی حرام

جماع عبادت بن جاتا ہے اگر اس سے آدمی کی نیت بیوی کے حق کی ادائیگی اور اس کے ساتھ بھلائی کے ساتھ رہنا ہو جس کا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ یا نیک اولاد کی طلب ہو۔ یا اپنے آپ کو یا بیوی کو عفت مآب رکھنا اور ان دونوں کو حرام کی طرف نگاہ ڈالنے سے یا اس کے بارے میں سوچنے یا اس کا ارادہ کرنے سے باز رکھنا ہو۔ یا اسی طرح کے عمدہ مقاصد میں سے کوئی دوسری

---

[1] مسلم بحوالہ سابق۔

او الفكر فيه او السهم به او غير .... چیز ہو۔

ذلك من المقاصد الحسنة۔[1]

انسان کی بیوی جس کے ساتھ ہی وہ جائز طور پر جنسی تعلق قائم کرسکتا اور اپنی جنسی خواہش کی تکمیل کا سامان کرسکتا ہے۔ اسلام اس کو کس نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس طرح وہ جنس Sex کے مسئلہ کو کس قدر تقدس اور پاکیزگی عطا کرتا ہے، اس کا اندازہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ذیل سے ہوتا ہے۔ حضرت ثوبانؓ کی روایت ہے کہ ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

ليتخذ احدكم قلبا	تم میں سے ایک شخص کو چاہیئے کہ شکر گزار
شاكرا ولسانا ذاكرا	دل اور ذکر کرنے والی زبان اور ایسی بیوی رکھے
وزوجة مؤمنة تعين احدكم	جو آخرت کے معاملہ پر اس کی مدد کر سکے۔
على امر الآخرة۔[2]	

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوی کو، جس کے ذریعہ آدمی کی جنسی خواہش کی تکمیل ہوتی ہے، اسے ذکر و شکر کے ہم رتبہ قرار دیا ہے[3]۔ جب کہ آج خدا سے غافل انسانیت نے جذبۂ جنس کو محض ایک حیوانی جذبہ اور نفسانیت اور شیطنت کا آلۂ کار بنا رکھا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دوسری حدیث سے بھی بیوی کی یہی حیثیت سامنے آتی ہے۔ جس میں اللہ کے تقویٰ اور خوفِ خدا کے بعد آپؐ بیوی کو ایک مومن کی سب سے قیمتی متاع قرار دیتے ہیں:

ما استفاد المؤمن	اللہ کے تقویٰ کے بعد مسلمان نے کسی

---

[1] نووی مع المسلم: ۱/۳۲۵۔ [2] ابن ماجہ ابواب النکاح، باب افضل النساء ترمذی جلد ۲۔ ابواب التفسیر، سورۂ توبہ۔ نیز مسند احمد: ۵/۲۷۸، ۲۸۲، ۳۶۶، نیز فی شعب الایمان بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح جزء ۲۔ کتاب النکاح، باب عشرۃ النساء وما لکل واحد من الحقوق، فصل ثالث۔

[3] احیاء علوم الدین: ۲/۳۱۔

من بعد تقوی اللہ خیراً لہ	دوسری چیز سے فائدہ نہیں اٹھایا جو نیک بیوی سے
من زوجۃ صالحۃ ان	بہتر ہو کہ اگر وہ اسے حکم دے تو وہ اس کی بات مانے
امرھا اطاعتہ وان نظر	اگر وہ اس کو دیکھے تو اس کو شادماں کر دے اور
الیھا سرتہ وان اقسم	اگر وہ اس پر کوئی قسم کھالے تو وہ اسے پوری کرے
علیھا ابرتہ وان غاب	اور اگر وہ اس سے دور ہو تو وہ اس کی جان اور
عنھا نصحتہ فی نفسہ ومالہ[1]	اس کے مال کے معاملہ میں اس کی خیر خواہ ہو۔

انسان کی کمزوری ہے کہ اگر اس کے اوپر فطری خواہشات کا دباؤ غیر معمولی طور پر بڑھ جائے تو اس وقت اسے کچھ یاد نہیں رہتا ہے۔ حدیث میں بھوک پیاس کی شدت میں نماز پڑھنے سے بھی منع کیا گیا ہے[2]۔ انسان کی جنسی خواہش کا دباؤ دوسری تمام خواہشات کے مقابلہ میں بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ آیت کریمہ:

وخلق الانسان ضعیفا ہ	اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

(نساء:۲۸)

کی ایک تفسیر یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ آدمی عورت سے بمشکل ہی صبر کر سکتا ہے[3]۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ "جب مرد کا عضو تناسل کھڑا ہو جاتا ہے تو اس کی دو تہائی عقل رخصت ہو جاتی ہے" جب کہ دوسرے بزرگ کا کہنا ہے کہ "اس کا ایک تہائی دین رخصت ہو جاتا ہے"[4]۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ایک نادر تفسیر کے مطابق آیت پاک:

ومن شر غاسق اذا وقب (فلق:۳)	اور (میں پناہ مانگتا ہوں) عضو تناسل کے شر سے جب کہ وہ کھڑا ہو جائے۔

---

[1] ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب افضل النساء۔ نسائی جلد ۲۔ کتاب النکاح، باب ای النساء خیر۔

[2] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: صحیح مسلم جلد ۲۔ کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ، باب کراھۃ الصلوٰۃ بحضرۃ الطعام الذی یرید اکلہ فی الحال۔ نیز: بخاری جلد ۱ کتاب الاذان، باب اذا حضر الطعام و الصلوٰۃ۔

[3] احیاء علوم الدین: ۲/۲۸۔

[4] حوالہ مذکور۔

سے بھی مراد مرد کے عضو تناسل کا کھڑا ہونا ہے[1] جس کے شر سے خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب میں غیر معمولی اہتمام سے پناہ مانگنے کی تاکید کی ہے۔ آگے امام غزالیؒ اس پوری گفتگو پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وھذہ بلیۃ غالبۃ اذا ھاجت لایقاومھا عقل ولا دین، وھی مع انھا صالحۃ لان تکون باعثۃ علی الحیاتین...... فھی اقوی آلۃ الشیطان علی بنی آدم[2]	(اور یہ جنسی خواہش) ایسی عام مصیبت ہے کہ اگر وہ بھڑک اٹھے تو اس کا مقابلہ کسی صورت سے نہ عقل کر سکتی ہے نہ دین۔ اور یہ وہ چیز ہے کہ اس کے اندر اگرچہ (دنیا آخرت) دونوں زندگیوں کو سنوارنے کی صلاحیت ہے...... اس کے ساتھ ہی یہ اولاد آدم پر شیطان کا سب سے طاقتور ہتھیار ہے۔

رشتہ ازدواج میں بندھ کر آدمی اپنے اس فطری داعیے کے دباؤ سے نجات اور اس طرح شیطان کے ایک اہم ترین آلۂ کار سے خلاص کا سامان کر لیتا ہے۔ جنسی خواہش کی تسکین محض ایک حیوانی جذبے کی تسکین نہیں بلکہ یہ دل کی پاکیزگی کا اہم ترین ذریعہ ہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے کیا خوب کہا ہے:

احتاج الی الجماع کما احتاج الی القوت، فالزوجۃ علی التحقیق قوت وسبب لطھارۃ القلب[3]	جماع کی مجھ کو ایسی ہی ضرورت ہے جیسی کہ غذا کی ضرورت ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ بیوی غذا اور دل کی صفائی کا سبب ہے۔

جنسی قوت اگر اپنے اظہار کے لئے صحیح طریقہ اختیار نہ کرے تو حق تعالیٰ سے قربت و معیت کا بندۂ مومن کا اولین مطلوب و مقصود پس پشت چلا جاتا ہے۔ اس مقصد سے بیوی

---

[1] احیاء، حوالہ سابق۔ [2] احیاء علوم الدین، حوالہ مذکور۔

[3] احیاء علوم الدین، ۲/۲۹۔

کی مدد اور تعاون کے ساتھ حق تعالیٰ سے عاجزانہ دعا اور آہ وزاری کرنے کی ضرورت ہے کہ اپنی عطا کردہ دوسری قوتوں اور صلاحیتوں کی طرح جنسی قوت کو بھی غلط طریقے سے استعمال ہونے سے محفوظ رکھنے میں اپنی مدد اور توفیق کو ہمیشہ شامل حال رکھے۔ شتیر بن شکلؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دعا سکھانے کی درخواست کی تو آپ نے مجھے اس دعا کی تعلیم دی:

اللھم انی اعوذ بک من	خدایا میں تیری پناہ چاہتا ہوں اپنے
شر سمعی ومن شر بصری	کان کی برائی سے اور اپنی نگاہ کی برائی سے اور اپنی
ومن شر لسانی ومن شر	زبان کی برائی سے اور اپنے دل کی برائی سے اور اپنی
قلبی ومن شر منیی[1]	منی کی برائی سے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری دعا کے الفاظ ہیں:

اسالک ان تطھر قلبی	(خدایا) میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تو میرے
وتحفظ فرجی[2]	دل کو پاک کردے اور میری شرمگاہ کی حفاظت فرمادے۔

جس کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کردہ ان دعاؤں کا استحضار ہو انشاءاللہ جنس کبھی اسے حیوان بنانے میں کامیاب نہ ہوگی۔

اس کے علاوہ جنسی خواہش کی تکمیل میں پاکیزگی اور طہارت کا دوسرا پہلو بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ دنیا کے اندر اس عارضی لذت سے آخرت کی دائمی لذتوں کا ایک پرتو دکھانا مقصود ہے۔ حجۃ الاسلام امام غزالیؒ اس نکتہ کی تفصیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ولعمری فی الشھوۃ حکمۃ	میری جان کی قسم شہوانی خواہش میں

---

[1] ابوداؤد جلد ۲۔ کتاب الصلوۃ، باب فی الاستعاذۃ، ترمذی جلد ۲۔ ابواب الدعوات، باب بلا ترجمہ/۱۸۷۔ نسائی جلد ۲ کتاب الاستعاذۃ باب الاستعاذۃ من شر السمع والبصر۔

[2] بیہقی فی الدعوات من حدیث ام سلمۃ باسناد فیہ لین بحوالہ المغنی، عن حمل الاسفار للعراقی مع احیاء علوم الدین ۲/۲۸

اخرى سوى الارهاق الى الايلاد، وهو ما في قضائها من اللذة التي لا توازيها لذة لو دامت، فهي منبهة على اللذات الموعودة في الجنان، اذ الترغيب في لذة لم يجد لها ذواقا لا ينفع، فلو رغب العنين في لذة الجماع او الصبي في لذة الملك والسلطنة لم ينفع الترغيب، واحدى فوائد لذات الدنيا الرغبة في دوامها في الجنة، ليكون باعثا على عبادة الله۔[1]

منی بہاکر اولاد پیدا کرنے کے علاوہ ایک دوسری حکمت بھی ہے اور وہ یہ کہ اس خواہش کی تکمیل میں وہ لذت ہے کہ اس کے برابر کوئی دوسری لذت نہیں ہے بشرطیکہ وہ برابر باقی رہ سکے۔ تو جنت میں جن لذتوں کا وعدہ ہے یہ دراصل ان کی یاددہانی کا ذریعہ ہے۔ اس لئے کہ کسی ایسی لذت کی ترغیب دینا جس کا آدمی ذوق آشنا ہی نہ ہو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے اگر نامرد کو جماع کی لذت کی ترغیب دی جائے یا بچے کو حکومت و بادشاہت کی لذت کی ترغیب دی جائے تو اس ترغیب کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا ہے۔ دنیا کی لذتوں کا ایک فائدہ یہ ہے کہ جنت میں ان کے ہمیشہ باقی رہنے کی آدمی کے اندر خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ چیز انسان کو خدا تعالیٰ کی طاعت و بندگی پر آمادہ کرتی ہے۔

اسلام کے نقطۂ نظر سے اپنی بیوی کے ساتھ انسان کا جنسی تعلق کوئی حیوانی عمل نہیں بلکہ اس کے اندر اپنے کو پاکباز اور عفت مآب رکھنے اور تکثیر امت کے جذبہ سے اولاد کی خواہش کے پاک جذبات شامل ہوں تو یہ ایک بڑی عبادت ہے جس سے انسان کے گناہ جھڑتے ہیں۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں جب کہ اس طرح کے موقع پر صحابی کے قول کو حدیث مرفوع کا درجہ حاصل ہوتا ہے:

ان الرجل اذا نظر الى امراته ونظرت اليه

جب مرد اپنی عورت کو دیکھتا ہے اور وہ اس کو دیکھتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو رحمت

---

۱ احیاء علوم الدین: ۲/۲۷،۲۸۔

نظر اللہ تعالی الیہما	کی نظر سے دیکھتا ہے تو جب شوہر بیوی کی ہتھیلی
نظرۃ رحمۃ فاذا اخذ بکفہا	کو پکڑتا ہے تو ان دونوں کے گناہ ان کی انگلیوں
تساقطت ذنوبھما من خلال	کی بیچ سے جھڑنے لگتے ہیں۔
اصابعھما۔[1]	

حضرت ابوسعید خدری کے اس اثر میں جنسی عمل کے ان مقدمات کو اس اجر و ثواب کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ اس کی روشنی میں آخری جنسی عمل کی طہارت اور پاکیزگی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اسلام میں نکاح کے مقاصد پر تفصیلی گفتگو ان شاء اللہ آگے آرہی ہے اس کے ہرجہت پاک مقاصد کی روشنی میں بعض علماء نے اسے عبادت کے لیے گوشۂ تنہائی اختیار کرنے سے بھی بڑھ کر افضل قرار دیا ہے[2]۔ اسلام کے نزدیک انسان کا ہر حرکت و عمل اگر وہ خدا تعالیٰ کی مرضی اور اس کے حکم کے مطابق ہو تو وہ عبادت ہے، آدمی اگر اپنی جنسی زندگی Sexual life میں خدائی احکام و عبادات کا پابند ہو تو اس سلسلے کا اس کا ہر عمل اور اس کی ہر حرکت عبادت ہے جس کے نتیجے میں اس کا خدا اس سے خوش ہوگا اور اس کے حضور اور اس کی بارگاہ میں وہ اجر و ثواب کا مستحق قرار پائے گا۔ عورت کے ساتھ انسیت اور جنسی دل چسپی میں پاکی اور طہارت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ آدمی کی تکان دور ہوتی اور ذہن و دماغ کو راحت اور سکون نصیب ہوتا ہے۔ جس کی بدولت انسان نئی تازگی اور پوری دلجمعی اور نشاط کے ساتھ اپنے کو طاعت و عبادت کے کاموں میں لگا سکتا ہے۔ ذہن و دماغ کی راحت بخشی کا یہ فطری سامان نہ رہے تو طاعت و عبادت کے کاموں میں آدمی کا جی پوری طرح نہ لگے اور ہر وقت ایک طرح کی ذہنی ناآسودگی اور بے دلی کا شکار رہے[3]۔ نماز سے بڑھ کر اسلام میں کوئی عبادت نہیں۔ قرآن و حدیث کی صراحت سے بندہ

---

[1] التیسیر بشرح الجامع الصغیر: ۱: ۲۸۳۔ بحوالہ الرافعی فی تاریخہ۔

[2] احیاء علوم الدین: ۲: ۲۱۔ نیز المغنی لابن قدامہ: ۶: ۴۴۴۔ مکتبۃ الجمہوریۃ العربیہ مصر

[3] احیاء علوم الدین: ۲: ۳۰۔

سب میں زیادہ جس حالت میں اپنے رب سے قریب ہوتا ہے وہ یہی سجدے کی حالت ہوتی ہے[1]
جو عبادت اس درجے کی ہو اس کی امامت کا درجہ اور اس کی عظمت اپنے آپ میں واضح ہے
اس امامت کی اہلیت اور اس کے استحقاق کی، احکام صلوٰۃ کی بہتر واقفیت، عمدہ قرات اور
تقویٰ اور خدا ترسی وغیرہ کی جو شرطیں بیان کی گئی ہیں انہی میں ایک اہم ترین چیز یہ بھی کہ
اس کا استحقاق اس شخص کو ہوگا جس کی بیوی سب سے زیادہ خوبصورت ہو اس لئے کہ اس
صورت میں بامکان غالب اس سے اس کی محبت اور چاہت غیر معمولی ہوگی اور اندریں
صورت اس کی عفت مآبی اور پاکبازی کے ساتھ عمدہ نماز در بہتر اقتدا کی توقع ایک شخص کے
مقابلے میں زیادہ کی جا سکتی ہے جسے اس نعمت اور اس دولت کی سہولت میسر نہ ہو[2]

---

[1] علق ۱۹، صحیح مسلم ۲۔ کتاب الصلوٰۃ، باب مایقال فی الرکوع والسجود، مطبع عامرہ، مصر۔

[2] ابن عابدین شامی: رد المحتار علی الدر المختار ۱/۵۲۱۔ مطبع عثمانیہ، مصر ۱۳۲۴ھ۔

جماع کے آداب

اسلام جنس Sex کو طہارت و پاکیزگی کے کس بلند مقام تک پہنچاتا ہے اس کا اندازہ ان حدود و آداب کی تفصیل سے کیا جا سکتا ہے جو اس نے جنسی عمل اور جنسی حرکت Sexual activity. کے آخری نقطہ مباشرت یا مجامعت Coitus کے موقع کے لئے فراہم کی ہے۔ اسلام کا طرہ ہے کہ وہ انسان کی پوری زندگی کو خدا کی یاد سے معمور کرتا ہے۔ جنس میں پڑ کر انسان خدا کو بھول جاتا ہے۔ موجودہ دور میں اس چیز نے انسان کو جس طرح غافل اور مدہوش کیا ہے وہ سامنے کی حقیقت ہے۔ جب شادی اور نکاح ہی غیر ضروری اور فضول قرار پا جائے تو جنس کے دوسرے مہذب آداب کو کون خاطر میں لاتا ہے۔ اسلام جنس کے اظہار کے لئے نکاح کی شرط کے ساتھ اپنی منکوحہ کے ساتھ مباشرت کے آخری جنسی عمل کو باادب اور پابند حدود کر کے جنس Sex. کو حیوانیت سے اٹھا کر روحانیت کے بلند ترین مرتبہ پر فائز کرتا ہے ذیل میں مباشرت و مجامعت کے ان آداب کی تفصیل کی جاتی ہے۔

۱۔ وضو اور دعا

مباشرت کا پہلا ادب ہے کہ اس میں پڑنے سے پہلے آدمی وضو کا اہتمام کرے۔ معلوم ہے کہ اسلام میں سونے کا ادب ہے کہ انسان کے لئے باوضو سونا بہتر ہے[۱]

---

[۱] بخاری جلد ۱ کتاب الوضوء، باب فضل من بات علی الوضوء، اصح المطابع دہلی (باقی صفحہ گزشتہ)

دوسری حدیث میں وضو سے رہنے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کی علامت قرار دیا ہے[1]۔ اس کا تقاضا ہے کہ اس موقع پر آدمی کا پہلے سے وضو نہ ہو تو تازہ وضو کرلے۔ اس سے طبیعت میں جو تازگی اور نشاط پیدا ہوتا ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔ جب کہ اس وقت اس

(باقی حاشیہ صفحہ گزشتہ) مسلم جلد ۲ کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب ما یقول عند النوم واخذ المضجع، عامرہ، مصر۔ نیز ترمذی جلد ۲۔ ابواب الدعوات، باب ماجاء فی الدعاء اذا اوی الی فراشہ۔ رشیدیہ، دھلی

[1] موطا امام مالک، باب جامع الوضو مکتبہ تجاریہ کبریٰ (مصر) مسند احمد: ۵/۲۷۷، ۲۸۰، ۲۸۲۔ ایضاً رواہ ابن ماجہ والدارمی، بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح، جلد ا کتاب الطھارۃ، فصل ثانی، نیز مستدرک حاکم: ۱/۱۳۰ کتاب الطھارۃ، باب لایحافظ علی الوضوء الا مومن۔ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد الدکن ۱۳۳۴ھ الطبعۃ الاولیٰ۔ موطا میں یہ روایت امام مالک کی بلاغات سے ہے جب کہ اس کے دوسرے طریقوں میں یہ حضرت ثوبان اور حضرت عبداللہ بن عمرو سے صحیح طریقوں سے مسند ہے۔ اور امام حاکم نے الفاظ کے تھوڑے فرق سے اس کے موطا کے الفاظ کی تصحیح بھی کی ہے۔ تنویر الحوالک مع الموطا: ۱/۴۲ محولہ بالا۔ روایت کے الفاظ: لایحافظ علی الوضوء الا مومن کا ایک مطلب اس کے اگلے ٹکڑے 'فان الوضوء سر بین العبد و بین اللہ عز وجل' (اس لئے کہ وضو بندے اور اللہ جل شانہ کے مابین ایک راز ہے) کی روشنی میں اس کی حفاظت اور نگہداشت ہے۔ اس لئے کہ بسا اوقات آدمی کا وضو اس طرح ٹوٹ سکتا ہے کہ کسی دوسرے کو اس کی خبر نہ ہو، اس صورت میں اس کی خبر گیری کی توقع کسی صاحب ایمان ہی سے کی جاسکتی ہے، منافق کے بس کا یہ روگ نہیں۔ علامہ ابن تیمیہ روایت کے اسی مفہوم کے قائل ہیں۔ فتاویٰ ابن تیمیہ: ۱۸/۲۶۱۔ طبع سعودیہ۔ لیکن 'محافظت' کا دوسرا مفہوم پابندی اور مداومت بھی بتایا گیا ہے۔ سخت سردی اور جسمانی تکلیف کی صورت میں اس کی توقع بھی صاحب ایمان ہی سے ہوسکتی ہے۔ نفاق کے مرض کے شکار کسی شخص سے نہیں: تنویر الحوالک مع الموطا: ۱/۴۳ محولہ بالا۔ مزید، قرآن شریف میں اس لفظ کے استعمال سے بھی اس دوسرے مفہوم کی تائید ہوتی ہے جہاں 'محافظت' اور 'مداومت' کو ہم معنی الفاظ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے (المعارج: ۲۳، ۳۴) الذین ھم علی صلاتھم دائمون۔ و الذین ھم علی صلاتھم یحافظون۔ واللہ اعلم۔

کی ضرورت ہوتی ہے۔

خاص تعلق سے پہلے یہ دعا پڑھنی چاہئے:

بسم اللّٰہ اللّٰھم جنبنی الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنا۔[1]

اللہ کے نام سے۔ خدایا مجھے شیطان سے بچا اور مجھے تو جو اولاد عطا کرے اسے بھی شیطان سے محفوظ رکھ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اپنی بیوی کے پاس آتے وقت جو کوئی اس دعا کا اہتمام کرے گا تو قدرت کی طرف سے اگر کسی اولاد کا فیصلہ ہوگا تو شیطان ہرگز اسے کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا سکے گا۔[2] یہ دعا پوری یاد نہ ہو تو بسم اللہ ضرور پڑھ لے۔ آیت کریمہ کے ٹکڑے "وَقَدِّمُوا لِاَنْفُسِكُمْ" (البقرہ: ۲۲۳) اور (بیویوں کے پاس آتے ہوئے) اپنے لئے آگے بڑھاؤ کی ایک تفسیر یہ بھی بیان کی گئی ہے۔[3]

۲۔ مباشرت سے قبل ملاعبت

جماع کا دوسرا ادب مباشرت سے قبل ملاعبت یعنی چھیڑ چھاڑ اور جنسی کھیل ہے۔ مرد کے لئے مستحب ہے کہ بیوی سے خاص تعلق سے پہلے اس کے ساتھ جنسی کھیل کرے تاکہ اس کی شہوت ابھر جائے اور اسے بھی مباشرت کی وہ لذت حاصل ہو جو

---

[1] بخاری جلد ۲ کتاب النکاح، باب ما یقول الرجل اذا اتی اھلہ۔ ایضاً بخاری جلد ۱۔ کتاب الوضوء، باب التسمیۃ علیٰ کل حال وعند الوقاع۔ مسلم جلد ۴۔ کتاب النکاح۔ باب ما یستحب ان یقولہ عند الجماع۔ نیز: ترمذی جلد ۱۔ ابواب ماجاء فیما یقول اذا دخل علیٰ اھلہ۔ قال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح۔ ابو داؤد جلد ۱ کتاب النکاح، باب فی جامع النکاح۔ ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب ما یقول الرجل اذا دخلت علیہ اھلہ۔

[2] بخاری، حوالہ سابق۔

[3] تفسیر الجلالین، دار المعرفۃ، بیروت طبع اولیٰ ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء، المغنی لابن قدامہ: ۷/ ۲۵ مکتبۃ الجمھوریۃ العربیۃ، مصر وغیرھا۔

مرد کو حاصل ہوتی ہے[1]۔ اسلام انسان کی پوری زندگی کو طہارت اور پاکیزگی کے راستے پر لگاتا ہے۔ انسان کا اپنی بیوی سے جنسی تعلق بھی، اگر وہ اس کے مطلوبہ آداب اور اسلام میں اس کے پیش نظر مقاصد کی تکمیل کی غرض سے ہو، ایک پاک عمل ہے۔ جس پر جیسا کہ حدیث میں صراحت ہے بندۂ مومن اجر و ثواب کا مستحق قرار پاتا ہے[2]۔ اس کا تقاضا ہے کہ جنس کے ہیجان میں آدمی اپنی بیوی پر دفعتہً نہ ٹوٹ پڑے بلکہ جنسی کھیل کے ذریعہ اسے پیشگی تیار کرنا ضروری ہے۔ مغرب میں خدا اور رسولؐ کے احکامات سے منہ موڑ کر انسان نے جنس Sex کے معاملے میں اپنے کو جانوروں سے بھی نیچے گرا لیا ہے اس کا نتیجہ ہے کہ، امریکہ میں نوجوان مرد و زن جب باہم ملتے ہیں تو وہ ابتدائی کلمات محبت بھی ادا نہیں کرتے جو جانور بھی جسمانی ملاقات سے قبل کورٹ شپ کے طور پر کرتے ہیں، بلکہ جب وہ ایک دوسرے کی جانب بڑھتے ہیں، ان کی آنکھوں میں چمک اور کھلم کھلا دعوت ہوتی ہے اور ان کی تمام حرکات زبانِ حال سے پکارتی ہیں "آؤ، بس جلدی سے آخری عمل تک پہنچ جائیں[3]۔" اسلام جنس Sex کو جو طہارت اور پاکی عطا کرتا ہے اس کے پیش نظر اس کے طور طریقے اس سے بالکل مختلف ہیں۔ اس کے نزدیک بیوی سے خاص تعلق سے پہلے جنسی کھیل، بیوی کو بوسہ، اس کی زبان چوسنے اور اس سے بغل گیر ہونے، پستان سے متنوع لطف اندوزی، نیز اس کے عضوِ مخصوصہ کو چھونے اور سہلانے وغیرہ کے مختلف طریقوں سے اسے ہموار کرنا ضروری ہے حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھیڑ چھاڑ اور جنسی کھیل سے پہلے بیوی سے خاص تعلق قائم کرنے سے منع فرمایا ہے: نھی رسول اللہ

---

[1] المغنی لابن قدامہ: ۷/۲۵۔

[2] صحیح مسلم جلد ۳۔ کتاب الزکوٰۃ، باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف۔

[3] بحوالہ اسلام اور جدید مادی افکار/ ۲۵۲۔ محولہ بالا۔

صلی اللہ علیہ وسلم من المواقعۃ قبل الملا عبۃ۔[لہ] دوسری روایت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مباشرت کے اس ادب کی تعلیم دی ہے۔ ایک موقع پر فرماتے ہیں:

لا یقعن احدکم علی امرأتہ — تم میں کا کوئی شخص اپنی عورت پر

لہ زاد المعاد: ۴/۲۵۳۔ اسی تسلسل میں علامہ ابن قیمؒ نے سنن ابوداؤد کے حوالہ سے حضرت عائشہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں بوسہ دیتے اور ان کی زبان چوستے تھے۔ انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقبل عائشۃ ویمص لسانھا۔ زاد: ۴/۲۵۳۔ لیکن ابوداؤد میں حضرت عائشہؓ کی پوری روایت اس طرح ہے۔

کان یقبلھا وھو صائم ویمص لسانھا۔	آپؐ انھیں بوسہ لیتے تھے دریں حالیکہ آپؐ روزے سے ہوتے تھے۔ نیز آپؐ ان کی زبان کو چوستے تھے۔

ابوداؤد جلد اکتاب الصیام میں مصنف نے اس پر باب باندھا ہے: باب الصائم یبلع الریق۔ یعنی اس کا باب کہ روزہ دار تھوک کو نگل سکتا ہے۔ اس صورت میں اس روایت کا سیاق بالکل دوسرا ہو جاتا ہے جس کا تعلق روزہ دار کے لئے اس حالت میں اپنی بیوی کو بوسہ لینے کی صورت میں اس حد تک آگے بڑھنے کی اجازت سے ہے۔ اس سے پہلے کتاب الصیام میں امام ابوداؤد نے جو باب باندھا ہے وہ ہے: باب القبلۃ للصائم یعنی اس کا باب کہ روزہ دار اپنی بیوی کو بوسہ لے سکتا ہے۔ آگے کا باب مذکورہ باب الصائم یبلع الریق، گویا اس باب کا تتمہ ہے۔ اس کے مابعد جو باب ہے وہ اس کی تکمیل کرتا ہے یعنی کہ باب کراہیتہ للشاب۔ یعنی جوان آدمی کے لئے روزہ کی حالت میں سادہ بوسہ اور آگے کی مذکورہ ہیئت مکروہ ہے۔ اس موقع پر شاید علامہ ابن قیم کو سہو ہو گیا ہے جو انھوں نے روایت زیر بحث کو مباشرت سے قبل ملاعبت کے قبیل کے بوسے اور زبان چوسنے کے تحت بیان کر دیا ہے۔ زاد المعاد سفر کی حالت میں لکھی گئی ہے۔ اس لئے اس میں اس طرح کی چوک کا ہونا کچھ بعید نہیں ہے۔ محولہ ایڈیشن کے محققین نے اس طرح کے دوسرے مقامات کی نشاندہی کی ہے۔ تعجب ہوتا ہے کہ اس موقع پر ان کی نگاہ کیسے چوک گئی اور انھوں نے خاموشی اختیار کی ہے۔

كما تقع البهيمة وليكن بينهما رسول. قيل وما الرسول يا رسول الله؟ قال القبلة والكلام[1]

اس طرح نہ ٹوٹ پڑے جس طرح کہ جانور ٹوٹ پڑتا ہے۔ بلکہ تمہارے درمیان ایک پیغام رساں ہونا چاہیئے۔ دریافت کیا گیا: اے اللہ کے رسولؐ! یہ پیغام رساں کیا ہے؟ ارشاد ہوا: بوسہ اور الفت و محبت کی باتیں۔

اسی روایت کے ایک حصہ میں کم ہمتی اور کم حوصلگی کی بعض دوسری باتوں کے ساتھ ارشاد ہوا:

والثالث: ان يقارب الرجل جاريته او زوجته فيصيبها قبل ان يحدثها ويؤانسها، ويضاجعها فيقضي حاجته قبل ان تقضي حاجتها منه[2]

تیسرے یہ کہ آدمی اپنی لونڈی یا بیوی سے مقاربت کرنی چاہے تو اس پر ٹوٹ پڑے اس سے پہلے کہ اس سے کچھ بات چیت کرے اور اس سے انسیت پیدا کرے۔ اور اس سے ہمبستر ہو جائے اس طرح کہ وہ (مرد) تو اپنی ضرورت پوری کرلے لیکن وہ (عورت) اس سے اپنی ضرورت پوری نہ کرسکے۔

دوسرے موقع پر حضرت انسؓ کی اس روایت کے الفاظ ہیں:

اذا جامع الرجل اهله فليقصد

جب آدمی اپنی بیوی سے مجامعت

---

[1] احیاء علوم الدین: ۵۰/۲ قال العراقی رواہ ابو منصور الدیلمی فی مسند الفردوس من حدیث انس وھو منکر۔ المغنی مع الاحیاء۔ حوالہ سابق۔ فقہا کے طرز پر عمل کرتے ہوئے اس طرح کی کمزور روایات پر عمل بھی تقاضائے احتیاط معلوم ہوتا ہے۔ نفس یہ مضمون عقل عام کے علاوہ دوسری صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ آگے شب عروسی کے مخصوص آداب میں اس کی تفصیل ہے۔

[2] احیاء علوم الدین: ۵۰/۲، ابو منصور دیلمی فی مسند الفردوس من حدیث انس۔ حدیث انس حدیث مذکور کا ایک حصہ۔ المغنی مع الاحیاء، حوالہ سابق۔

ھا ثم اذا قضی حاجتہ فلا یعجلھا حتی تقضی حاجتھا۔[۱]	کرے تو اس کے پاس سکون واطمینان سے پہنچے۔ پھر جب اپنی ضرورت پوری کرے تو اس سے جلدی نہ کرے یہاں تک کہ وہ بھی اپنی ضرورت پوری کر لے۔

معلوم ہوا کہ مباشرت سے قبل عورت سے ملاعبت وموانست کی ضرورت اس لئے بھی ہے کہ اسی صورت میں اس کے لئے مرد کے ساتھ خارج Discharge. ہونا ممکن ہو سکتا ہے جس کے بغیر اس کی جنسی تسکین مکمل نہیں ہو سکتی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ایک مرسل[۲] روایت سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔ جس کے مطابق رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا تواقعھا الا وقد اتاھا من الشھوۃ مثل ما اتاك لكيلا تسبقھا بالفراغ۔	اپنی بیوی سے مقاربت نہ کرو جب تک کہ اس کے اندر شہوت اسی طرح پوری طرح نہ ابھر جائے جیسا کہ وہ تمہارے اندر ابھر چکی ہو تاکہ ایسا نہ ہو کہ تم اس سے پہلے خارج ہو جاؤ۔

اس پر صاحب واقعہ نے کسی قدر تعجب سے دریافت کیا کہ آیا یہ بھی میرے لئے ضروری ہے: قلت وذلك الى، تو جواب میں ارشاد ہوا:

نعم انك تقبلھا وتغمزھا وتلمزھا فاذا رأيت انه قد جاءھا مثل ما جاءك واقعتھا۔[۳]	ہاں تم اسے بوسہ دو، اس سے آنکھیں چار کرو، عشق ومحبت کی باتیں کرو۔ پھر جب تم دیکھو کہ تمہارے اندر جو بات آگئی ہے وہی اس کے اندر بھی آگئی ہے تو اس سے مباشرت کرو۔

---

[۱] المغنی لابن قدامہ: ۷/۲۶۔ [۲] مرسل وہ روایت جسے تابعیؒ یا تبع تابعیؒ صحابیؓ کے واسطے کے بغیر براہ راست نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے۔

[۳] حوالہ سابق/۲۵،۲۶۔

اس کے باوجود مرد عورت سے قبل خارج ہو جائے تو جب تک کہ عورت بھی خارج نہ ہو جائے اس کے لئے اپنے عضو کو باہر کھینچ لینا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ یہ عورت کے لئے نقصان کا موجب ہے، جس کی جنسی تسکین اس طرح نا تمام رہ جاتی ہے[1]۔ ملاعبت کے بغیر اچانک مباشرت کی صورت میں عورت کے عضوِ خاص میں مطلوبہ رطوبت اور چکناہٹ کے پیدا نہ ہونے کے سبب اس سے اس کو تکلیف بھی ہو سکتی ہے اور جنسی تسکین اپنی جگہ یہ ناگوار مباشرت اس کے لئے باعثِ اذیت ہو سکتی ہے۔

جدید ماہرینِ جنسیات کے مطابق، جس کی تجربہ سے تصدیق ہوتی ہے، مرد کی طرف سے مباشرت میں ٹھہراؤ کے علاوہ اس کے بعد اپنی بیوی سے مہر و محبت کے دوسرے طریقوں کے ذریعہ بھی مکمل جنسی تسکین کا سامان کرنا چاہیئے۔ مباشرت کے بعد after Play. کے مطلوبہ طریقے میں محبت کے عمل کو اچانک ختم کر دینا مناسب نہیں ہے۔

اس لئے کہ مجامعت کے عمل کے بعد مرد کا جنسی تناؤ بہت جلد ختم ہو جاتا ہے جب کہ عورت کی یہ کیفیت نسبۃً دیر میں زائل ہوتی ہے۔ اس لئے مجامعت کے فوراً بعد مرد کو مکمل طور پر لاتعلق نہیں ہو جانا چاہیئے۔ ایسا کرنے سے اس کی شریکِ حیات کا جنسی تناؤ پوری تسکین حاصل کرنے سے قاصر رہ جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کے تحت الشعور میں جنسی عمل سے ایک طرح کی نفرت پیدا ہو سکتی ہے، جو بعد میں ازدواجی زندگی کی عدم ہم آہنگی کی صورت اختیار کر سکتی ہے[2]۔

۲۔ بے ستری سے اجتناب

مباشرت کا ایک ادب یہ ہے کہ اس وقت آدمی کو بالکل بے ستر نہیں ہونا چاہیئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔ حضرت عتبہ بن عبد السلمی

---

[1] حوالہ مذکور/۲۶

[2] Sex Education for Teenagers P. 57

کی روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا اتی احدکم اھلہ فلیستتر ولایتجرد تجرد العیرین[1]	جب تم میں کا کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس آئے تو چاہیے کہ پردہ سے رہے۔ گدھے کے مانند بالکل بے لباس نہ ہو جائے۔

روایت کے دوسرے الفاظ میں اس کو مزید کھول دیا گیا ہے جس میں اس موقع پر تا بہ حدِ امکان ستر پوشی کی تاکید ہے:

اذا اتی احدکم زوجہ فلیستتر ما استطاع ولا یتجرد تجرد البعیرین[2]	جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس آئے تو جہاں تک ہو سکے پردہ پوشی سے کام لے۔ شوہر و بیوی دونوں اونٹ کے مانند بالکل بے لباس اور برہنہ نہ ہو جائیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری حدیث جس میں آپ نے علی الاطلاق برہنگی اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے اس کا بھی یہی تقاضا ہے۔

ایاکم والتعری فان معکم من لا یفارقکم الا عند الغائط وحین یفضی الرجل الی اھلہ فاستحیوھم واکرموھم[3]	ننگے ہونے سے سختی سے پرہیز کرو۔ اس لئے کہ تمہارے ساتھ وہ (فرشتے) رہتے ہیں جو کبھی تم سے الگ نہیں ہوتے۔ سوائے رفعِ حاجت کے وقت اور اس وقت جب مرد اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے تو تم ان سے شرم کرو اور ان کی عزت کرو۔

---

[1] ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب التستر عند الجماع۔ اس کے دو راوی ضعیف ہیں۔ جن میں سے ایک منکر الحدیث ہے۔ حاشیہ السندی علی ابن ماجہ ۱/۱۳۹ بحوالہ بالا۔ ایضاً قال العراقی سندہ ضعیف۔ المغنی مع احیاء: ۲/۵۰۔

[2] تکملۃ البحر الرائق شرح کنز الدقائق: ۸/۱۹۳ دار الکتب العربیۃ الکبری، مصر۔

[3] ترمذی جلد ۲۔ ابواب الادب۔ باب ما جاء فی الاستتار عند الجماع۔ قال الترمذی ھذا حدیث غریب لا نعرفہ الا من ھذا الوجہ

اس حدیث میں صرف دو موقعوں پر ستر کھولنے کی اجازت دی گئی ہے۔ رفعِ حاجت کے وقت دوسرے اس وقت جب آدمی اپنی بیوی سے تنہائی میں ملتا ہے۔ رفع حاجت کے وقت آدمی بالکل بے ستر نہیں ہو جاتا بلکہ ضرورت کے بقدر ہی اپنے ستر کھولتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی سے خاص تعلق کے وقت بھی میاں بیوی کو بقدر ضرورت ہی اپنے ستر عورت کھولنا چاہیئے۔ بالکل برہنگی نہیں اختیار کر لینی چاہیئے کہ جسم پر ایک سوت بھی نہ رہے۔ اس سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری حدیث پر بھی دھیان دینے کی ضرورت ہے۔ حضرت بہز بن حکیم کی روایت ہے۔ فرماتے ہیں میرے والد حکیم میرے دادا معاویہ ابن حیدہ قشیریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ستر عورت کے سلسلے میں ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ کہاں تک ہمارے لئے پابندی اور کہاں تک آزادی ہے: قلت یارسول اللہ عورا تنا ما نأتی منها وما نذر؟ اس کے جواب میں آپؐ نے ارشاد فرمایا:

قال احفظ عورتك الا من زوجتك او ما ملكت يمينك فقال الرجل يكون مع الرجل قال ان استطعت ان لا يراها احد فافعل قلت فالرجل يكون خاليا قال فالله احق ان يستحيا منه۔[1]

اپنی ستر کو چھپاؤ سوائے اپنی بیوی کے اور باندی کے۔ اس پر راوی نے عرض کیا کہ مرد اپنے ہی جیسے مرد کے ساتھ ہوتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم یہ کر سکو کہ تمہاری ستر عورت کو کوئی نہ دیکھے تو ایسا ضرور کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ آدمی بسا اوقات تنہائی میں ہوتا ہے اس کی بابت آپؐ کیا فرماتے ہیں؟ ارشاد ہوا:

---

[1] ترمذی جلد ۲۔ ابواب الادب۔ باب ماجاء فی حفظ العورۃ۔ قال الترمذی ھذا حدیث حسن۔ نیز۔ ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب التستر عند الجماع۔

اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے شرم وحیا کی جائے۔

اس حدیث سے بھی پتہ چلتا ہے کہ گو کہ آدمی کے اوپر اپنی بیوی اور باندی کے سلسلے میں کوئی پابندی نہیں ہے لیکن خاص اوقات میں اسے بالکل بے ستر اور بے لباس نہ ہونا چاہیئے۔ آدمی جب بالکل تنہائی میں ہو تو یکسر بے ستر ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں ہوتی ہے۔ لیکن اس صورت میں بھی اللہ تعالیٰ کی موجودگی کے حوالے سے اسے اسلام کی مطلوبہ حیا کے منافی قرار دیا گیا ہے۔ پس جس طرح تنہائی میں بلاضرورت کسی کا بالکل بے ستر ہونا مناسب نہیں، بیوی سے خاص تعلق کے وقت بھی ضرورت سے زیادہ بے ستری بہتر نہیں۔ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے صاحبِ نیل الاوطار نے بجا طور پر کہا ہے:

ففی ھٰذا الحدیث الامر بستر العورۃ فی جمیع الاحوال والاذن بکشف ما لابد منہ للزوجات والمملوکات حال الجماع ولکنہ ینبغی الاقتصار علی کشف المقدار التی تدعو الضرورۃ الیہ حال الجماع ولا یحل التعرد کما فی حدیث عتبۃ المذکور[۱]

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ستر عورت کو تمام حالات میں چھپانے کا حکم ہے۔ اس کے جس قدر حصے کا کھولنا ناگزیر ہو، اس کی اجازت صرف بیویوں اور لونڈیوں کے حق میں مباشرت کے وقت ہے لیکن اس موقع پر بھی اس کا اتنا ہی حصہ کھولنا چاہیئے جتنے کی کہ مباشرت کے وقت ضرورت ہو۔ آدمی کے لئے بالکل برہنہ ہو جانا جائز نہیں ہے جیسا کہ حضرت عتبہ کی مذکورہ حدیث میں بیان ہوا ہے۔

اس مقصد کے لئے عام حالات میں مباشرت کے وقت اوپر سے کوئی کپڑا یا

---

[۱] نیل الاوطار ۶/۱۹۵

چادر ڈال لینا مناسب ہے۔ مباشرت کے وقت بالکل برہنگی اور بے ستری کا یہ نقصان اپنی جگہ ہے کہ اس کے نتیجے میں بلا وجہ پریشان نظری سے طبیعت کا ارتکاز مجروح ہوتا اور قوت منتشر ہوتی ہے جس سے مقاربت کی مطلوبہ لذت میں کمی آجاتی ہے۔

۴۔ وضو اور غسل کا اہتمام

مباشرت کا ایک ادب یہ ہے کہ آدمی کے ایک سے زیادہ بیویاں ہوں اور ایک ہی رات میں وہ ان سب کے پاس جانا چاہے تو ایک کے بعد دوسری کے یہاں جانے سے پہلے نیا غسل کر لینا چاہیے۔ حدیث سے گنجائش ہے کہ آدمی ایک ہی غسل سے اپنی کئی بیویوں کے پاس جا سکتا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی غسل سے اپنی تمام بیویوں کے یہاں ہو لیتے تھے[1]۔ لیکن زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب ہے کہ ایک بیوی کے بعد دوسری بیویوں کے یہاں جانے سے قبل تازہ وضو کرے جیسا کہ سنن ابوداؤد کی روایت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ حضرت ابو رافع کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک رات باری باری اپنی تمام ازواج مطہرات کے یہاں جانا ہوا۔ ان میں سے ہر عورت کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تازہ غسل فرمایا۔ فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! آپ نے ایک ہی غسل پر اکتفا فرمایا ہوتا۔ جواب میں ارشاد ہوا:

هذا ازكى واطيب واطهر[2] — یہ زیادہ پاکی، زیادہ خوش گواری اور زیادہ صفائی کا موجب ہے۔

---

[1] صحیح مسلم جلد ۱۔ کتاب الحیض۔ باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء له وغسل الفرج اذا اراد ان یاکل او یشرب او ینام او یجامع۔

[2] ابوداؤد جلد ۱۔ کتاب الطهارة باب الوضوء لمن اراد ان یعود۔ ابن ماجه۔ ابواب الطهارة باب فی الجنب اذا اراد العود توضأ۔

غسل کے بغیر ایک ہی وقت میں آدمی ایک سے زائد بار مباشرت کرنا چاہتا ہو تو دوسری مباشرت سے پہلے وضو کر لینا مستحب ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید خدری کی روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا اتی احدکم اهله ثم اراد العود فلیتوضا۔[1]

جب تم میں کا کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس آئے، پھر دوبارہ آنا چاہے تو چاہیئے کہ وضو کرلے۔

امام حاکم کی روایت میں اس پر اضافہ ہے جس سے اس کی حکمت کا پتہ چلتا ہے:

فانه انشط للعود[2]

اس لئے کہ یہ دوبارہ آنے کے لئے زیادہ نشاط کا باعث ہے۔

دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ ہیں:

اذا جامع الرجل اول اللیل ثم اراد ان یعود توضا وضوئه للصلوٰة۔[3]

جب کوئی شخص رات کے پہلے پہر میں ہمبستری کرے پھر وہ دوبارہ ایسا کرنا چاہے تو اسے چاہیئے کہ (اس سے پہلے) نماز کے وضو کی طرح اچھی طرح وضو کرے۔

آدمی کا دوسری بار مباشرت کا ارادہ نہ ہو اس کے باوجود وہ نہائے بغیر سونا چاہے تو اس صورت میں بھی اس کے لئے بہتر ہے کہ وہ سونے سے پہلے باقاعدہ وضو کرکے سوئے۔ ہشام بن عروہ کی اپنے والد عروہ سے روایت ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرمایا کرتی تھیں:

---

[1] مسلم جلد ۱، کتاب الحیض، باب جواز نوم الجنب الخ۔ ابوداؤد، حوالہ سابق۔ ابن ماجہ ابواب الطھارۃ باب فیمن یغتسل عند کل واحدۃ غسلا۔

[2] سبل السلام شرح بلوغ المرام: ۱/۴۳۔ مکتبہ عاطف، مصر۔ تصحیح وتعلیق: محمد عبدالعزیز خولی۔

[3] المغنی لابن قدامہ: ۷/۲۶۔

اذا اصاب احدکم امرأۃ ثم اراد ان ینام قبل ان یغتسل فلا ینم حتی یتوضا وضوءہ للصلوٰۃ۔[1]

جب تم میں کا کوئی شخص عورت سے صحبت کرے پھر وہ نہانے سے پہلے سونا چاہے تو وہ نہ سوئے تا آنکہ نمانکے وضو کی طرح اچھی طرح وضو نہ کرلے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔ جنابت سے قبل آپؐ سونا چاہتے تو سونے سے قبل نماز کی طرح باقاعدہ وضو فرما لیتے تھے۔[2] حضرت عمرؓ نے جنابت کی حالت میں سونے کا آپؐ سے مسئلہ دریافت فرمایا تو اس کے جواب میں بھی یہی ارشاد ہوا کہ سونے سے پہلے وضو کرلینا چاہیئے۔ اس کے بعد جب چاہے غسل کرے۔[3] دوسری روایت میں اس پر اضافہ ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو وضو کے ساتھ شرمگاہ کو بھی دھونے کا حکم دیا۔[4] غسل کے سلسلے میں حضرت عائشہؓ کی دوسری روایت میں یہ بھی صراحت ہے کہ جنابت کی حالت میں سونے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرماتے تھے۔ اور بسا اوقات غسل کے بغیر صرف وضو کرکے سو جاتے تھے۔[5] سنن بیہقی اور ابن شیبہ کی روایت میں اس پر اضافہ ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ جنابت میں ہوتے اور سونا چاہتے تو وضو فرما لیتے یا کبھی تیمم سے بھی کام چلا لیتے تھے۔[6] اگرچہ نسائی کے علاوہ سنن کی تمام دوسری کتابوں میں صراحت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھار، وضو، غسل، کسی بھی انداز میں پانی کے استعمال کے بغیر سو جاتے تھے۔ بعد میں جب اٹھتے تو غسل فرما لیتے۔[7] جب کہ موطا امام محمد میں صراحت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی بیوی سے مجامعت کرتے پھر سو جاتے اور کسی انداز میں پانی استعمال نہ فرماتے۔

---

[1] موطا جلد ۱۔ باب وضوء الجنب اذا اراد ان ینام او یطعم قبل ان یغتسل۔

[2] تا [4] صحیح مسلم، حوالہ سابق

[5] آداب الزفاف للالبانی ۳۰/۔ منشورات المکتب الاسلامی۔ بیروت ۱۳۰۹ھ

[6] حوالہ سابق ۳۹/۔

اسی حال میں رات کے آخر میں دو بار مباشرت کرتے اور آخر میں غسل فرما لیتے۔[1]
دینِ یسر کی فراہم کردہ یہ سہولیات ہیں۔ اپنی ہمت کے مطابق آدمی ان سے انتخاب کر سکتا ہے۔ جنابت کی حالت میں سونے کے علاوہ آدمی اگر کچھ کھانا پینا چاہے تو اس صورت میں بھی وضو کر لینا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات میں اس کی بھی صراحت ہے۔[2]

اس مضمون کی روایات سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ رات کے علاوہ بھی جنابت کی حالت میں دیر تک پڑے رہنا اور اطمینان و بے تکلفی سے کھانے اور سونے کا معمول رکھنا اسی طرح اپنی دوسری مصروفیات میں لگے رہنا صحیح نہیں ہے۔ فوری طور پر نہانا ممکن نہ ہو تو وضو ضرور کر لینا چاہیے۔[3] جب کہ دوسری حدیث میں ہے کہ جس گھر میں کوئی شخص جنابت کی حالت میں ہو فرشتے اس کے اندر جانے سے کتراتے ہیں۔[4]

بیوی سے صحبت کے بعد وضو اور غسل میں طہارت و نظافت کا تو اہتمام ہے ہی جو خدا تعالیٰ کو بے حد پسند ہے، حفظانِ صحت کے پہلو سے بھی اس کی افادیت مسلّم ہے۔ اس سے طبیعت میں چستی اور نشاط پیدا ہوتا ہے اور جماع کے نتیجے میں جسم کی جو قوت زائل ہوتی ہے اس کی بحالی کا سامان ہوتا ہے۔[5] بعض خطرناک بیماریوں سے بچاؤ کا بھی یہ فطری طریقہ ہے۔ بڑے حکما نے اس کی صراحت کی ہے۔[6] جنابت کی حالت میں بال منڈانے، ناخن تراشنے، موئے زیر ناف کی صفائی، خون نکلوانے یا کسی بھی دوسرے انداز سے جسم کے کسی حصے کو اس سے جدا کرنے کو

---

[1] موطا امام محمد مع التعلیق الممجّد /۱۰۷۔ خورشید بک ڈپو، لکھنؤ سنہ ۱۹۸۲ء

[2] مسلم، حوالہ سابق۔

[3] حجۃ اللہ البالغۃ: ۱/۱۸۰۔ رشیدیہ، دہلی

[4] حوالہ سابق۔

[5] زاد المعاد فی ھدی خیر العباد ۲۱/۳/۲۵۴۔

[6] احیاء علوم الدین: ۲/۵۰،۵۱

نامناسب کہا گیا ہے۔[1] فوری غسل اور وضو میں دشواری ہو کر اسکی ضرورت سے بھی کم سے کم تیمم کر لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ زیر استعمال کپڑوں میں نجاست کا کوئی اثر نہ ہو تو ان میں نماز وغیرہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۵۔ جماع کا وقت

قرآن کریم نے عورت کو مرد کی کھیتی قرار دیا ہے۔ شوہر اپنی بیوی کے پاس رات اور دن کے جس وقت میں چاہے آسکتا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت کریمہ (۲۲۳) میں "انی شئتم" کی تفسیر یہ بھی بیان کی گئی ہے۔

وقولہ تعالیٰ (فاتوا حرثکم انی شئتم) ای ای وقت شئتم۔[2] اللہ تعالیٰ کا قول: تم اپنی کھیتی میں آؤ الخ یعنی جب اور جس وقت چاہو آ ہو۔

لیکن جماع کا بہترین وقت وہ ہے جب رات کا ایک حصہ گزر چکا ہو۔[3] اس سے طلب صادق کی ضمانت تو حاصل ہوتی ہی ہے جو نفع بخش مجامعت کے لئے ضروری ہے۔[4] رات کے ابتدائی حصے میں جماع کی کراہت میں روحانیت کا پہلو بھی ہے کہ اس صورت میں لمبے وقفے کے لئے آدمی کو عدم طہارت کی حالت میں سونا پڑے گا۔[5] پیٹ بھری ہوئی حالت میں مجامعت سے اطبا نے بھی منع کیا ہے۔ اس سے آدمی کے بدن میں کمزوری پیدا ہوتی ہے۔[6] یہ نہ ہو اور سویرے کھا لینے سے کھانا ہضم ہو چکا ہو اور فراغت کے بعد آدمی بروقت غسل کا اہتمام کر سکے تو شب وروز کے کسی دوسرے حصے کی طرح رات کے ابتدائی حصے بھی بیوی سے مباشرت و مجامعت میں کراہیت کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ اسی طرح رات کے علاوہ دن کے کسی وقت میں بھی بیوی سے پہلی ملاقات میں

---

[1] احیاء علوم الدین: ۵۷/۲ نیز مولانا تھانوی: صفائی معاملات /۴۳۔ مکتبہ اشرف العلوم دیوبند۔

[2] احیاء: ۵۰/۲ — [3] زاد المعاد: ۲۶۵/۴۔

[4] زاد المعاد: ۲۵۴/۴۔ — [5] احیاء علوم الدین: ۵۰/۲۔

[6] زاد المعاد ۴/۲۰۸۔

بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی ملاقات "سنخ" کے مقام پر دن کے وقت ہی میں ہوئی تھی[1] اسی طرح کچھ لوگوں میں یہ جو مشہور ہے کہ ہفتہ کے بعض دنوں یا اسی طرح بعض دنوں اور بعض راتوں میں بیوی سے مجامعت و مباشرت مکروہ ہے جس سے کہ ہونے والے بچے کو نقصان پہنچ سکتا ہے، یہ درست نہیں ہے، سال کے کسی دن اور کسی رات میں کوئی دوسرے اسباب نہ ہوں تو اپنی بیوی سے مباشرت و مجامعت میں ناپسندیدگی اور کراہیت کا کوئی پہلو نہیں ہے۔[2]

۶۔ جماع کی ہیئت

جماع کی بہترین ہیئت یہ ہے کہ مرد اوپر اور عورت نیچے ہو۔ قرآن نے جو مردوں کو عورتوں پر بالا (قوام) ٹھہرایا ہے تو اس کا یہی تقاضا ہے:

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَآءِ مرد عورتوں پر بالا ہیں۔

(النساء: ۳۴)[3]

دوسرے موقع پر عورت اور مرد دونوں کو ایک دوسرے کے لئے لباس ٹھہرایا گیا ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (البقرۃ: ۱۸۷) تم ان کے لئے لباس ہو اور وہ تمہارے لئے لباس ہیں۔

اس سے بھی جماع کی اسی ہیئت کا اشارہ نکلتا ہے۔ مکمل اور بھرپور لباس

---

[1] السیرۃ النبویۃ لابن کثیر: ۲/۳۲۳۔ دار المعرفۃ، بیروت سنہ ۱۴۰۲ھ تحقیق: مصطفیٰ عبدالواحد

[2] فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۹/۲۸۰۔ طبع جدید (سعودی عرب)

[3] حافظ ابن قیمؒ نے اس موقع پر صرف اسی آیت کریمہ کو نقل کیا ہے۔ لیکن کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ اسی مضمون کی دوسری آیت کریمہ "وللرجال علیھن درجۃ" (البقرۃ: ۲۲۸) (اور مردوں کو عورتوں کے مقابلے میں برتری کا مقام حاصل ہے) سے بھی یہ استدلال نہ کیا جا سکے۔

کی یہی صورت ہوتی ہے۔ مرد کا بستر اس کے لئے لباس ہوتا ہے اور عورت کا لحاف اس کے لئے لباس ہوتا ہے۔ اسی نسبت سے شوہر اور بیوی کو دونوں کو ایک دوسرے کا لباس کہا گیا ہے۔ اس تعبیر کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے۔ مباشرت کے وقت عورت بسا اوقات مرد سے لپٹ جاتی ہے اور اس طرح وہ دونوں ایک دوسرے کے لئے لباس کی صورت اختیار کر لیتے ہیں[۱]۔ اس کے علاوہ حدیث میں عورت کو صاف طریقے پر بستر سے تعبیر کیا گیا ہے:

الولد للفراش[۲] — لڑکا اس (شوہر) کا ہوگا جو بستر کا مالک ہے۔

اس سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ جب عورت بستر ہے تو مباشرت کے وقت اسے مرد کے نیچے ہونا چاہیے[۳]۔

قرآن و حدیث کے دوسرے واضح اشارات بھی مباشرت کی اسی ہیئت کے حق میں ہیں سورۂ الاعراف میں توحید کے اثبات اور شرک کی تردید کے ذیل میں ہے:

هو الذی خلقکم من نفسٍ واحدة وجعل منها زوجها لیسکن الیها فلما تغشاها حملت حملا خفیفا فمرت بہ۔ (الاعراف:۱۸۹)	اللہ ہی کی ذات ہے جس نے تم کو ایک ذات (آدم) سے پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس کا جوڑا ٹھہرایا تاکہ اس سے اس کو سکون حاصل ہو۔ تو جب مرد عورت کے اوپر چھا جاتا ہے تو وہ ہلکے طور پر زیر بار ہوتی ہے۔ پھر ایک

---

[۱] زاد المعاد: ۴/ ۲۵۵۔

[۲] بخاری جلد ۱۔ کتاب الوصایا، باب قول الموصی لولدہ تعاهد ولدی الخ۔ مسلم جلد ۴ کتاب الرضاع باب الولد للفراش وتوقی الشبهات۔ ترمذی جلد ۱۔ ابواب الرضاع، باب ماجاء ان الولد للفراش۔ ابن ماجه، ابواب النکاح، باب الولد للفراش وللعاهر الحجر۔

[۳] زاد المعاد: ۴/ ۲۵۵۔

وقت تک) وہ اس بوجھ کو لئے پھرتی ہے۔

اس آیت کریمہ سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ مرد کو عورت سے جو ہمہ پہلو سکون حاصل ہوتا ہے۔ اس میں جنسی راحت و سکون، سب پر مقدم ہے۔ چنانچہ عورت کے اندر جنس Sex. کی یہی آمیزش ہے جس کے نتیجے میں مرد کو اس سے وہ تسکین حاصل ہوتی جو اُسے کہیں اور سے حاصل نہیں ہوتی۔ چنانچہ راحت و سکون کے ذکر کے فوراً بعد جنسی آسودگی کا تذکرہ ہے۔

ساتھ ہی اس سے مباشرت کی پسندیدہ ہیئت کا بھی بیان ہو جاتا ہے۔ مرد کے عورت کے اوپر چھانے کی صورت یہی ہے کہ مجامعت میں مرد اوپر اور عورت نیچے ہو۔

آیات کریمہ:

۱۔	افرأیتم ما تمنون ٥ (الواقعہ:۵۸)	کیا پس تم نے دیکھا وہ جو تم منی ٹپکاتے ہو۔
۲۔	من نطفۃ اذا تمنیٰ (النجم:۴۶)	پانی کے بوندے جبکہ اسے ٹپکایا جاتا ہے۔

اور

۳	الم یک نطفۃ من منی یمنیٰ ٥ (القیامہ:۳۷)	کیا انسان منی کا قطرہ نہ تھا جسے (رحم مادر میں) ٹپکایا گیا۔

کا بھی یہی مقتضیٰ ہے۔ مرد کے منی ٹپکانے کا مطلب ہی یہ ہے کہ مجامعت کے وقت اسے عورت کے اوپر ہونا چاہیئے۔ پہلی آیتِ کریمہ میں تو خطاب مردوں سے ہے ہی، دوسری دونوں آیات کریمہ میں بھی نطفہ کا ٹپکایا جانا ظرف اور محل کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ ظرف اور محل عورت کی بچہ دانی ہی ہے۔ اس کے علاوہ حدیث میں اس کی صاف صراحت ہے۔ موجبات غسل کے بیان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور حدیث ہے:

اذا جلس بین شعبہا	جب مرد عورت کے چاروں کناروں
الاربع ثم جہدھا فقد	پر بیٹھ جائے پھر اس کے ساتھ مل کر خوب
وجب الغسل۔[1] (حاشیہ اگلے صفحہ پر)	تھک جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

اس حدیث پاک میں غسل کے مسئلہ کے بیان کے ساتھ مباشرت کی مطلوبہ ہیئت کو مزید کھول دیا گیا ہے۔ مرد کو نہ صرف یہ کہ عورت کے اوپر ہونا چاہیئے بلکہ اسے اس کے اوپر اس طور پر ہونا چاہیئے کہ وہ اس کے لئے پوری طرح بچھ چکی ہو۔ "بین شعبہا الاربع" یعنی عورت کے چاروں حصوں کے درمیان بیٹھنے کی یہی صورت ہو سکتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ کی دوسری روایت میں اس کو بالکل کھول دیا گیا ہے۔

اذا غشی الرجل امراته فقعد	جب مرد اپنی عورت پر چھا جائے
بین شعبھا الخ[1]	پھر اس کے چاروں کنارے کے بیچ بیٹھ جائے۔

شعب، شعبۃ کی جمع ہے جس کے معنی کنارے[2] اور کسی چیز کے ٹکڑے کے ہیں[3] حدیث بالا میں عورت کے چاروں کناروں یا اس کے چاروں ٹکڑوں سے مراد عورت کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں اور دونوں رانیں یا دونوں پنڈلیاں اور دونوں رانیں ہیں۔ ابن دقیق العید اسی کی ترجیح کے قائل ہیں[4]۔ یا اس سے مراد عورت کی شرمگاہ کے چاروں کنارے ہیں۔ قاضی عیاض اس کو راجح قرار دیتے ہیں[5]۔ ان میں سے جو بھی مراد لیا جائے، اتنی بات واضح ہے کہ مباشرت کے وقت نہ صرف یہ کہ مرد کو عورت کے اوپر بلکہ اسے اس کے اوپر پوری طرح چھایا ہونا چاہیئے۔

قرآن میں عورتوں کو مردوں کی کھیتی قرار دیا گیا ہے اور ان کو اجازت دی گئی ہے کہ وہ اپنی کھیتی میں جس طرح چاہیں آ سکتے ہیں۔

نساءکم حرث لکم	تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں تو

(حاشیہ صفحہ گزشتہ لہ) بخاری جلد ا کتاب الغسل باب اذا التقی الختانان۔ صحیح مسلم جلد ا۔ کتاب الحیض باب نسخ الماء من الماء و وجوب الغسل بالتقاء الختانین ایضاً رواہ احمد والترمذی وصححہ، نیل الاوطار: ۱/۲۲۱۔

[1] فتح الباری: ۱/۲۷۲۔

[2] نووی شرح مسلم مع المسلم: ۱/۱۵۶۔ [3] فتح الباری: ۱/۲۷۲۔

[4] حوالہ سابق۔ [5] نووی بر مسلم: ۱/۱۵۶۔

فاتوا حرثکم انی شئتم (البقرۃ ۲۲۳) تم اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ۔

اس کا تقاضا ہے کہ مرد اپنی عورت کے ساتھ مباشرت کی جو من پسند صورت بھی چاہے اختیار کر سکتا ہے لیکن قرآن وحدیث کے مذکورہ بالا اشارات وتصریحات کا تقاضا ہے کہ مباشرت کی ہیئت میں جو بھی تنوع ہو جس کی تفصیل آ گئی ہے، مرد کو بہر حال عورت کے اوپر ہونا چاہیئے۔

جماع کی بدترین ہیئت ہے کہ مباشرت کے وقت مرد نیچے اور عورت اوپر ہو۔ قرآن وحدیث کے مذکورہ اشارات وتصریحات سے تو اس کی نفی ہوتی ہی ہے، مباشرت کی اس ہیئت میں طبی نقصانات کا بھی پہلو ہے۔ اس لئے کہ اس صورت میں مرد کی منی کا اخراج پورے طور پر نہیں ہو پاتا۔ عضو تناسل میں اس کا کچھ حصہ رکا رہ جاتا ہے جو جلد میں سڑتا اور نقصان اور فساد کی مختلف صورتیں اختیار کر لیتا ہے۔ نیز اس صورت میں مرد کے عضو تناسل میں عورت کے عضو مخصوص سے بہت سی رطوبتیں آ کر جمع ہو جاتی ہیں۔ یہ بھی مختلف پہلوؤں سے نقصان کا باعث ہیں۔ اس کا یہ مستقل نقصان اپنی جگہ ہے کہ جماع کی اس ہیئت میں استقرار حمل اور بچے کی پیدائش کا امکان بہت کم رہتا ہے۔[1] کہا جاتا ہے کہ مباشرت کی یہ صورت وہ عورتیں اختیار کرتی ہیں جن کا جنسی جوش وجذبہ غیر معمولی طور پر بڑھا ہوا ہوتا ہے۔[2] اگر کسی عورت کی اپنے کمزور مرد سے فطری انداز میں پوری طرح جنسی تسکین نہ ہو پا رہی ہو تو اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اسے اپنے جوڑ کے مرد سے دوسری شادی کر لینی چاہیئے۔ ورنہ طبیعت اور ذوق کا فساد ایک بڑی برائی ہے جو دوسری بہت سی برائیوں کا پیش خیمہ بنتی ہے۔ اسلام جس طرح دوسری برائیوں کو ناپسند کرتا ہے طبیعت اور ذوق کے فساد کی بیماری کو بھی وہ سخت ناپسند کرتا اور اس سے برأت اور بیزاری کا اعلان کرتا ہے۔

---

[1] زاد المعاد فی ھدی خیر العباد: ۴/۲۵۶۔

[2] سیکس نوجوانوں کے لئے/۲۰۴۔ بحوالہ بالا نیز سیکس تکنیک/۹۹۔

۷۔ حالتِ حیض اور پیچھے کے راستے میں مباشرت کی ممانعت

اپنی بیوی سے مجامعت آدمی پاکی کی حالت میں کر سکتا ہے۔ ماہواری کے دنوں میں اس سے خاص زن و شوئی تعلق قائم کرنا منع ہے۔ قرآن حکیم میں اس مسئلہ کی تفصیل کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

ویسئلونك عن المحيض قل هو اذى فاعتزلوا النسآء في المحيض ولا تقربوهن حتى يطهرن فاذا تطهرن فاتوهن من حيث امركم الله ان الله يحب التوابين ويحب المتطهرين ٥ (البقرة ۲۲۲)	لوگ آپ سے حیض کے متعلق دریافت کرتے ہیں آپ کہہ دیں کہ یہ گندگی ہے تو تم حیض کے دنوں میں عورتوں سے الگ رہو اور ان کے پاس نہ آؤ یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں تو جب وہ خوب صاف ستھری ہو جائیں تو ان کے پاس اس طریقہ سے آؤ جیسا کہ اللہ نے تم کو حکم دیا ہے۔ بے شک اللہ بڑھکر توبہ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے اور بڑھ کر صفائی ستھرائی اختیار کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

معلوم ہے کہ عورت مہینے میں کچھ دن حیض menses. سے ہوتی ہے، قرآن کریم نے اس کو بیماری اور گندگی 'اذی' قرار دے کر اس عرصے میں مردوں کو عورتوں سے دور رہنے کا حکم دیا ہے۔ حیض کی مدت کی تعیین میں ائمہ اسلام کے درمیان اختلاف ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ[۱۵] دن ہے، اسی کے قائل امام شافعیؒ بھی ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی زیادہ سے زیادہ مدت دس[۱۰] دن ہے۔ جہاں تک حیض کی کم سے کم مدت کا سوال ہے تو امام مالکؒ کے نزدیک اس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ عورت کو ایک بار بھی خون آجائے تو وہ اسے حیض مان لیتے ہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک یہ مدت ایک دن اور ایک رات ہے۔ امام ابوحنیفہ اس کی کم سے کم مدت تین دن قرار دیتے ہیں[۱۶]۔ حنابلہ کے نزدیک حیض کی کم سے کم مدت (حاشیہ دیکھیں اگلے صفحہ پر)

ایک دن اور ایک رات اور اس کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہے[۱] ان مختلف مسالک کے مطابق حیض کی کم سے کم مدت سے کم کا وقفہ اسی طرح حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت کا زمانہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہو گا جس میں مرد عورت سے دوسرے طریقوں سے فائدہ اٹھانے کے ساتھ اس سے خاص زن وشوئی تعلق بھی قائم کر سکتا ہے۔

حیض menses کی حالت میں شوہر اپنی بیوی سے خاص جنسی تعلق مباشرت اور مجامعت Coitus کے علاوہ اس سے ہر طرح سے فائدہ اٹھا سکتا اور جنسی تسکین حاصل کر سکتا ہے۔ وہ اس کے ساتھ کھا پی سکتا اور اس کے ساتھ ایک بستر میں لیٹ سکتا ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے[۲]۔ بخاری و مسلم کی روایتیں ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات رض سے حالتِ حیض میں مباشرت کے علاوہ مختلف صورتوں سے جنسی تسکین کا سامان کرتے تھے لیکن انہی روایتوں میں حضرت عائشہ رض کی یہ صراحت ہے:

وایکم یملک اربہ کما	تم میں سے کس کو اپنی جنسی خواہش
کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم	پر ویسا قابو ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
یملک اربہ۔[۳]	اپنی جنسی خواہش پر قابو رکھتے تھے۔

اس کی روشنی میں آیت کریمہ میں "فاعتزلوا النسآء فی المحیض" میں اعتزال کا لفظ بہت بامعنی ہے۔ اعتزال کے معنی الگ تھلگ اور بالکل دور رہنے کے ہیں۔ اس کا تقاضا ہے کہ حالت حیض میں شوہر کے لئے اپنی بیوی سے صرف مباشرت ہی منع نہیں ہے بلکہ جسمانی طور پر ان دونوں کو زیادہ سے زیادہ ایک دوسرے سے دور اور

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) [۱] بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد ۱/۵۰۔

[۱] المغنی لابن قدامہ ۱/۳۰۸۔ [۲] تفسیر ابن کثیر ۱/۲۵۹۔

[۳] بخاری جلد ۱۔ کتاب الحیض، باب مباشرۃ الحائض، مسلم جلد ۱ کتاب الحیض۔ باب مباشرۃ الحائض فوق الازار۔

الگ تھلگ رہنا چاہیے۔ حالتِ حیض میں مرد اپنی عورت کے ساتھ کھاپی سکتا اور مجامعت کے علاوہ اس سے ہر طرح کی لطف و لذت حاصل کر سکتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں اس کی صراحت کر دی ہے۔ ارشاد ہوا:

اصنعوا کل شئ الا النکاح۔[1] نکاح کے ماحصل (مباشرت) کے علاوہ سب کچھ کر سکتے ہو۔

رازدارِ شریعت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا:

ماللرجل من امرأته وھی حائض؟ مرد کے لئے اپنی عورت سے جبکہ وہ حیض کی حالت میں ہو کس قدر کی اجازت ہے؟

جواب ملا:

فقالت: له کل شئ الا فرجھا۔[2] فرمایا: اس کے لئے سب کچھ روا ہے سوائے اس کی شرمگاہ کے۔

حضرت مسروق ہی کی دوسری روایت ہے۔ فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا:

مایحل للرجل من امرأته اذا کانت حائضا۔ مَرد کے لئے اپنی عورت سے کس قدر حلال ہے جب کہ وہ حیض سے ہو؟

جواب میں فرمایا:

قالت: کل شئ الا الجماع۔[3] فرمایا: سب کچھ سوائے مجامعت کے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حالتِ حیض میں مرد اپنی بیوی سے خاص جنسی تعلق کے علاوہ دوسرے ہر طرح سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ البتہ آیت کریمہ کے الفاظ:

---

[1] ابن کثیر: ۱/۲۵۸۔ [2] تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۵۹۔

[3] حوالہ سابق۔

فاعتزلوا النسآء فی المحیض، حالتِ حیض میں عورتوں سے الگ رہو ـــــــ کا تقاضا ہے خاص معاشرت کے معاملات یعنی کھانے پینے وغیرہ سے ہٹ کر دوسرے طریقوں سے جنسی آسودگی کے معاملے میں بھی بیوی سے اس حالت میں زیادہ سے زیادہ دور رہنا ہی بہتر ہے۔ خاص طور سے اس صورت میں جب کہ جوانی اور صحت وغیرہ کے تقاضے سے اوپری جنسی استفادہ سے مباشرت و مجامعت کا خطرہ یا اس کا غالب امکان ہو جو تمام علما کے اتفاق سے اس حالت میں حرام اور ممنوع ہے[۱]

اس احتیاط کے باوجود اگر کوئی شخص حالتِ حیض میں اپنی بیوی سے مباشرت کر لیتا ہے تو روایات کے اختلاف سے اس کے لئے ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرنا واجب ہے[۲]۔ دوسرے ائمہ امام مالکؒ، شافعیؒ اور ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے صرف اپنے گناہ کی معافی مانگ لینا کافی ہے۔ کوئی کفارہ واجب نہیں ہے[۳]۔

حیض کے بعد جب عورت پاکی کی حالت میں آجائے تو اس سے خاص جنسی تعلق قائم کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے جیسا کہ آگے آیت کریمہ میں صراحت ہے:

ولا تقربوھن حتی یطھرن	تم ان کے پاس نہ جاؤ جب تک کہ
فاذا تطھّرن فاتوھن من حیث	وہ پاک نہ ہو جائیں تو جب وہ اچھی طرح صاف
امرکم اللہ ۔ ان اللہ یحب التوابین	ستھری ہو جائیں تو ان کے پاس آؤ اس
ویحب المتطھرین ۝	طرح جس طرح کہ اللہ نے تم کو حکم دیا ہے بے
(البقرۃ ۲۲۲)	شک اللہ بڑھ کر توبہ کرنے والوں سے محبت
	رکھتا ہے اور بڑھ کر صفائی ستھرائی اختیار

۱۔ حوالہ مذکور۔

۲۔ بدایۃ المجتھد: ۱/۵۹، نیز تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۵۹۔

۳۔ تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۵۹، نیز بدایۃ المجتھد: ۱/۵۹۔

کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

آیت میں دو الفاظ 'یطھرن' اور 'تطھرن' کے استعمال کئے گئے ہیں۔ فرمایا کہ عورتوں سے اس وقت تک قریب نہ ہو جب تک کہ وہ حیض سے پاک نہ ہوجائیں ولاتقربوھن حتی یطھرن آگے فرمایا کہ جب وہ اچھی طرح سے پاک صاف ہولیں تو ان کے پاس آؤ۔ جیسا کہ اللہ نے حکم دیا ہے' فاذا تطھرن فاتوھن من حیث امرکم اللہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حیض سے پاکی کے بعد بھی عورت سے مقاربت اسی وقت کی جاسکتی ہے جب کہ وہ نہا دھو کر اچھی طرح سے پاک صاف ہولے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور جمہور کا یہی مسلک ہے کہ جب تک عورت حیض کے بعد غسل نہ کرلے اس سے مقاربت جائز نہیں ہے۔[۱] البتہ امام اعظمؒ اور ان کے اصحاب کا مسلک ہے کہ عورت اگر حیض سے زیادہ سے زیادہ مدت پوری کرنے کے بعد، جو ان کے نزدیک دس دن ہے، پاک ہو تو غسل کے بغیر اس سے مقاربت جائز ہے۔[۲] دونوں مسالک کو ملا کر بات کہی جاسکتی ہے کہ حیض سے پاکی کے بعد عورت سے مباشرت تو کی جاسکتی ہے لیکن جیسا کہ آیت کریمہ کے الفاظ' فاذا تطھرن' کا تقاضا ہے، جو مبالغہ کا صیغہ ہے اور جس کے معنی پاکی اور صفائی میں مبالغہ کے ہیں، بہتر یہی ہے کہ غسل سے پہلے عورت سے مباشرت نہ کی جائے۔ آگے یہ جو فرمایا ہے:

ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین ○ (البقرۃ ۲۲۲)	بے شک اللہ بڑھ کر توبہ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے اور بڑھ کر صفائی ستھرائی اختیار کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

اس کا بھی یہی تقاضا معلوم ہوتا ہے کہ حیض سے پاکی کے بعد جب تک کہ عورت نہا دھو کر اچھی طرح پاک صاف نہ ہو جائے اس سے مقاربت بہتر نہیں ہے۔ حیض کی

۱؎ بدایۃ المجتہد: ۱/۵۷۔ ۲؎ حوالہ سابق ۵۶/۱۔۵۷۔ تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۶۰۔

حالت میں مباشرت طبی لحاظ سے بھی نقصان دہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس سے ہونے والی اولاد میں کوڑھ کی بیماری پیدا ہوتی ہے[1]۔ جہاں تک مختلف پہلوؤں سے اس کے نقصان دہ ہونے کا سوال ہے تو اس پر تمام اطبا کا اتفاق ہے[2]۔

جدید ماہرین جنسیات کے نزدیک ماہواری menses. کے دوران، طبی نقطہ نظر سے مباشرت میں کوئی بات نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برعکس بہت سی عورتوں میں ماہواری سے پہلے اور اس کے دوران خاص طور پر مباشرت کی طلب بڑھ جاتی ہے[3]۔ اول تو یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی، لیکن اگر یہ درست بھی ہو تو اخلاقی طور پر اس کا جو نقصان ہے، فطرتِ سلیم سے یہ جس قدر منافر اور شریعت کی مطلوبہ طہارت و نظافت کے یہ جس قدر منافی ہے، اس کے پیشِ نظر اسلام، عام حالات میں، اس کی اجازت دینے سے قاصر ہے۔ قرآن کے مطابق، جیسا کہ گزرا، یہ عورت کی بیماری اور گندگی (اذی) کی حالت ہے۔ جس میں اس سے مباشرت و مجامعت کے مقصد سے دور رہنا ہی مناسب اور بہتر اور تقاضائے دین و ایمان ہے۔

حیض ہی کا حکم نفاس کا بھی ہے۔ حائضہ ہی کی طرح جو عورت نفاس سے ہو، اس سے اس مدت میں خاص جنسی تعلق قائم کرنا حرام ہے۔ البتہ مباشرت کے علاوہ دوسرے طریقوں سے اس سے جنسی تسکین حاصل کی جا سکتی ہے اور اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے[4]۔ حیض ہی کے مانند بچے کی پیدائش کے بعد آنے والے خون (نفاس) کی کم سے کم

---

[1] احیاء علوم الدین ۲/ ۵۰، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد ۴/ ۲۰۷ ۔

[2] حجۃ اللہ البالغہ ۲/ ۱۳۵۔ یہ اور اس طرح کی تمام طبی آرا کا ذکر استقصا اور اضافہ معلومات کے مقصد سے ہے غیر طبیب مصنف کا ان کے سلسلے میں کوئی رجحان اور فیصلہ نہیں ہے۔

[3] Sex Education for Teenagers P. 58, 64.

نیز: ڈاکٹر کیول دھیر: سیکس تکنیک: شمع بک ڈپو نئی دہلی۔ ۴۷، ۴۹۔ [4] المغنی لابن قدامہ: ۱/ ۳۵۰۔

اور زیادہ سے زیادہ مدت کی تعیین میں بھی ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک اس کی کم سے کم مدت کی کوئی حد نہیں ہے۔ اسی کے قائل امام شافعیؒ بھی ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے کے نزدیک اسکی کم سے کم حد پچیس دن ہے۔ اسکی زیادہ سے زیادہ مدت امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ساٹھ دن ہے۔ علماء صحابہؓ کی اکثریت کے نزدیک اس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے۔ اسی کے قائل حضرت امام ابو حنیفہؒ ہیں[۱]۔ حنابلہ کے نزدیک بھی نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے[۲]۔ اس کی کم سے کم مدت کے لئے ان کے نزدیک بھی کوئی حد نہیں ہے۔ البتہ ان کے نزدیک مستحب ہے کہ جب تک عورت چالیس دن پورے نہ کرلے شوہر اس کے ساتھ مجامعت Coitus. کا خاص زن و شوئی تعلق قائم نہ کرے[۳]۔ نفاس کی حالت میں اگر شوہر اپنی بیوی سے خاص زن و شوئی تعلق قائم کرلے تو اس کے کفارہ میں بھی وہی اختلاف جس کا ذکر اس سے قبل حیض کے سلسلے میں ہو چکا ہے[۴]۔

خیال رہے کہ جدید جنسیات میں بھی بچے کی پیدائش کے چھ ہفتوں (بیالیس روز) تک مباشرت سے پرہیز کا مشورہ دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ اس سے کم مدت میں بچے دانی، کی حمل سے پہلے کی حالت بحال نہیں ہو پاتی ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے بھی مباشرت کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھا گیا ہے بشرطیکہ خون آنا بند ہو گیا ہو اور کوئی زخم ہو تو مندمل ہو چکا ہو۔ مزید پیدائش کے بعد کے نازک ایام میں عورت کے جذبات و احساسات کا لحاظ رکھنے کو بھی بہت ضروری قرار دیا گیا ہے[۵]۔

زیر بحث آیت کریمہ سے یہ مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے بیوی سے مباشرت ہر حال میں اس کے آگے کے راستے ہی سے کی جا سکتی ہے۔ عورت کو حیض کا خون آگے کے راستے سے آتا ہے جس کو قرآن نے بیماری اور نجاست 'اذی' قرار دے کر اس عرصہ میں

---

[۱] بدایۃ المجتہد: ۱/۵۲ نیز المغنی: ۱/۳۴۵

[۲] المغنی لابن قدامہ ۱/۳۴۵۔ [۳] حوالہ سابق: ۱/۳۴۷، ۳۴۸۔

[۴] حوالہ مذکور/۳۵۰۔ [۵] Sex Education for Teenagers. P. 59

اس کے پاس آنے سے منع کیا ہے ۔ آگے جب یہ فرمایا کہ اس نجاست سے پاکی کے بعد عورت جب نہا دھو کر خوب پاک صاف ہو جائے ہو جائے تو اس پاس اس راستے سے آؤ جیسا کہ اللہ نے حکم دیا ہے ۔ فاذا تطہرن فاتوھن من حیث امرکم اللہ تو اس سے یہ بات خود بخود واضح ہو گئی کہ حیض کی عارضی رکاوٹ کی وجہ سے جس راستے سے آنے سے منع کیا گیا تھا ، اس رکاوٹ کے رفع ہو جانے کے بعد پھر آدمی اسی راستے (قبل) سے اپنی بیوی کے پاس آ سکتا ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر چاہے تو آدمی کو مباشرت ہر حال میں آگے کے راستے ہی سے کرسکتا ہے ۔ اگر پیچھے کے راستے (دبر) میں اس فعل کی کوئی گنجائش ہوتی تو حیض کے دوران عورت سے دور رہنے کا حکم بالکل بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔[1] قرآن کے اس اشارے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھول دیا ہے ۔ مختلف اور متعدد احادیث میں آپ نے اپنی بیوی کے پاس پیچھے کے راستے سے آنے سے منع فرمایا ہے اور اس کے سلسلے میں سخت ترین وعیدیں سنائی ہیں ۔ ابن ماجہ ، ترمذی اور سنن دارمی کی روایت ہے ۔ خزیمہ بن ثابت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

ان اللہ لا یستحی من الحق	یقیناً اللہ حق بات سے نہیں شرماتا
ثلاث مرات لا تاتوا النساء فی ادبارھن۔[2]	یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی ۔ عورتوں کے پاس ان کے پیچھے کے حصے میں نہ آؤ ۔

---

[1] زاد المعاد فی ھدی خیر العباد : ۴/ ۲۶۱ ۔

[2] ابن ماجہ ، ابواب النکاح ، باب النھی عن اتیان النساء فی ادبارھن ، ترمذی جلد ۱ ۔ ابواب الرضاع ، باب ماجاء فی کراھۃ اتیان النساء فی ادبارھن ، سنن الدارمی علی ھامش المنتقی ۔ کتاب النکاح ، باب النھی عن اتیان النساء فی اعجازھن ۔ مسند احمد ۵/ ۱۲۲ زاد المعاد ۴/ ۲۵۸ کے محولہ ایڈیشن میں حاشیہ میں یہ حوالہ غالباً ٹائپ کی غلطی سے ، مسند احمد ۲/ ۲۱۲ چھپ گیا ہے جو صحیح نہیں ہے ۔ صحیح حوالہ مسند احمد : ۵/ ۲۱۲ ہے ۔ بیشار واہ ابن حبان وصححہ ۔ فتح الباری ۸/ ۱۹۱۲۴۱

ابن ماجہ ہی کی دوسری روایت ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لاینظر اللہ الی رجل جامع امراتہ فی دبرھا۔[1]	اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس شخص کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھے گا جو اپنی عورت سے اس کے پیچھے کے راستے میں مجامعت کرے گا۔

جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

لاینظر اللہ الی رجل اتی رجلا اوامراۃ فی الدبر۔[2]	اللہ تعالیٰ (روز قیامت) اس شخص کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھے گا جو کسی مرد یا کسی عورت کے پاس پیچھے کے راستے میں آئے گا۔

اسی طرح مسند احمد اور سنن ابو داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ملعون من اتی امراتہ فی دبرھا۔[3]	اس شخص پر اللہ کی لعنت ہے جو اپنی عورت کے پاس اس کے پیچھے کے راستے

---

[1] ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب النھی عن اتیان النساء فی ادبارھن، مسند احمد: ۲/۲۷۲، ۴۴۴۔ ایضاً رواہ فی شرح السنۃ بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح جلد ۲۔ کتاب النکاح، باب المباشرۃ۔ فصل ثالث۔ و رواہ ایضاً ابن حبان وصححہ، فتح الباری: ۸/۱۳۳۔

[2] ترمذی جلد ۱۔ ابواب الرضاع، باب ماجاء فی کراھیۃ اتیان النساء فی ادبارھن۔ ایضاً رواہ ابن حبان وصححہ: فتح الباری: ۸/۱۳۲۔

[3] مسند احمد: ۲/۴۴۴، ۴۷۹۔ نیز۔ ابو داؤد جلد ۱۔ کتاب النکاح، باب فی جامع النکاح۔

میں آتا ہے۔

ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد اور ابوداؤد وغیرہ کی ایک روایت کے الفاظ اور سخت ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اتی حائضا او امرأۃ فی دبرھا او کاھنا فقد کفر بما انزل علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔[1]

جو شخص کسی حائضہ عورت یا کسی عورت کے پاس اس کے پیچھے کے راستے میں یا کسی کاہن کے پاس آتا ہے تو یقیناً اس نے اس شریعت کا انکار کیا کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے۔

سنن بیہقی میں اس روایت کے الفاظ ہیں:

من اتی شیئا من الرجال والنساء فی الادبار فقد کفر۔[2]

جو شخص مردوں یا عورتوں میں سے ان کے پیچھے کے راستے میں کسی قدر آتا ہے تو یقیناً وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔

شوہر اپنی بیوی کے پاس کس طرح آئے اس سلسلے میں آیت کریمہ:

نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم (البقرۃ ۲۲۳)

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں تو تم اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آ سکتے ہو۔

بہت جامع ہے۔ اس آیت کریمہ کا ایک خاص پس منظر ہے جس سے اس کے صحیح مفہوم پر روشنی پڑتی ہے۔ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ یہود کا کہنا تھا کہ اگر آدمی اپنی عورت کے پاس اس کے آگے کے راستے میں پیچھے کی سمت سے

---

[1] ترمذی جلد ۱۔ ابواب الطھارۃ، باب ماجاء فی کراھیۃ اتیان الحائض، ابوداؤد جلد ۲ کتاب الکھانۃ والتطیر، باب النھی عن اتیان الکھان۔ نیز مسند احمد ۲/۴۰۸، ۴۷۶۔

[2] بحوالہ زاد المعاد فی ھدی خیر العباد ۴/۲۵۷۔ اس مضمون کی مزید روایات کے لئے ملاحظہ ہو: زاد المعاد: ۴/۲۵۷ تا ۲۶۱۔ نیز تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۶۰ تا ۲۶۴۔

آئے گا تو لڑکا بھینگا پیدا ہو گا۔ یہ یہود کی اپنے اوپر لادی ہوئی بے جا سختیوں میں سے ایک سختی تھی جسے انھوں نے اپنے طور پر ایجاد کر رکھا تھا۔ سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت کریمہ اس کے جواب میں نازل ہوئی۔[1] صحیح مسلم میں زہری کی روایت میں اس پر اضافہ ہے جس سے آیت کا صحیح مفہوم واضح ہوتا ہے۔

ان شاء مجبیۃ، وان شاء غیر مجبیۃ، غیر ان ذلک فی صمام واحد۔[2]	مرد چاہے تو اپنی عورت کے پاس اس طرح آئے کہ وہ اپنے منھ کے بل اوندھی ہو اور چاہے تو اس طرح آئے کہ وہ اوندھی ہوئی نہ ہو مگر یہ سب کچھ ایک ہی سوراخ (شرمگاہ) ہی میں ہونا چاہیے۔

"مُجَبِّیَۃ" میم کے پیش جیم کے زبر اور بے کے زیر اور تشدید کے ساتھ اس کے معنی ہیں چہرے کے بل اوندھی ہوئی صورت میں۔ صِمام، صاد کے زیر سے، اس کے معنی سوراخ کے ہیں۔ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے علامہ نووی فرماتے ہیں:

قال العلماء وقولہ تعالی فأتوا حرثکم انی شئتم ای موضع الزرع من المراۃ وھو قبلھا الذی یزرع فیہ المنی لابتغاء	علما نے کہا ہے۔ اللہ تعالی کا قول تو تم اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ۔ اس کا مطلب ہے عورت کی کاشت کی جگہ۔ اور یہ اس کی شرمگاہ ہے جس میں اولاد کی خواہش سے

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲۔ کتاب التفسیر۔ باب قولہ تعالی نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم۔ مسلم جلد ۱۔ کتاب النکاح باب جواز جماع امراتہ فی قبلھا من قدامھا ومن ورائھا من غیر تعرض للدبر۔ نیز۔ ترمذی جلد ۲۔ ابواب التفسیر، تفسیر سورۃ البقرۃ ۲/ ۱۲۲۔ قال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح۔

[2] مسلم حوالہ سابق، حافظ ابن حجر کا کہنا ہے کہ زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ روایت کی یہ مزید تشریح خود زہری کی ہے۔ اس لئے کہ روایت کے دوسرے طریقوں میں ان کی کثرت کے باوجود اس اضافے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ فتح الباری: ۸/ ۱۲۳۔

الولد ففیہ اباحۃ وطیھا فی قبلھا ان شاء من بین یدیھا وان شاء من ورائھا وان شاء مکبوبۃ واما الدبر فلیس ھو بحرث ولا موضع زرع و معنی قولہ انی شئتم ای کیف شئتم[1]

منی کا بیج ڈالا جاتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد کے لئے اپنی عورت سے اس کی شرمگاہ میں ہر طرح سے مباشرت کرنا جائز ہے۔ چاہے تو اس کے آگے سے اور چاہے تو اس کے پیچھے سے اور چاہے تو اس طرح کہ وہ منھ کے بل اوندھی ہو۔ البتہ جہاں تک پیچھے کے حصے کا تعلق ہے تو نہ وہ کھیتی کی جگہ ہے اور نہ بیج ڈالنے کی جگہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول 'انی شئتم' کا مطلب ہے تم جس طرح چاہو (اپنی بیوی کے پاس آسکتے ہو۔)

اپنی بیوی کے پاس پیچھے کی سمت سے آگے کے راستے میں آنے کے سلسلے میں حضرت عمر بن الخطابؓ کا واقعہ بہت مشہور ہے۔ جامع ترمذی اور مسند احمد کی روایت ہے۔ واقعہ کے راوی حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہیں۔ فرماتے ہیں ایک دن حضرت عمرؓ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض پرداز ہوئے: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں تو برباد ہوگیا۔ 'یارسول اللہ ھلکت'، اس پر آپؐ نے دریافت فرمایا: تم کاہے کو برباد ہوگئے: قال وما اھلکک حضرت عمرؓ نے کنایہ کی زبان استعمال کرتے ہوئے عرض احوال کی:

حوّلت رحلی البارحۃ۔ رات میں نے اپنی سواری کا کجاوہ پلٹ دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں کوئی جواب نہیں دیا۔ راوی کہتے ہیں اس موقع پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

---

[1] شرح نووی للمسلم مع المسلم: ۱/۴۶۳۔

نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم — تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں۔ تو تم اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آسکتے ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفصیل میں فرمایا:

اقبل وادبر واتق الدبر الحیضة[1] — چاہے آگے سے آؤ، چاہے پیچھے سے آؤ۔ البتہ پیچھے کے راستے اور حیض کی حالت سے دور رہو۔

انہی احادیث و آثار کی بنا پر امت کے تمام قابلِ لحاظ علما کا متفقہ فیصلہ ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں:

اتفق العلماء الذین یعتد بھم علی تحریم وطی المرأة فی دبرھا حائضا کانت او طاھرا۔[2] — تمام قابلِ لحاظ علما کا اس پر اتفاق ہے کہ عورت سے اس کے پیچھے کے راستے میں مباشرت کرنا حرام ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ حیض کی حالت میں ہو یا پاکی کی حالت میں ہو۔

آگے اس کی حرمت کے دائرے کو مزید وسیع کرتے ہوئے حضرات شوافع کا مسلک بیان کرتے ہیں:

قال اصحابنا لا یحل الوطی فی الدبر فی شئ من الآدمیین ولا غیرھم من الحیوان فی حال من الاحوال۔[3] — ہمارے اصحاب کا کہنا ہے کہ معاملہ آدمی کا ہو یا جانور کا، پیچھے کے راستے میں مباشرت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ کسی بھی حالت میں حلال اور جائز نہیں ہے۔

مباشرت میں مرد کے ساتھ بیوی کا لطف و لذت بھی اس کا بنیادی حق ہے۔

---

[1] ترمذی جلد ۲۔ ابواب التفسیر، تفسیر سورة البقرة/ ۲۲۳۔ قال الترمذی ھذا حدیث حسن غریب۔ نیز مسند احمد: ۱/۲۹۷

[2] شرح نووی للمسلم مع المسلم: ۱/۲۶۳۔ [3] حوالہ سابق۔

پیچھے کے راستے سے اس عمل میں بیوی کا یہ بنیادی حق مارا جاتا ہے۔ حفظانِ صحت اور طبی پہلو سے بھی یہ چیز حد درجہ نقصان دہ ہے۔ مزید برآں ذوق و مزاج کے فساد کی علامت کے اس فعل بد سے آدمی کا دل سیاہ اور اس کے چہرے کا نور جاتا رہتا ہے حق تعالیٰ کی نعمتوں کے زوال کا بھی یہ بڑا سبب ہے ایسا شخص معاشرے میں لوگوں کی نگاہوں سے گر جاتا ہے اور آخرت سے پہلے دنیا ہی میں اس فعل بد کی نحوست اس کے اوپر پوری طرح ظاہر ہو جاتی ہے[1]۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں عورت اور مرد کے جنسی تعلق کو مٹھاس اور رس سے تعبیر کیا ہے۔

لاحتی تذوقی عسیلته	نہیں یہاں تک کہ تو اس کے مٹھاس
ویذوق عسیلتك[2]۔	کو چکھ لے اور وہ تیرے مٹھاس کو چکھ لے۔

اس کا بھی تقاضا ہے کہ مرد عورت سے مباشرت ہر حال میں آگے کے راستے ہی میں کر سکتا ہے۔ مباشرت کی اسی صورت میں مرد کی طرح عورت اس کی لذت اور مٹھاس کو حاصل کر سکتی ہے۔

شوہر اپنی بیوی کے پاس آگے کے راستے میں پیچھے کی سمت سے آ سکتا ہے اس میں کوئی کھٹکا نہیں ہے لیکن ہر حال میں اسے مباشرت آگے کے راستے ہی میں کرنی ہوگی۔ سلف میں جن لوگوں کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ وہ اپنی بیوی کے پاس پیچھے کے راستے سے آنے کے جواز کے قائل تھے انکا منشا یہی تھا کہ آدمی آگے کے راستے میں پیچھے کی سمت سے

لہ زاد المعاد فی ھدی خیر العباد: ۴/ ۲۶۲، ۲۶۳۔

لہ بخاری جلد ۲ کتاب الطلاق، باب اذا طلقھا ثلاثا ثم تزوجت بعد العدة زوجا غیرہ فلم یمسھا۔ حضرت رفاعہ قرظیؓ کی بیوی کا مشہور واقعہ جنھوں نے اپنے شوہر سے تین طلاقیں پا جانے کے بعد دوسرے شوہر سے نکاح کے بعد ان سے خاص زن و شوئی تعلق قائم ہوئے بغیر اپنے پہلے شوہر کے پاس واپس آنا چاہا۔ اگلے مضمون جنسی تسکین کا وسیع دائرہ میں جھوٹے کے نکاح کے زیر عنوان اس کی تفصیل ہے۔ صفحات ۲۵۵ تا ۲۵۹۔

آسکتا ہے۔ راوی کو غلط فہمی ہوگئی اور اسے اس نے اس طرح بیان کیا کہ مرد اپنی بیوی کے پاس پیچھے کی سمت میں آسکتا ہے۔ جب کہ شریعت اسلامی میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ سلف سے لے کر خلف تک ہر ایک کے نزدیک یہ حرام ہے، مالکی مذہب میں بھی مشہور مسلک یہی ہے۔[1] یہی رائے حضرت امام شافعیؒ کی ہے جن سے صاف لفظوں میں اس کی ممانعت کی روایت ہے[2] جب کہ دوسرے ذریعے سے اپنی چھ کتابوں میں ان کی طرف سے اس کی حرمت کی صراحت ہے[3]۔ حضرت امام مالکؒ کا معاملہ اس سے مختلف نہیں جن کے متاخرین اصحاب کا اس کی حرمت کا صاف فتویٰ ہے۔[4] یہاں تک کہ روافض جو اس کے جواز کے قائل ہیں تو ان کے یہاں بھی یہ مکروہ ہے۔ دریں حالیکہ اہل بیت کے تمام کے تمام افراد نیز فقہا کی اکثریت کے نزدیک اس کی حرمت میں کوئی کلام نہیں ہے۔[5] مرد اپنی بیوی کے پاس آگے کے راستے میں جس طرح چاہے اور جس سمت سے چاہے آسکتا ہے لیکن ہر حال میں مباشرت وہ آگے کے راستے ہی میں کر سکتا ہے۔ علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مرد اپنی بیوی سے پیچھے کے راستے میں مباشرت کرتا ہے اور وہ برضا و رغبت اس کے لئے آمادہ ہوتی ہے تو ان دونوں کی تعزیر کی جائے گی۔ اس کے باوجود بھی اگر وہ باز نہ آئیں تو ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی جائے گی جس طرح کہ اس طرح کے دو فاجر مردوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا جاتا ہے۔[6] اپنی بیوی سے پیچھے کے راستے میں مباشرت اسلامی شریعت میں حرام ہے، عامۂ ائمہ مسلمین کا یہی مسلک ہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ

---

[1] فتاویٰ ابن تیمیہ: ۳۲/۲۶۵، ۲۶۶۔ زاد المعاد فی ھدیٰ خیر العباد: ۴/۲۶۱۔ نیز تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۶۴، ۶۵۔

[2] زاد المعاد: ۴/۲۶۱۔

[3] نیل الاوطار: ۶/۲۰۲۔

[4] نیل الاوطار: ۶/۲۰۲۔

[5] نیل الاوطار: ۶/۲۰۲۔

[6] فتاویٰ ابن تیمیہ: ۳۲/۲۶۷

اوران کے علاوہ دوسرے تمام لوگوں کی یہی رائے ہے[1] سلف کی پوری جماعت نے اس فعل شنیع کے ارتکاب پر کفر کا اطلاق کیا ہے[2] عضو کو داخل کئے بغیر مرد اپنی بیوی کے پچھلے حصے سے جنسی تسکین حاصل کر سکتا ہے۔ اس میں کوئی حرج اور ناپسندیدگی کا پہلو نہیں ہے۔ صاحب مغنی علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ فرماتے ہیں:

ولا باس بالتلذذ بها بين الأليتين من غير ايلاج۔[3]	عضو کو داخل کئے بغیر بیوی کے پچھلے حصے کے درمیان سے لطف اندوز ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۸۔ شرمگاہ دیکھنے کی کراہت

اسلامی اصولوں کے مطابق جماع کا ایک ادب یہ ہے کہ آدمی مباشرت کے وقت بیوی کی شرمگاہ کو نہ دیکھے اور اتفاقیہ دیکھ بھی لے تو اسے مسلسل دیکھنے سے پرہیز کرے۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن شوہر اور بیوی کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیتا ہے:

هن لباس لكم وانتم لباس لهن۔ (البقرہ:۱۸۷)	تمہاری عورتیں تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔

اور ظاہر ہے کہ لباس سے جسم کا کونسا حصہ چھپا رہ سکتا ہے۔ اسی طرح حدیث میں صراحت ہے کہ مرد کے لئے اپنی بیوی اور باندی سے اپنی ستر عورت کو چھپانے کا کوئی مسئلہ نہیں ہے:

احفظ عورتك الا من زوجتك او ما ملكت يمينك۔[4]	اپنی ستر عورت کی نگہداشت رکھو سوائے اپنی بیوی کے اور اس (باندی) کے

---

[1] حوالہ سابق۔ [2] تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۶۵۔

[3] المغنی لابن قدامہ: ۷/۲۳۔ [4] ترمذی جلد ۲۔ ابواب الادب۔ باب ماجاء فی حفظ العورۃ۔ قال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح نیز ابن ماجہ، ابواب النکاح۔ باب التستر عند الجماع۔

جو تمہاری ہاتھ کی ملک ہو۔

قرآن وحدیث کی انہی تعلیمات کی بنیاد پر فقہ میں صاف لفظوں میں آدمی کے لیے اپنی بیوی کی شرمگاہ کو دیکھنے کو جائز کہا گیا ہے[۲] لیکن اسلام جس شرم وحیا کو اپنا طرۂ امتیاز قرار دیتا ہے اور اسے ایمان واسلام کا اہم ترین شعبہ گردانتا ہے[۱]۔ اسی طرح زندگی کے ہر دائرے میں جس طرح وہ شائستگی اور وقار کو لازم پکڑنے کی تاکید کرتا ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ میاں بیوی خاص طور پر مباشرت کے وقت ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنے سے پرہیز کریں۔ جس طرح مباشرت کے وقت شوہر اور بیوی کا بالکل بے ستر ہونا اچھا نہیں ہے گو کہ اس کی اجازت ہے اور کوئی قدغن نہیں ہے، اسی طرح اس حالت میں دونوں کا ایک دوسرے کی شرمگاہ کا دیکھنا بہتر نہیں ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ اس سلسلے میں علی الاطلاق اپنا طرزِ عمل یہ بیان کرتی ہیں:۔

عن عائشة قالت مانظرت او ما رایت فرج رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قط۔[۳]	حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شرمگاہ کو کبھی نہیں دیکھا۔

روایت کے دوسرے الفاظ میں اس پر اضافہ ہے۔ اس کے مطابق:

قالت: ما رأیته من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم	فرماتی ہیں۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شرمگاہ دیکھی، نہ آپ نے میری

---

[۱] بخاری جلد ۱۔ کتاب الایمان۔ باب الامور الایمان الخ۔ مسلم جلد ۱۔ کتاب الایمان باب شعب الایمان۔

[۲] قدوری/۴/۲۲۴۔ کتب خانہ امدادیہ، سہارنپور، کنزالدقائق/۵/۲۴۴۔ کتب خانہ رشیدیہ۔ دہلی۔

[۳] ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب التستر عند الجماع۔

ولا رأ ہ منی [۱] شرمگاہ دیکھی۔

تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ دنیا کی تمام عورتوں پر ان کی فضیلت اور برتری کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلے بندوں اعلان بھی فرمایا۔ ارشاد ہوا:

فضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام۔ [۲]

عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت دوسری تمام عورتوں پر ویسے ہی ہے جیسے ثرید (روٹی اور گوشت سے تیار ہونے والی عرب کی محبوب ترین غذا) کی فضیلت دوسرے تمام کھانوں پر مسلم ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے اس غیر معمولی محبت و تعلق کی وجہ ان کی ذہانت و فطانت، اعلیٰ دماغی اور ان کی بڑھی ہوئی فہم و فراست کے علاوہ ایک بالکل فطری اور طبعی چیز ان کا کنوارا پن بھی تھا۔ معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نو/ دس ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سب کی سب شوہر آشنا اور بیوائیں تھیں۔ یہ صرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں جو کنوارے پن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالۂ عقد میں آئی تھیں [۳]۔ اور شادی کے وقت بہت کم عمر اور کمسن بھی تھیں [۴]۔ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں ان کا یہ وہ امتیاز تھا جس کی وجہ سے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۱] المغنی لابن قدامہ: ۵۵۸/۶، نیز: الکشاف عن حقائق التنزیل، ۷۳/۲، مصر ۱۳۹۲ھ

[۲] بخاری جلد ۱۔ کتاب المناقب، باب فضل عائشہ رضی اللہ عنہا۔ مسلم جلد ۲، کتاب الفضائل، باب فی فضل عائشہ رضی اللہ عنہا۔ سنن نسائی جلد ۲۔ کتاب عشرۃ النساء، باب حب الرجل بعض نسائہ اکثر من بعض۔

[۳] ابوجعفر محمد بن جریر الطبری م ۳۱۰ھ: تاریخ الطبری: ۱۶۲/۳، دار المعارف، قاہرہ، تحقیق، محمد ابوالفضل ابراہیم ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء

[۴] نکاح کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر باختلاف روایت چھ یا سات سال تھی۔ رخصتی کے وقت کسی اختلاف کے بغیر آپ نو سال کی تھیں حوالہ سابق/ ۱۶۳/ ۱۶۴۔

کی دوسری سب سے چہیتی بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ پر بھی فوقیت رکھتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ کو بجا طور پر اس کا احساس بھی تھا اور اپنے محبوب شوہر کے سامنے اشاروں کنایوں میں موقع کی مناسبت سے انھوں نے اس کا اظہار بھی کیا۔[۱] نو عمری کے تقاضے کے باوجود جب حضرت عائشہؓ نے کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شرمگاہ کی طرف نگاہ نہ کی اور اپنی تمام ازدواج میں ان کی ترجیحی حیثیت کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ستر خاص پر نظر نہ ڈالی تو دوسری تمام ازواج مطہرات کے سلسلے میں بدرجۂ اولیٰ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ علی الاطلاق کبھی بھی آپؐ نے ان میں سے کسی کی ستر خاص کو نہ دیکھا۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اسی طرز عمل کی وجہ سے شوہر اور بیوی دونوں کے لئے خاص ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنے کو مکروہ کہا گیا ہے۔[۲] جیسا کہ قرآن و سنت کے مذکورہ نصوص سے واضح ہے۔ شوہر اور بیوی دونوں کے لئے ایک دوسرے کے تمام بدن کو دیکھنا اور چھونا جائز ہے۔ شرمگاہ بھی اسی میں شامل ہے لیکن پاک رسولؐ کے پاک طرز عمل سے جس کی تفصیل اوپر گزری شرمگاہ دیکھنے کی کراہیت ثابت ہوتی ہے۔[۳]

یہ صحیح ہے کہ خوف خدا اور خشیت و تقویٰ میں آپ کے بڑھے ہوئے مرتبے کی طرح، اخلاق عالیہ کے سلسلہ میں بھی آپؐ کے درجہ بلند کو چھونا آسان نہیں ہے۔ آپؐ نے اپنی پوری زندگی میں کبھی بھی کسی عورت اور خادم کو ہاتھ سے نہیں چھویا۔[۴] اس اخلاق نبوی کے تتبع کی آج کون ہمت کر سکتا ہے۔ اسی طرح آپؐ کا جذبۂ حیا بھی بہت بلند تھا جس کی پیروی آسان نہیں ہے لیکن جب قرآن نے آپ کی ذاتِ گرامی کو علی الاطلاق پوری زندگی کے لئے اسوہ اور نمونہ قرار دیا ہے۔[۵] تو اس کا تقاضا ہے کہ مباشرت

---

[۱] بخاری جلد ۱۔ کتاب النکاح، باب نکاح الابکار۔

[۲] المغنی لابن قدامہ: ۷/۶۵۔ [۳] حوالہ سابق۔

[۴] مسلم جلد ۷۔ کتاب الفضائل باب مباعدتہ صلی اللہ علیہ وسلم الآثام واختیارہ من المباح اسھلہ الخ نیز ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب ضرب النساء۔

[۵] احزاب: ۲۱۔

کے ادب میں بھی نگاہیں آپ کی طرف اٹھی رہیں۔ معیارِ نبوت سے ہٹ کر شوہر اور بیوی ایک دوسرے کی شرمگاہ کو اتفاقیہ دیکھ بھی لیں تو مباشرت کے وقت لگاتار اور مسلسل دیکھنے سے پرہیز لازم ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ بھی اسی خیال کے قائل کہ مرد کے لئے اپنی بیوی کے تمام بدن سے کسی چیز کا دیکھنا اور چھونا حرام اور منع نہیں ہے۔ البتہ شرمگاہ کا دیکھنا مکروہ ہے[۱]۔ اگرچہ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ عام حالات میں تو یہ چیز مکروہ نہیں، البتہ خاص مباشرت کے وقت ایسا کرنا مکروہ ہے[۲]۔ امام رازیؒ نے مطلق بیوی کی شرمگاہ دیکھنے کو مکروہ لکھا ہے۔ اور اس کی وجہ بیان کی ہے کہ اس سے ہونے والی اولاد کی بینائی پر ناخوش گوار اثر مرتب ہوتا ہے[۳]۔

---

[۱] فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۲/۲۷۲۔ [۲] حوالہ مذکور۔

[۳] مفاتیح الغیب: ۶/۲۹۷۔ علامہ ناصر الدین البانی نے اپنے رسالہ 'آداب الزفاف' میں ابن ماجہ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ روایت 'میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرمگاہ کو کبھی نہ دیکھا' کی سند پر لمبی بحث کر کے اس کی تضعیف کی ہے۔ اگرچہ مغنی ابن قدامہ کے مذکورہ حوالے روایت کے دوسرے ٹکڑے 'رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی میری شرمگاہ کو کبھی نہیں دیکھا' سے کوئی تعرض نہیں کیا ہے۔ حضرت عائشہؓ کی بخاری و مسلم کی روایت کے حوالہ سے کہ 'میں اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کا غسل بے تکلفی سے ایک برتن کے پانی سے کرتے تھے' علامہ کا رجحان شوہر و بیوی کے لئے ایک دوسرے کے دیگر اعضاء ستر کے ساتھ مطلق ایک دوسرے کی شرمگاہ دیکھنے کے جواز کی طرف ہے۔ آداب الزفاف فی السنۃ المطہرۃ/ ۳۲-۳۵۔ منشورات المکتب الاسلامی (بیروت) ۱۳۸۹ھ لیکن سند کے پہلو سے قطع نظر جواز اور ممانعت کی ان دونوں روایتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا بے ستر نہانا ناقابلِ تصور ہے۔ اس صورت میں طرفین کی ایک دوسرے پر نگاہ اتفاقیہ اور شرمگاہ پر پڑتی بھی ہے تو بہت ہلکی سی پڑ سکتی ہے۔ جب کہ ممانعت کی روایت کو شرمگاہ کے بھرپور دیکھنے کی طرف محمول کرنا ہی ظاہر الفاظ کا تقاضا ہے۔ شوہر و بیوی کے ایک دوسری کی شرمگاہ کو اس طرح اتفاقیہ اور ہلکے دیکھنے کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے۔ خلاف مروت (باقی صفحہ آئندہ)

اس کے علاوہ عام طور پر عورت کی شرمگاہ دیکھنے کو طبی لحاظ سے بھی نقصان دہ بتایا گیا ہے۔ چنانچہ جن چند چیزوں کی طرف دیکھنے سے نگاہ کمزور ہوتی ہے ان میں سے ایک عورت کی شرمگاہ کا دیکھنا بھی ہے[۱]۔ امام غزالیؒ بھی جماع کے آداب میں ایک بات اسے قرار دیتے ہیں کہ آدمی عورت کی شرمگاہ نہ دیکھے۔ اس کی وجہ وہی بیان کرتے ہیں جو عام طور پر بیان کی جاتی ہے کہ اس سے ہونے والی اولاد کی بینائی پر ناخوشگوار اثر مرتب ہوتا ہے[۲]۔ اس کا دوسرا نقصان بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس کی وجہ سے ہونے والی اولاد کا حافظہ کمزور ہوتا ہے[۳]۔ مقاربت کی مطلوبہ لذت کے پہلو سے بھی اس وقت شرمگاہ کا دیکھنا کچھ مفید مطلب نہیں ہے۔ اس سے توجہ بٹتی، قوت منتشر ہوتی اور مجامعت کی مطلوبہ لذت میں کمی آجاتی ہے۔ اگرچہ جلیل القدر صحابی رسولؐ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا کہنا ہے کہ مجامعت کے وقت اپنی بیوی کی شرمگاہ کو دیکھنا ہی اولیٰ اور افضل ہے۔ اس لئے کہ اس کی وجہ سے اس کی لذت کو زیادہ مکمل اور بھرپور طریقے پر حاصل کیا جاسکتا ہے[۴]۔

مباشرت کے علاوہ بیوی کی شرمگاہ کو چھونا اور دیکھ سکنا وہ آخری حد ہے جس میں رہ کر مسلمان شوہر اپنی جنسی تسکین کا سامان کرسکتا ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر عورت کی شرمگاہ کو بوسہ اور اسے چوسنا اور چاٹنا، جس کا آج مغربی دنیا میں رواج ہے، اسلام کے نقطۂ نظر سے بعض صورتوں میں جائز ہو کر بھی، یہ چیز مروت کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) شرمگاہ کو مسلسل اور لگاتار دیکھنا ہے۔ تقاضائے احتیاط ہے کہ اس طرح کے مواقع پر صحاح کی روایات میں سند کے ضعف کو نظر انداز کرتے ہوئے ان پر عمل کو ترجیح دی جائے جیسا کہ فقہائے امت کا عام طور پر طرز عمل ہے۔

[۱] احیاء علوم الدین: ۲/۲۰، نیز زاد المعاد فی ھدی خیر العباد: ۴/۲۰۹۔

[۲] الادب للدین للغزالی/۱۸۔ [۳] ھدایہ: ۴/۴۴۵ رشیدیہ دہلی نیز: تکملہ البحر الرائق شرح کنز الدقائق: ۸/۱۹۲۔ [۴] ھدایہ، حوالہ سابق نیز تکملہ البحر الرائق، محولہ بالا۔

خلاف ہے، جسے خدا کا آخری دین پسند نہیں کر سکتا۔ مباحات سے لطف اندوز ہونے میں بھی متانت اور وقار اسلام کا طرہ ہے۔ اور یہ اس کے منافی ہے۔ جنسی تسکین میں انسان کو حیوان سے ممتاز رہنے کا بھی تقاضا ہے کہ بیوی کی شرمگاہ کو بوسہ دینے اور اسے چاٹنے اور چوسنے سے اجتناب کیا جائے۔ عورت، مرد کے عضو تناسل کے ساتھ اسی طرح کی حرکت کرے جیسا کہ آج کے زمانے میں مغرب میں اس کا بھی چلن ہے[1] تو یہ اس سے بھی بدتر ہے اور اس کی برائی اور خرابی اس سے بدرجہا آگے ہے۔ گراوٹ اور پستی کی یہ وہ آخری سطح ہے جس سے اللہ نے جانوروں کو بھی محفوظ رکھا ہے۔

۹۔ بہ تکلف جماع سے گریز

جماع ہی کا ایک ادب یہ ہے کہ آدمی بہ تکلف جماع سے گریز کرے۔ قرآن نے شوہر اور بیوی کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے[2]۔ اسی طرح ایک سے زیادہ بار گزر چکا ہے کہ عورت مرد کی کھیتی ہے وہ اس کے پاس جب اور جیسے چاہے آسکتا ہے[3]۔ لیکن مرد کا اپنی بیوی کے پاس خاص تعلق کے لئے آنا فائدہ مند اور نتیجہ خیز اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ اس اندر اس کی سچی طلب ہو اور اس کے آثار ظاہر ہو چکے ہوں۔ عضوِ خاص میں پوری طرح انتشار آجائے اور یہ اپنے آپ ہو ابس کے لئے تکلف، کسی صورت کو بار بار ذہن میں لانے اور عورت کے حساس اعضا کو بار بار دیکھنے کی ضرورت نہ ہو۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ مجامعت کی خواہش کو بہ تکلف

---

[1] جدید جنسیات میں جنس کے ایک منحرف رویے Deviant Pattern, کی حیثیت سے اصطلاحات میں حد درجہ مالدار انگریزی دنیا میں مرد کی طرف سے عورت کی شرمگاہ کو چومنے چاٹنے اور زبان سے اسے ٹٹولنے Cunnilingus. اور عورت کی طرف سے مرد کے آلۂ تناسل کو منہ میں رکھنے کو fellatio. کہا جاتا ہے۔ دیکھئے Sex Educaion for Teenagers P. 104. مزید تفصیل کے لئے اسی کتاب کا باب سوم "جنس کے منحرف رویے اور اسلام"۔

[2] سورۃ البقرہ: ۱۸۷۔ [3] سورۃ البقرہ: ۲۲۳۔

لایا جائے نہ اپنے آپ کو مارے باندھے اس کے لئے آمادہ کیا جائے۔ نہیں بلکہ جب جنسی خواہش میں پوری شدت آجائے اور منی کی زیادتی اپنا زور باندھ لے تب اس کے لئے آگے بڑھنا چاہئے اور نہ صرف آگے بڑھنا چاہئے بلکہ اس میں دیر بھی نہ ہونی چاہئے۔[1] جماع کی یہ صورت جس میں آدمی کو بہ تکلف اور مارے باندھے اپنے کو اس کے لئے آمادہ کرنا پڑے، طبی لحاظ سے نقصان دہ ہے اور حاذق طبیبوں نے اس سے منع کیا ہے۔[2]

۱۰۔ جماع کی نقصاندہ صورتیں

اسی طرح بہت سی صورتیں اور حالتیں ہیں جن میں بیوی سے خاص تعلق صحت وتندرستی کے لئے نقصان دہ ہے۔ ان سے بھی بچنے اور دور رہنے کی ضرورت ہے۔ آدمی کو مباشرت اسی وقت کرنی چاہئے جب کہ پیٹ میں کھانا اچھی طرح ہضم ہو چکا ہو اور طبیعت پوری طرح اعتدال پر ہو۔ بھوک کی حالت میں مباشرت ٹھیک نہیں ہے۔ اس سے انسان کی قوتِ غریزی کمزور ہوتی ہے۔ پیٹ ضرورت سے زیادہ بھرا ہوا ہو اس وقت بھی یہ نقصان دہ ہے۔ یہ چیز سخت امراض کا پیش خیمہ بنتی ہے۔ تکان کی حالت میں، اسی طرح رفعِ حاجت کے فوراً بعد نیز قے اور الٹی اور دست کے بعد بھی مجامعت نقصان دہ ہے۔ غم و افسوس اور حزن و ملال کی حالت میں بھی مباشرت نقصان کا باعث ہے۔ اسی طرح اس صورت میں بھی اس سے بچنے کی ضرورت ہے جب کہ کوئی غیر معمولی خوشی کا موقع ہو۔[3] مباشرت شروع کرنے کے بعد جب تک آدمی کو انزال نہ ہو جائے یا اس کے بغیر پوری طرح تسکین نہ ہو جائے، بیچ سے اس کو منقطع کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس سے مثانے میں پتھری کا اندیشہ ہے۔[4] مباشرت کی حالت میں بہت دیر تک پڑے رہنا بھی اچھا نہیں ہے۔ یہ چیز بھی بعض خطرناک

---

[1] زاد المعاد فی ھدی خیر العباد: ۴/ ۲۵۴۔

[2] حوالہ سابق ۴/ ۴۰۸۔

[3] حوالہ سابق ۴/ ۲۶۵۔

[4] حوالہ مذکور ۴/ ۴۰۶۔

بیماریوں کا سبب بنتی ہے[1] فراغت کے فوراً بعد پانی پی لینا بھی سخت نقصان دہ ہے۔ بعض دوسرے مواقع کی طرح اسے بھی ناپسندیدہ کہا گیا ہے[2]۔ جدید جنسیات میں بھی مباشرت کے بعد علی الفور نہانے کو طبی لحاظ سے نقصان دہ بتایا گیا ہے[3]۔

۱۱۔ کثرتِ جماع سے پرہیز

جماع ہی کا ایک ادب یہ ہے کہ آدمی اس کی کثرت اور زیادتی سے پرہیز کرے۔ معتدل اور متوازن مجامعت کا کوئی ایک پیمانہ مقرر نہیں کیا جا سکتا۔ صحت و تندرستی، عمر کے تقاضے، مزاج کے فرق اور جغرافیائی حالات اور آب و ہوا کے اختلاف سے مختلف افراد کے لئے یقیناً اس کے پیمانے مختلف ہوں گے لیکن انسان بہرحال انسان ہے اور اس کی قوتیں اور صلاحیتیں محدود ہیں۔ بیوی کے ساتھ آخری جنسی عمل ایک مشکل کام ہے۔ اس سے آدمی کا پورا نظام جسم متاثر ہوتا ہے اور غیر معمولی طور پر اس کی قوت خرچ ہوتی ہے۔ دین و دنیا دونوں کے مفاد کا تقاضا ہے کہ آدمی کی عمدہ صحت ہو، اسی صورت میں وہ ان کے ہمہ جہتی مقاصد کو بروئے کار لا سکتا ہے۔ جماع کی کثرت اور اس سے غیر متوازن دل چسپی سے صحت کا متاثر ہونا لازمی ہے۔ کہا گیا ہے کہ جو چند چیزیں بدن کو غیر معمولی طور پر کمزور کرتی ہیں ان میں ایک جماع کی زیادتی بھی ہے[4]۔ مجامعت کی کثرت سے زندگی کی جوت بجھ جاتی ہے[5]۔ نفع بخش اور صحت افزا مباشرت کے لئے دو مجامعتوں کے بیچ قابل لحاظ وقفہ ضروری ہے[6]۔ ہندوستان اور اس جیسے ملکوں کے لئے جہاں غربت و افلاس اور کمزوری صحت کے دوسرے اسباب عام طور پر موجود ہیں اس سلسلے میں اور بھی احتیاط کی ضرورت ہے

---

[1] حوالہ سابق/۷۰۴   [2] زاد المعاد: ۴/۲۲۴۔

[3] Sex Education for Teenagers. P. 60.

[4] احیاء علوم الدین: ۲/۴۰ نیز زاد المعاد فی ھدی خیر العباد: ۴/۳۰۹۔

[5] زاد المعاد: ۴/۳۰۹۔   [6] حوالہ سابق/۳۱۰۔

جماع کی کثرت سے جسم کو طرح طرح کی بیماریاں لگ جاتی ہیں۔ اس سے بدن ڈھ جاتا ہے، قوتیں کمزور ہو جاتی ہیں۔ بدن کی رطوبتیں خشک ہو جاتی ہیں۔ اعصاب ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ انتڑیوں اور رگوں میں سدے پیدا ہو جاتے ہیں۔ پورے بدن کو اس سے نقصان پہنچتا ہے۔ خاص طور پر دماغ سب سے زیادہ متاثر ہوتا ہے اس لئے کہ اس کے نتیجے میں روح نفسانی بڑی کثرت سے تحلیل ہوتی ہے۔ استفراغ کی تمام صورتوں میں سب سے زیادہ کمزوری اسی سے پیدا ہوتی ہے۔ روح کے جوہر اور اس کے مغز کو یہ بڑے پیمانے پر نچوڑ لیتا ہے[1]۔ مجامعت کی زیادتی سے دوسرے امراض بھی پیدا ہوتے ہیں۔ رعشہ، فالج، تشنج، ضعف بصر، اس کے ساتھ ہی یہ چیز جسم کی تمام قوتوں کو کمزور کرتی ہے۔ حرارت غریزی کو بجھاتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کی وجہ سے مباشرت کے راستے پھیل جاتے ہیں جس کے نتیجے میں یہ نقصان دہ فضلات کو قبول کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں[2]۔ جماع کی کثرت ہی سے ثقل سماعت، چکر، دردِ کمر، دردِ گردہ، کثرت پیشاب، ضعف معدہ اور ضعفِ قلب وغیرہ کے امراض بھی پیدا ہوتے ہیں[3]۔ اس سلسلے میں کہا گیا ہے کہ جس کو ضعف بصرہ، یا ضعف معدہ یا سینہ کا کوئی مرض ہو اس کو خاص طور پر جماع نہایت مضر ہے[4]۔ مسلمان معاشرے میں بھی یہ روحانیت کم ہی لوگوں کو میسر آ سکتی ہے کہ کثرت جماع کے باوجود ان کی صحت وقوت کار متاثر نہ ہو اور وہ اس کے ان مضر اثرات سے بالکل نچے رہیں۔ اس لئے عمدہ صحت اور اپنے حالات کے جائزے سے اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ احتیاط ہی آدمی کو اس کے تباہ کن اثرات سے بچا سکتی ہے۔ ڈاکٹر کیول دھیر نے یہ بات حتمی تعیم سے کہی ہے کہ مباشرت ہر روز ایک بار یا ایک سے زیادہ بار کیجائے

---

[1] حوالہ مذکور۔ [2] حوالہ سابق / ۲۶۵۔

[3] بہشتی گوہر: ۱۱/ ۸۷، ربانی بک ڈپو، لال کنواں۔ دہلی۔ بار ششم ۱۹۷۶ء۔

[4] حوالہ سابق۔

یا کسی بھی وقفہ کے بعد کی جائے اس سے انسان کی ذہنی و جسمانی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا یہ صحیح نہیں ہے۔[1] مباشرت میں آدمی کی قوت حیات غیر معمولی طور پر خرچ ہوتی ہے اور اس سے اس کا پورا نظام جسم متاثر ہوتا ہے۔ اس لئے ہر شخص کو اپنی عمر اور صحت کے لحاظ سے اس کا پورا دھیان رکھنے کی ضرورت ہے کہ وہ معتدل اور متوسط طریقے پر اس لذت سے کس حد تک لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ جنسی تحلیل کی کمزور ذہنی کیفیت کے ساتھ روزانہ اور کثرت سے بیوی کے ساتھ چمٹے پڑے رہنے کو بھی طبی لحاظ سے نقصان دہ بتایا گیا ہے۔ اس سے کثرت پیشاب اور سرعت انزال جیسے امراض پیدا ہوتے ہیں۔ عام لوگوں کے لئے اس سلسلے میں احتیاط مفید ہے۔

۱۲۔ جماع کا وقفہ

جماع کا مناسب وقفہ کیا ہے جس کے بعد آدمی کو اپنی بیوی کے پاس آنا مناسب ہے۔ اس کے سلسلے میں کئی باتیں کہی گئی ہیں۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ آدمی کو اپنی بیوی کے پاس ہر چوتھی رات میں آنا چاہیئے۔ یہی سب سے بڑھ کر معتدل اور متوازن طریقہ ہے۔ جب آدمی کے لئے بیک وقت چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہے تو اس سے خود بخود یہ بات نکلتی ہے کہ ایک بیوی سے آدمی چوتھی رات تک کے لئے مقاربت کو مؤخر کر سکتا ہے۔[2] جمعہ کے دن نہانے کی فضیلت اور اس کی ترغیب میں جو حدیث آتی ہے:

من اغتسل یوم الجمعة غسل الجنابة ثم راح فکانما قرب بدنة الخ[3]	جو کوئی جمعہ کے دن جنابت کا غسل کرتا ہے پھر (جمعہ کی نماز کے لئے) سویرے نکلتا ہے تو گویا اس نے اونٹ کی قربانی

---

[1] سیکس نوجوانوں کے لئے/۲۰۶ محولہ ایڈیشن۔ نیز سیکس تکنیک/۲۰۷ محولہ بالا۔

[2] احیاء علوم الدین: ۲/۵۰۔ [3] بخاری جلد۱۔ کتاب الجمعة، باب فضل الجمعة

مسلم جلد ۳۔ کتاب الجمعة، باب الطیب والسواک یوم الجمعة مختصر

اس سے استدلال کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ آدمی کے لئے اپنی بیوی سے مقاربت مستحب ہے تاکہ جب وہ جمعہ کے لئے نکلے تو نگاہوں کی پستی اور نفس کی تسکین کا اس کے پاس پورا پورا سامان موجود ہو۔[۱] اپنے بعض شافعی فقہا کی اس رائے کو نقل کرنے کے بعد امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ ضعیف اور باطل ہے۔[۲] لیکن علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ یہ ایک مناسب ترین قول ہے، اس لئے اس کے بطلان کا دعویٰ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔[۳] اس کی مزید تائید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری حدیث سے ہوتی ہے۔ ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کی روایت ہے:

من غسّل یوم الجمعۃ و اغتسل .... کان لہ بکل خطوۃ عمل سنۃ اجر صیامھا وقیامھا۔[۴]	جو کوئی جمعہ کے دن اپنی بیوی کے لئے غسل کا سامان کرے اور خود غسل کرے .... تو اس کے لئے ہر قدم پر سال بھر کے عمل کا بدلہ ہے۔ گویا وہ سال بھر روزہ سے رہا اور اس کی راتوں کو قیام کیا۔

ابن قدامہ نے حدیث کا مطلب یہی سمجھا ہے کہ آدمی اپنی عورت سے خاص تعلق قائم کرے، پھر نہائے۔ امام احمد سے بھی انھوں نے حدیث کے الفاظ "غسّل واغتسل" کی یہی تشریح نقل کی ہے کہ خاص تعلق کے نتیجے میں بیوی کے لئے نہانے کا سبب پیدا کرے۔[۵] تابعین کی جماعت میں بھی بہت سے لوگ اسی کے قائل ہیں۔ وہ اسے مستحب سمجھتے ہیں کہ آدمی جمعہ کے دن اپنی بیوی کے پاس آئے، اس سے خاص تعلق قائم

۱۔ شرح نووی للمسلم مع المسلم: ۱/۲۸۰۔ نیز فتح الباری: ۲/۲۴۹۔

۲۔ نووی، حوالہ سابق۔ ۳۔ فتح الباری: ۲/۲۴۹۔

۴۔ بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح جلد ۱ کتاب الصلوٰۃ، باب التنظیف والتبکیر۔

۵۔ المغنی لابن قدامہ: ۲/۳۴۰۔

کرے اور ہم بستر ہو۔[1] امام غزالیؒ نے بھی حدیث زیر بحث کی ایک توجیہ یہی پیش کی ہے اور بہت سے علما کے حوالہ سے اسے مستحب بتایا ہے کہ آدمی جمعہ کے روز دن میں یا رات میں اپنی بیوی سے مقاربت کرے۔[2]

علامہ ابن حزم ظاہریؒ آیت کریمہ:

فاذا تطھّرن فاتوھن	تو جب (حیض کے بعد) عورتیں اچھی
من حیث امرکم اللّٰہ	طرح پاک صاف ہولیں تو ان کے پاس
(البقرۃ: ۲۲۲)	اس طرح سے آؤ جیسا کہ اللہ نے تم کو حکم دیا ہے۔

کی بنیاد پر ہر حیض کے بعد اپنی بیوی سے جماع کے وجوب کے قائل ہیں۔[3] اسلام میں ایلاء کی جو اجازت ہے کہ مرد چار مہینے تک کے لئے اپنی بیوی سے خاص زن و شوئی تعلق قائم نہ کرنے کی قسم کھا سکتا ہے۔[4] جس کے بعد اسے اپنی بیوی سے معمول کے مطابق تعلقات بحال کر لینے ہوں گے۔ بصورت دیگر طلاق دے کر اسے آزاد کر دینا ضروری ہوگا۔[5] اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ آدمی چار مہینے تک اپنی بیوی سے خاص تعلق قائم نہ کر کے اس سے دور رہ سکتا ہے۔ حالات کے لحاظ سے اس آخری حد میں اس کو کمی بیشی کا اختیار رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی ازواج مطہراتؓ سے ایک ماہ کے لئے ایلا کیا۔ بعض اسباب کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اپنی ازواج سے ناگواری ہوئی تو پورے ۲۹ دن تک آپؐ نے اپنے بالاخانے پر قیام فرمایا۔

---

[1] حوالہ سابق: نیز فتح الباری: ۲/۲۳۹- ایضا: زاد المعاد فی ھدی خیر العباد: ۱/۳۸۵-

[2] احیاء علوم الدین: ۲/۵۰-

[3] تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۶۰ [4] البقرۃ: ۲۲۶-

[5] زاد المعاد فی ھدی خیر العباد: ۵/۳۴۴- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ہمارے رسالے پردیس کی زندگی اور اسلام میں ایلا کی بحث۔ مطبوعہ۔ مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی۔ بار اول ۹۹ء

حضرت عمر بن الخطابؓ کی مداخلت پر آپؐ نے اس سے رجوع فرمایا۔ اور ازواج مطہراتؓ سے معمول کے مطابق تعلقات بحال ہوئے۔[1] اس واقعہ سے ایک ماہ تک اپنی بیوی بیویوں سے کسی کراہت کے تصور کے بغیر دور رہنے اور خاص زن و شوئی تعلق قائم نہ کرنے کی اجازت نکلتی ہے۔ شاید ایلا کی اسی اجازت کی نظیر سے بیوی سے واجب مباشرت "وطا واجب" کی مدت چار ماہ قرار دی گئی ہے۔[2] لیکن اس سلسلے میں صحیح بات وہی ہے جسے آگے علامہ ابن تیمیہؒ نے دو قولوں میں صحیح تر قرار دیا ہے۔ یعنی کہ اس کے لئے کوئی متعین حد نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق بیوی کی ضرورت اور اپنی قدرت واستطاعت سے ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے کہ اس کے کھانے اور نفقہ کا معاملہ بیوی کی ضرورت اور شوہر کی قدرت واستطاعت پر موقوف ہے " وقیل بقدر حاجتها وقدرته، كما يطعمها بقدر حاجتها وقدرته۔ وهذا اصح القولين والله اعلم۔[3]

امام غزالیؒ جنھوں نے بیوی سے مقاربت کا معتدل اور متوازن وقفہ چوتھا دن قرار دیا ہے جیسا کہ گزرا، آگے دوسرے لفظوں میں انھوں نے بھی یہی بات کہی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

نعم ينبغي ان يزيد	ہاں شوہر کو چاہیئے کہ وہ شرمگاہ کی
وينقص بحسب حاجتها في التحصين	حفاظت کی عورت کی ضرورت کے مطابق
فان تحصينها واجب عليه، وان	مباشرت کے وقفے اور اس کی مقدار کو بڑھاتا
كان لا يثبت المطالبة بالوطأ	اور گھٹاتا رہے اس لئے کہ بیوی کی شرمگاہ

---

[1] بخاری جلد ۲۔ کتاب النکاح، باب موعظة الرجل ابنته لحال زوجها۔ ایضاً باب هجرة النبیؐ نساءه في غير بيوتهن۔ مسلم جلد ۲۔ کتاب الطلاق، باب الایلاء واعتزال النساء تخییرهن الخ

[2] فتاوی ابن تیمیہ: ۳۲/۲۷۱۔

[3] حوالہ سابق۔ نیز دیکھئے: فتاوی مذکور: ۲۸/۳۸۴۔ طبع جدید سعودی عرب۔

فذلك لعسر المطالبة والوفاء بها۔[1] | کی حفاظت کرنا اس کے لئے واجب ہے۔ مباشرت کے مطالبہ کی متعین دفعہ جو ثابت نہیں ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مطالبہ اور اس کی ادائیگی میں عملاً دشواریاں حائل ہیں۔

جس کا مطلب ہے کہ شوہر کو بیوی کی عمر، صحت اور مزاج وغیرہ کی مناسبت سے مباشرت کے وقفے کو خود گھٹاتے اور بڑھاتے رہنا چاہیے۔ عورت عام طور پر صراحتہً اپنی جنسی ضرورت کے اظہار سے شرماتی ہے۔ اس کے لئے پہل شوہر کو ہی کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے شوہر کو خود خیال کرنا چاہیے کہ بیوی کی یہ ضرورت مناسب طور پر پوری ہوتی رہے اور اسے جنسی عدم تسکین کی تکلیف سے دوچار ہونا نہ پڑے۔ البتہ اس سلسلے میں ایک بات کا لحاظ ضروری ہے اور وہ یہ کہ مرد کا اپنی بیوی سے مقاربت کا تعلق اس حد میں ہونا چاہیے کہ اس کی وجہ سے زندگی میں اس سے متعلق فرائض و واجبات متاثر اور مجروح نہ ہوں۔ عام حالات میں 'مباشرت' مباح ہے اور زندگی میں آدمی سے جو ذمہ داریاں متعلق ہوتی ہیں ان کی حیثیت 'فرائض' اور 'واجبات' کی ہے۔ مباح میں آدمی کی دلچسپی اتنی نہ بڑھنی چاہیے کہ فرائض و واجبات کے لالے پڑ جائیں۔ آدمی کسی کارخانے یا دفتر میں ملازم ہے یا خاندان اور سماج کی دوسری

---

[1] احیاء علوم الدین ۲/۵۰، نیز: المغنی لابن قدامہ: ۷/۳۰۔ امراض پیشاب کے بعض ماہرین کے مطابق تیس سال تک کی عمر والوں کے لئے ہفتہ میں آٹھ بار، پچاس سال کے بعد ہفتہ میں ایک بار اور نوے اور اس سے زیادہ عمر والوں کے لئے ہر آٹھ ہفتہ میں ایک بار مباشرت صحت کے لئے بہتر ہے۔ روزنامہ قومی آواز، نئی دہلی ۴ر اگست ۱۹۹۲ء مطابق ۴ر صفر ۱۴۱۳ھ خبر بعنوان: جنسی اختلاط کے لئے ضابطہ نیز: انگریزی روزنامہ پاینیر Pioneer، نئی دہلی ۹ر اگست ۱۹۹۲ء خبر بعنوان Age and Sex جنس سے استفادہ میں عمر کے لحاظ کا کوئی ضابطہ نہ ہو کر تجربہ کی اس طرح کی باتوں سے عام طور پر فائدہ اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ذمہ داریاں اس سے متعلق ہیں، اس صورت میں بیوی سے غیر متوازن مقاربت اس حد تک آگے نہ نکل جانی چاہیئے کہ وہ اپنے فرائض منصبی کو ٹھیک طور پر ادا کرنے کے قابل نہ رہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے اس مقصد کے لئے کوئی رسمی ضابطہ بندی یا لگا بندھا فارمولا کفایت نہیں کر سکتا۔ آدمی کو خود اپنے حالات کے لحاظ سے فیصلہ کرنا ہوگا کہ بیوی سے جنسی دلچسپی کی معقول حد کیا ہے جس میں وہ اپنے سے متعلق حقوق و فرائض کو بااحسن وجوہ ادا کرتے ہوئے زن و شوئی تعلق کی ذمہ داریوں کو معتدل اور متوازن طریقے پر ادا کر سکتا ہے۔

۱۳۔ حسنِ معاشرت کا تقاضا

جماع کے آداب میں بیوی کے ساتھ حسنِ معاشرت بھی اس کا ایک تقاضا ہے جس کے بغیر یہ گفتگو مکمل نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ تفصیل گزری، بیوی سے خاص زن و شوئی تعلق کے معاملے میں بالکل فطری وجوہ کی بنا پر، اسلام نے کوئی لگی بندھی حد مقرر نہیں کی ہے۔ حالات اور ضرورت کے لحاظ سے شوہر جب اور جس طرح چاہے بیوی سے اپنی جنسی ضرورت پوری کر سکتا ہے کہ لیکن ایک بات نگاہ میں رکھنی ضروری ہے کہ اپنی ضرورت اس حد سے آگے نہ بڑھ جائے کہ بیوی کے ساتھ اسلام کا حسن معاشرت کا مطلوبہ تقاضا مجروح ہونے لگے۔ اسلام میں بیوی کے ساتھ حسن معاشرت کی جو تاکید ہے معلوم ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر امت کو اپنی آخری نصیحت میں اس کی تاکید ضروری بھی[1]۔ مرد کو خیال رکھنا چاہیے کہ اپنی عورت پر جنس کا وہ اتنا ہی بوجھ ڈالے جتنا کہ وہ آسانی سے اٹھا سکے۔ ہندوستان اور تیسری دنیا کے ملکوں میں جہاں ایک بیوی پر اکتفا کے اصول کا عام رواج ہے اور ان ملکوں کے مخصوص حالات کے پیشِ نظر یہی بہتر اور مناسب بھی ہے، بسا اوقات

---

[1] مسلم جلد ۴۔ کتاب الحج، باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت جابرؓ کی طویل روایت کا ایک حصہ۔ نیز: ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب حق المرأۃ علی الزوج۔

ایسا ہوتا ہے کہ بیوی بیماری آزاری کے سبب جس کی وجہ بھی اکثر و بیشتر غربت اور افلاس اور ناہموار معاشی حالت ہوتی ہے۔ فراخ دلی سے حقوق زوجیت کے ادا کرنے سے قاصر ہوتی ہے۔ اس صورت میں جب کہ مرد نے اپنے حالات کے پیش نظر دوسری شادی کرنے کا فیصلہ کیا ہو، وفادار شوہر سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ بیوی کے معقول عذرات کا لحاظ کرتے ہوئے اسے تنگ نہیں کرے گا۔

معلوم ہے کہ اسلامی معاشرے میں ہر شخص کے لئے چار بیویاں لازمی اور ضروری نہیں ہیں۔ پس ایک بیوی پر اکتفا کی صورت میں عادت کے اختلاف سے حیض کے دنوں میں بیوی سے دور رہ کر اپنی جنسی خواہش پر قابو کی جو لگاتار اور مسلسل مشق ہوتی رہتی ہے، اس کا فائدہ اٹھا کر دوسرے دنوں میں بھی شوہر کو اسی ضبط نفس کا ثبوت دینا چاہیے۔ یوں بھی زندگی میں دوسروں کے آرام کا خیال اور ایثار و قربانی اسلام کی بڑی اعلیٰ قدر ہے، بیوی سے بڑھ کر اس اعلیٰ قدر کا دوسرا مستحق اور کون ہو سکتا ہے؟ اس کا تقاضا ہے کہ شوہر کو اپنی جنسی خواہش کی تسکین کے ساتھ جیسا کہا گیا ہے، بیوی کی حالت اور ضرورت کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔ مرد کی مردانگی کا تقاضا ضبطِ نفس ہے۔ اسے اپنی بیوی پر مباشرت کا بوجھ اسی قدر ڈالنا چاہیے جتنا کہ وہ آسانی سے اٹھا سکے۔ بیوی کی طاقت سے اوپر شوہر کا اس کے اوپر جنسی بوجھ ڈالنا صحیح نہیں ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت کریمہ جس میں عورت کو مرد کی کھیتی قرار دے کر اس کے پاس جب اور جس طرح آنے کی اجازت دی گئی ہے[1]۔ آگے اسی آیت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی بھی تاکید ہے۔ بندۂ مومن کو اس اجازت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ڈر کو بھی اپنے سینے میں بسائے رکھنا چاہیے۔

۱۴۔ جماع کے متفرق آداب

جماع ہی کے آداب میں ہے کہ آدمی اس وقت قبلہ رو نہ ہو۔ ایسا کرنا مکروہ

ہے ۔اسی طرح اس موقع پر آدمی کو اپنے سر کو ڈھکے ہونا چاہیئے۔حدیث میں آتا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلا میں داخل ہوتے تو اپنے سر کو ڈھکے ہوئے ہوتے۔ اسی طرح جب آپؐ اپنی بیویوں کے پاس آتے تو اپنے سر کو ڈھکے ہوتے تھے۔[1] جماع کے وقت اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ کوئی شوہر بیوی کو دیکھے، نہ ان کی آہٹ کو سن سکے ۔ دوسرے لوگوں کی موجودگی میں عورت کو بوسہ لینا اور اس سے لپٹنا اور بغل گیر ہونا بھی ٹھیک نہیں ہے۔امام احمد فرماتے ہیں ان ساری باتوں کو چھپ چھپا کر ہی کرنا چاہیئے مجھ کو یہی پسند ہے۔[2] آدمی کی دو بیویاں ہوں وہ ایک سے اس طرح مباشرت کرے کہ دوسری اس کی آہٹ کو سنے تو ایسا کرنا مکروہ ہے۔ مرد عورت دونوں کے لئے خلوت کی باتوں کو دوسروں سے بیان کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔[3]

جماع کے وقت زیادہ بولنا اور بات کرنا بھی مکروہ ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں 'عورتوں سے مجامعت کے وقت زیادہ نہ بولو، اس لئے کہ اس کی وجہ سے ہونے والی اولاد گونگی اور لکنت دار پیدا ہوتی ہے۔[4] اس کی کراہت کی ایک ایک وجہ یہ بھی ہے کہ پیشاب کرتے وقت بولنا مکروہ ہے۔جماع کی حالت بھی بالکل اسی کے مشابہ ہے۔[5] اسی طرح عورت کے لئے مستحب ہے کہ اس موقع کے لئے ایک الگ کپڑا رکھے ۔ فراغت کے بعد وہ اسے مرد کو تھما دے جس سے وہ اپنی آلائش کو صاف کر سکے ۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں سمجھدار عورت کو چاہیئے کہ ایک الگ کپڑا فارغ رکھے جب اس کا شوہر مجامعت سے فارغ ہو جائے تو اسے اِسے تھما دے جس سے وہ اپنی صفائی کر سکے پھر عورت اپنی صفائی خود کرے۔ اگر ان کے کپڑوں میں جنابت

---

[1] المغنی لابن قدامہ،۷/۲۵۔ [2] حوالہ سابق۔

[3] حوالہ مذکور۔ [4] حوالہ سابق۔

[5] حوالہ مذکور۔ [6] حوالہ سابق۔

کا کوئی اثر نہ پہنچا ہو تو وہ ان کپڑوں میں نماز بھی پڑھ سکتے ہیں۔[1]

جماع ہی کے آداب سے یہ بات بھی متعلق ہے کہ آدمی اپنی بیویوں کو ایک مکان میں خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا ان کی مرضی کے بغیر نہ رکھے۔ اس لئے کہ یہ چیز ان کے ضرر کا باعث ہوگی۔ سوکنوں میں باہم دشمنی اور غیرت پہلے ہی سے موجود ہوتی ہے۔ انکی یکجائی ان کے درمیان لڑائی جھگڑے کا سبب بنے گی۔ اسی طرح شوہر جب ان میں سے کسی ایک کے پاس جائے گا تو دوسری اس کی آہٹ سنے گی۔ اس چیز کو وہ دیکھ بھی سکتی ہے۔ البتہ دونوں ساتھ رہنے کے لئے بخوشی رضامند ہوں تو یہ جائز ہے۔ اس لئے کہ یہ حق ان کا ہے تو انھیں اپنے حق سے دستبردار ہونے کی بھی اجازت ہے۔ اسی طرح اگر وہ دونوں شوہر کے ساتھ ایک لحاف میں سونے کے لئے تیار ہوں تو ایسا کرنا جائز ہے۔ لیکن اگر وہ دونوں اس کے لئے تیار ہوں کہ شوہر ایک سے مجامعت کرے اس طور پر کہ دوسری اسے دیکھتی رہے تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ طبیعت کی پستی، مزاج کی گراوٹ، اخلاق کی رذالت اور دنارت کا مظہر ہے اور حوصلہ مندی اور مروت کے خلاف ہے۔ اسی لئے اگر سوکنین اس کے لئے راضی اور آمادہ ہوں جب بھی ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔[2] مباشرت کے وقت عطر اور خوشبو کا استعمال بھی پسندیدہ ہے۔[3] مباشرت کے بعد مرد و عورت دونوں کے لئے حفظان صحت اور طبی پہلو سے پیشاب کر لینے کو مفید اور بہتر بتایا گیا ہے۔[4] بسا اوقات منی کا کوئی قطرہ پیشاب کی نالی میں اٹک کر سوزش پیدا کر سکتا ہے۔[5] مرد و عورت کے لئے اس کا دینی اور شرعی فائدہ اپنی جگہ ہے کہ اس کے بہانے سے شرمگاہ کی پاکی اور ملوث

---

[1] المغنی لابن قدامہ ۷/۲۶ [2] المغنی: ۷/۲۶، ۲۷۔

[3] الادب الدین للغزالی ۲/۱۸ اشمولہ لجواہر الغوالی من رسائل حجۃ الاسلام الغزالی بحوالہ۔

[4] قانون مباشرت / ، فیصل پبلیکیشنز، نئی دہلی ۱۹۹۰ء۔

[5] آداب مباشرت/۳۱، ۱۱۶ تا وہ ۱۹۹۲ء۔

حصے کی صفائی کا اہتمام ہو جاتا ہے۔ جو جیسا کہ تفصیل گزری، فراغت کے بعد وضو اور غسل کے ساتھ بجائے خود مطلوب اور پسندیدہ ہے۔ اسی طرح امکانی کمزوری سے بچنے کے مقصد سے مقاربت سے پہلے پیشاب کا شدید تقاضا نہ ہو تو خواہ مخواہ پیشاب نہ کرنا چاہیے[۱] البتہ عورت کے لئے عین قبل پیشاب کے بعد ٹھنڈے پانی سے استنجا بوجوہ مطلب ہے۔ اس سے اس کی شہوت میں اضافہ اور انزال میں جلدی ہوتی ہے۔ مزید اس سے فرج میں تنگی پیدا ہوتی جس کا زیادتی لذت کا موجب ہونا واضح ہے۔[۲] مزید اس عمل کے دوران بیوی کے پستان کو گدگدانے اور مسلنے کے ساتھ اسے چومنے اور چوسنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ آگے کی احتیاط ضروری ہے کہ عورت کا دودھ منھ میں جا کر حلق میں چلا جائے کہ ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے[۳]

۱۵۔ شب عروسی کے مخصوص آداب

جماع کے یہ عام آداب ہیں۔ اس کے علاوہ شب عروسی کے بعض مخصوص آداب ہیں جن کی حدیث میں تعلیم دی گئی ہے۔

۱۔ تواضع و دلداری

سہاگ رات کا پہلا ادب ہے کہ شوہر نئی دلہن کے ساتھ نرمی اور دلداری کا رویہ اختیار کرے اور اس کی علامت کے طور پر اس کی تواضع کے لئے کوئی مشروب یا کوئی شیرینی وغیرہ پیش کرے۔ حضرت عائشہؓ سے پہلی ملاقات میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طریقے پر عمل فرمایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالے سے دودھ خود پیا پھر اسے حضرت عائشہؓ کو پیش کیا۔ وہ شرمائیں تو حضرت اسماءؓ نے انھیں اس کے لئے آمادہ کیا۔ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو اس پیالے کو اپنی سہیلیوں اور اس موقع پر موجود دوسری خواتین کی خدمت

[illegible] [۲] حوالہ مذکور

میں پیش کرنے کو کہا۔[1]

اسوہ نبوی کی روشنی میں حالات کے لحاظ سے تواضع و دلداری کے متنوع دوسرے طریقے بھی اختیار کئے جا سکتے ہیں۔

۲۔ دلہن کے سر پر ہاتھ رکھنا اور اس کے لئے دعا کرنا

شب عروس کا دوسرا ادب یہ ہے کہ بیوی سے پہلی ملاقات میں شوہر اس کی پیشانی اور سر پر ہاتھ پھیرے۔ بسم اللہ پڑھے اور یہ دعا پڑھے۔

اللھم انی اسئلک خیرھا	مولیٰ میں تجھ سے اس کی بھلائی
وخیر ما جبلتھا علیہ، واعوذ بک	اور اس کے اندر تیری ودیعت کردہ تمام تر
من شرھا وشر ما جبلتھا	بھلائی کا طالب ہوں اور تجھ سے اس کی برائی
علیہ[2]	اور اس کے اندر تیری طرف سے ودیعت کردہ
	تمام تر برائی سے پناہ کا خواستگار ہوں۔

بعض دوسری چیزوں کے اہتمام کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نئی شادی کے موقع پر بیوی کے سر پر اس طرح ہاتھ پھیرنے اور یہ دعا پڑھنے کی تلقین کی ہے۔[3]

۳۔ نماز کا اہتمام

سہاگ رات کا تیسرا مخصوص ادب ہے کہ نئے دولہا دلہن دونوں مل کر دو رکعت نفل نماز پڑھیں۔ اس کے بعد دوسرے مشاغل میں مصروف ہوں۔ سلف سے اس کے ایک سے دو واقعات منقول ہیں۔ حضرت ابو سعید مولیٰ ابی اسید کو،

---

[1] مسند احمد: ۶/۴۳۸ھ۔ روایت کے دیگر طریقوں کے لئے ملاحظہ کیجئے آداب الزفاف للالبانی/۱۹۔

[2] ابوداؤد جلد ۱۔ کتاب النکاح، باب فی جامع النکاح، ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب ما یقول الرجل اذا دخلت علیہ اھلہ۔ ایضاً، رواہ البخاری فی "افعال العباد" بحوالہ آداب الزفاف/۲۰۔

[3] البانی حوالہ سابق۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت ابوذرؓ اور حضرت ابو حذیفہؓ کے رتبے کے صحابہ نے ان کی شادی کے موقع پر اس کی تلقین کی۔ دوسرا واقعہ حضرت ابو حریزؒ کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے سہاگ رات میں اس کی دوسری مصروفیات سے پہلے انھیں بھی دو رکعت نفل پڑھنے کی تاکید کی تھی۔[1]

۱۶۔ سہاگ رات کے دوسرے مسائل

شب عروسی کے ان مخصوص شرعی آداب میں سہاگ رات کو خوشگوار بنانے کے مقصد سے تمام ضروری باتیں جامع انداز میں کہہ دی گئی ہیں۔ لیکن عقل عام جدید جنسیات کے تجربات اور دین سے دور موجودہ مسلمان معاشرے کے حالات کے پیش نظر اس کے بعض دوسرے مسائل بھی سامنے آتے ہیں، جن کی کسی قدر مزید تفصیل اور توضیح کی ضرورت ہے۔

۱۔ عام نوجوانوں کی طرح نئے نئے شادی شدہ مسلمان نوجوان کے ہاں بھی عام طور پر سہاگ رات کا کل مصرف یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی نئی نویلی بیوی کے پردۂ بکارت hymen. کو توڑ دے اور اس کے حالات و مصالح کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے اس کے ساتھ مباشرت کے زیادہ سے زیادہ عمل کر کے عورت کے اوپر اپنی مردانگی کا رعب جمالے۔ جیسا کہ عام طور پر کہا بھی جاتا ہے، شادی شدہ زندگی آئندہ کیا رخ اختیار کرے گی اس کا تمام تر فیصلہ سہاگ رات میں ہو جاتا ہے۔ اگر پہلی رات برباد کر دی گئی اور وہ مباشرت سے خالی چلی گئی تو اس کا مطلب ہے کہ پوری ازدواجی زندگی داؤ پر لگا دی گئی۔ اگر پہلی رات خالی چلی گئی تو لڑکی کیا سوچے گی۔ شرمناک۔ وہ ہمیشہ کے لئے تمہارے اوپر حکومت کرنے لگے گی۔ اس لئے پے در پے مباشرت کے ذریعہ اسے پہلی ہی رات میں توڑ دینے کی ضرورت ہے جس سے کہ وہ تمہارے سامنے ہمیشہ کے لئے دبی رہے اور کبھی بھی آنکھ ملا کر بات کرنے کی ہمت نہ کر سکے۔ روایتی مسلمان

---

[1] بحوالہ آداب الزفاف/۲۱ تا ۲۳۔

معاشرے میں بسا اوقات لڑکا اپنی سسرال یعنی لڑکی کے گھر میں ہی اسے اس ظلم وستم کا نشانہ بناتا ہے۔ اگلے دن مشترک خاندان کے اژدہام میں لڑکی کی بھاوجیں اور سہیلیاں اس کی حالت زار پر اسے مزید تنگ کریں اور لڑکا اپنے ہمجولیوں میں فاتحانہ انداز میں اپنی کامیابیاں مزے لے کر بیان کرتا ہے۔

۲۔ سہاگ رات کا یہ بالکل بیجا اور یکسر غلط استعمال ہے، جو اس کے متعلق شریعت کے بیان کردہ اوپر کے آداب کے ہی خلاف نہیں، عقل عام اور عام جنسیات کے اصولوں کے بھی خلاف ہے۔ سہاگ رات میں ماحول کے تقاضے اور حالات کے جائزے سے اپنی نئی نویلی بیوی سے مباشرت و مجامعت ممنوع نہیں ہے، لیکن اس سے پہلے اسے پوری طرح سمجھنے، اسے مانوس کرنے اور اس کے لئے پوری طرح ہموار کرنے کی ضرورت ہے۔ سہاگ رات میں بوجوہ لڑکی کے ساتھ لڑکے کو بھی جھجک اور رکاوٹ ہو سکتی ہے۔ اس کو دور کرنے اور انسیت کو مکمل کرنے کے مقصد سے اس کی ایک دو راتوں کا بھی خالی چلا جانا کچھ حرج نہیں رکھتا۔ بلکہ بسا اوقات لڑکی کی عمر اور مزاج کی مناسبت سے ایسا کرنا ہی زیادہ بہتر اور مفید مطلب ہو سکتا ہے۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ لڑکا اس فطری جھجک کی وجہ سے پہلی رات میں اپنے کو مباشرت کے لئے پوری طرح آمادہ نہ پائے اور اس کے عضو میں مطلوبہ انتشار پیدا نہ ہو سکے، جدید جنسیات کی رو سے اس میں گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ بعد کی راتوں میں جبکہ میاں بیوی کی جھجک دور ہو جائے، لڑکے کی یہ کمی دور ہو کر اس کے لئے معمول کی مباشرت آسان ہو جاتی ہے۔ بیوی سلامت ہے تو راتیں بہت سی آئیں گی اور ان وقتوں میں شوہر کی مناسب کارکردگی عارضی غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے کافی ہوگی۔

۳۔ سہاگ رات کا تیسرا مسئلہ، جیسا کہ اشارہ گزرا، عورت کے پردہ بکارت hymem, کا ہے۔ جو شائد عام طور پر قدرت کی طرف سے، اس کے کنوارے پن کے مہر بند ہونے کی علامت ہے۔ نوجوان لڑکا فطری طور پر پہلی رات میں اس کے

ٹوٹنے کے لئے متجسس ہوتا ہے۔ پردۂ بکارت کا ٹوٹنا کچھ مشکل نہیں بشرطیکہ مباشرت کامل فرج میں صحیح نشانہ پر ہی کے ہاتھ کی ہلکی مدد سے ہو۔ اس کے لئے بہت زیادہ پرجوش ہونے کی ضرورت نہیں، ہلکا سا زور لگاتے ہی سے یہ آسانی سے ٹوٹ سکتا ہے۔ مزید سہولت کے لئے مناسب ہے کہ عورت کی دونوں رانیں بالکل علیحدہ، اس کے گھٹنے جھکے ہوئے اور سرین کے نیچے ایک موٹا تکیہ رکھ دیا گیا ہو۔ ایک بار کی کوشش سے اگر پردۂ بکارت نہ ٹوٹے تو پہلی رات میں اس مقصد سے بار بار کوشش مناسب نہیں ہے۔ اتفاقیہ اگلی رات میں بھی اگر یہ نہ ٹوٹے اور عورت کو شدید درد محسوس ہو تو لیڈی ڈاکٹر سے مشورہ کرنا چاہیئے۔ پردۂ بکارت دبیز ہو کر اس کے آپریشن کی ضرورت ہو سکتی ہے۔

پردۂ بکارت ٹوٹنے سے ہلکا سا خون آتا ہے جس سے معمول کے حالات میں عورت ایک خوش گوار راحت محسوس کرتی ہے۔ بعد میں یہ خود بخود بند ہو جاتا ہے۔ یہ اتفاقیہ ہے کہ خون بہت زیادہ آنے لگے۔ اس صورت میں نسوانی امراض کی ماہر ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہیئے۔ پردۂ بکارت کے سلسلے میں دوسری ضروری بات یہ کہ کسی لڑکی کے

لہ خیال رہے کہ عورت کا عضو مخصوصہ (فرج) جہاں مباشرت کے وقت مرد اپنا عضو تناسل داخل کرتا ہے، مردوں کے برعکس اس کے پیشاب کے راستے سے الگ ہوتا ہے۔ عورت کی ماہواری کا خون اسی راستے سے آتا ہے اور بچے کی پیدائش بھی اسی راستے سے ہوتی ہے۔ اس کے پیشاب کا راستہ عضو مخصوصہ کے تھوڑا اوپر ہوتا ہے جس کا سوراخ اس کے مقابلے میں کافی تنگ اور چھوٹا ہوتا ہے اور قدرت کی طرف سے اس کی بناوٹ کچھ اس طرح کی گئی ہے کہ پیشاب کی ایک بوند بھی عضو مخصوصہ کے راستے خارج نہیں ہوتی۔ ڈاکٹر کیول دھیر: سیکس تکنیک/۸۰،۸۹۔ نیز: سیکس نوجوانوں کے لئے/۴۱، نیز: ۱۱۹، ۱۲۰۔ ہمارے ہاں حضرات فقہا کے یہاں بھی اس کا تذکرہ کیا گیا ہے: مخرج الحیض والولد غیر مخرج البول، المغنی لابن قدامہ ۱/۱۶۰۔ (عورت کے حیض کے خون اور بچے کی نکاسی کا راستہ، اس کے پیشاب کے راستے سے الگ ہوتا ہے۔)

کنوارے اور باعصمت ہونے کی یہ ایک ہی لازمی دلیل نہیں۔ شوہر کی ملاقات سے پہلے کھیل کود یا کسی معمولی جھٹکے سے بھی یہ اس طرح ٹوٹ سکتا ہے کہ لڑکی کو اس کا پتہ بھی نہ ہو۔ بعض لڑکیوں میں یہ پیدائشی طور پر غیر موجود ہوتا ہے۔ اسی طرح بسا اوقات یہ اس قدر لچکدار ہوتا ہے کہ شدید ترین مجامعت کے باوجود بھی ٹوٹنے سے محفوظ رہتا ہے۔ یہاں تک کہ شاذ و نادر واقعات میں بچے کی پیدائش کے بعد بھی یہ موجود رہ سکتا ہے۔ ایسی ہی بعض صورتوں میں وہ استقرار حمل کے لئے مزاحم بھی ہو سکتا ہے، جس کے لئے اس کا آپریشن ضروری ہے۔ اکثر حالات میں پردۂ بکارت ٹوٹنے کی صورت میں اس جگہ درد ہو سکتا ہے۔ ایسی حالت میں مباشرت کی کثرت سے بچنا مناسب ہے۔

۴۔ شب عروسی کے سلسلے میں آخری بات یہ کہ عام طور پر نئی نویلی بیوی کی خواہش کے مطابق پہلی مباشرت مدھم روشنی یا اندھیرے میں ہی کرنا مناسب ہے۔ دوسری ضرورت عورت کی ہے کہ وہ غیر ضروری جھجک کو چھوڑ کر اپنے خاوند کو تعاون دے اور ذہنی و جسمانی طور پر اپنے آپ میں تناؤ کی حالت پیدا نہ کرے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی جگہ بے حس سے مس ہی نہ ہو اور شوہر کے انتہائی اچھے اور پر خلوص برتاؤ کے جواب میں بے جان گڑیا سی بنی رہے۔ عورت اس موقع پر اپنے کو جس قدر تناؤ کی حالت میں رکھے گی، مباشرت اس کے لئے اتنی ہی زیادہ مشکل اور تکلیف دہ ہوگی۔ چنانچہ جو لڑکیاں پہلی مباشرت کے دوران ہی اپنے شوہر کو بھرپور تعاون دیتی ہیں ایسی لڑکیاں کسی طرح کی تکلیف محسوس نہیں کرتیں۔ مزید سہولت کے لئے پہلی مباشرت کے وقت مرد کو اپنے عضو تناسل کے اگلے حصے پر جیلی ویزلین یا کوئی دوسری چکنی چیز لگا لینی چاہیئے۔ ساتھ ہی عورت کے عضو مخصوصہ کے اندر ان کا استعمال مزید آسانی اور سہولت کا باعث ہو سکتا ہے۔[1]

---

[1] مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ کیجئے "سیکس تکنیک" صفحات ۸۵ تا ۸۷ (باقی صفحہ آئندہ)

۱۷۔ ہنی مون کی حیثیت

سہاگ رات ہی سے متعلق، موجودہ حالات کے پس منظر میں، ایک مسئلہ ہنی مون کا ہے۔ نیا شادی شدہ جوڑا اپنی اس نئی زندگی کے ابتدائی یادگار ایام کو مزید خوشگواری اور بے تکلفی کے ماحول میں گزارنے کے لئے تاریخی اور پرفضا مقامات کی سیر کے لئے نکل جاتا ہے۔ اسلام بیجا تشدد اور سختی کو پسند نہیں کرتا اور حدود کی رعایت سے حلال چیزوں سے استفادہ پر قدغن اس کے مزاج کے خلاف ہے۔ اس لئے عام حالات میں جب کہ آدمی کے معاشی حالات اس کے متحمل ہوں اور اس کی وجہ سے کسی دوسرے اہم تر تقاضائے شرعی کے مجروح ہونے کا خطرہ نہ ہو، نئے شادی شدہ مسلمان جوڑے کے لئے اس ہنی مون کے منانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بلکہ بوجوہ اس کا پسندیدہ اور بہتر ہونا ہی قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ نئی شریک حیات کی تواضع و دلداری، جیسا کہ گزرا، ہر طرح سے مستحسن ہے، ہنی مون کی نئی روایت اس کی ایک بہت اچھی صورت ہے۔ خاص طور پر شادی کے ابتدائی ایام میں نامطلوب مشترکہ خاندانی نظام[۱] کے اژدہام اور بھیڑ بھاڑ سے بچنے کے نقطہ نظر سے اس کی پسندیدگی اور مطلوبیت مزید بڑھ جاتی ہے۔ عبرت و نصیحت کے مقصد سے یوں بھی قرآن نے زمین میں چلنے پھرنے کا حکم دیا ہے[۲]۔ اور مشاہدۂ آثار الٰہی کے نیک جذبے سے سیر و سیاحت کو مسلمان مردوں ہی نہیں[۳] مسلمان عورتوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سیکس نوجوانوں کے لئے، صفحات ۱۷۴ تا ۲۰۲۔ نیز: Sex Education for Teenagers. P. 60-63.

۱؎ اسلام کے نقطہ نظر سے مشترکہ خاندانی نظام کی دوسری خرابیوں کی تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے ہمارا رسالہ "مشترکہ خاندانی نظام اور اسلام" مطبوعہ ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ۔ طبع دوم ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۲ء۔ نظر ثانی شدہ۔

۲؎ انعام: ۱۱، نمل: ۳۶، نمل: ۶۹، عنکبوت: ۲۰، روم: ۴۲ وغیرہ دیگر آیات۔

۳؎ توبہ: ۱۱۲۔

کی بھی ایک مستقل صفت[۱] قرار دی ہے۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ نیا شادی شدہ مسلمان جوڑا ہنی مون کی اپنی اس سیاحت میں جنس Sex کی لذتوں سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ عبرت و نصیحت شناسی کے پاکیزہ جذبات کو بھی اس میں شامل نہ کر سکے۔ شادی کے فوری بعد کا زمانہ جب کہ جسم میں قوت اور بچوں کی پرورش کی ذمہ داریوں سے فراغت ہوتی ہے، اس مقصد سے ہر لحاظ سے موزوں اور مناسب ہے۔

البتہ ہنی مون کے اس زمانہ کو جیسا کہ کہا گیا ہے[۲] اصلاً نئے شادی شدہ جوڑے کو ایک دوسرے کو سمجھنے اور بعد کی مستقل ازدواجی زندگی کو سازگار بنانے کے ذریعہ کے طور پر استعمال کرنا چاہیئے۔ نوجوانی کے جوش میں اس انتہائی اور بے تکلفی کے ماحول کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے بے اعتدال مباشرت اور مجامعت کی کثرت جو بسا اوقات نئی نویلی دلہن کے لیئے ناگوار اور اذیت کا باعث ہوکر، اس کے ایک مستقل ادب، بیوی کے ساتھ حسن معاشرت، جیسا کہ اس کی

---

[۱] تحریم: ۶۔ ان دونوں آیات کریمہ میں بہ ترتیب 'السائحون' اور 'السائحات' کی تفسیر روزہ دار اور مہاجر (تفسیر جلالین/۷۶۱، ۵۲۷۔ تفسیر ابن کثیر: ۲/۳۹۲، نیز ۴/۳۹۰۔ سے کی گئی ہے۔ لیکن سچ یہ ہے کہ یہ اس اصطلاحی لفظ کا صرف ایک پہلو ہے۔ سیاحت کا اصل مدلول طاعت و عبادت اور پاک و بلند دینی مقاصد کے لئے سیر و سفر ہی ہے۔ مزید تفصیل کے لئے مفاتیح الغیب: ۴/۵۲۲، ۵۲۳۔ تدبر قرآن: ۳/۲۲۵ تا ۲۲۷۔ انجمن خدام القرآن، لاہور ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء تفہیم القرآن: ۲/۲۴۰۔ مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، بار ہفتم ۱۹۷۵ء۔ صاحب ترجمان القرآن مولانا ابوالکلام آزادؒ بھی 'سیاحت' کی اسی تفسیر کی ترجیح کے قائل ہیں اور اس مصطلح قرآنی کی ان تفسیر دیدنی ہے جس سے بہت سے شکوک و شبہات رفع ہو جاتے ہیں۔ ترجمان القرآن: ۲/۳۵۰، ۳۵۲۔ ساہتیہ اکادمی نئی دہلی۔ طبع اول ۱۹۹۸ء۔

[۲] Sex Education for Teenagers. P. 63.

تفصیل گزری، کے خلاف ہو، یا جنس Sex میں ایسا توغل کہ اس کے پیچھے دیوانہ ہو کر نماز و تلاوت اور ذکر و اذکار اور دیگر شرعی تقاضوں اور ذمہ داریوں سے غفلت ہو جائے، کوئی بھی مسلمان نیا شادی شدہ جوڑا، جس کا دل اللہ کی یاد سے معمور اور حقیقتِ دین سے آشنا ہو، ہنی مون کے اس زمانہ میں اس سے ان کوتاہیوں اور بے اعتدالیوں کی توقع نہیں کی جاتی ہے۔ شادی کے بعد خلوتِ صحیحہ[1] کے بعد چونکہ مرد کی طرف سے حسب حیثیت ولیمہ سنت یا واجب[2] ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نئے شادی شدہ جوڑے کی ہنی مون کے مقصد سے روانگی اس کے بعد ہو۔ جس سے کہ خواہ مخواہ کے لئے ولیمہ کی سنت التوا کا شکار نہ ہو۔

۱۸۔ زن وشوئی رازوں کی افشار کی حرمت

سہاگ رات کا آخری ادب ہے کہ شادی شدہ جوڑے کو اپنے خاص زن وشوئی معاملات کو دوسروں کے سامنے افشا کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید خدری رض کی روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان من اشر الناس عند اللہ منزلۃ یوم القیامۃ الرجل یفضی الی امرأتہ وتفضی الیہ ثم ینشر سرھا۔[3]	قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس شخص کا درجہ سب سے بدتر ہوگا جو خلوت میں اپنی عورت کے پاس پہنچے اور وہ اس کے پاس پہنچے پھر وہ اس کے راز کو ان کے ان کے سامنے کھولتا پھرے۔

حدیث میں مرد کی طرف سے عورت کے راز کو کھولنے کی جو بات کہی گئی ہے وہ

---

[1] شوہر کی بیوی سے تنہائی کی ایسی ملاقات جہاں خاص زن وشوئی تعلق کے لئے کوئی مانع نہ ہو۔ شوہر کی طرف سے بیوی سے ایسی ملاقات کے بعد ہی ولیمہ سنت یا واجب ہے۔

[2] المغنی لابن قدامہ ۷/۲۱۱۔

[3] صحیح مسلم جلد ۴۔ کتاب النکاح، باب تحریم افشار سر المرأۃ۔

بطورِ مثال کے ہے۔ اس لئے کہ عام طور پر اس کا ارتکاب اسی کی طرف سے ہوتا ہے۔ عورت اپنی بڑھی ہوئی حیا کے پیشِ نظر اس کا اظہار کم ہی کرتی ہے، اگر اس کی طرف سے بھی اس کا اظہار ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے[1]۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری حدیث میں اس کی صراحت بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مرد و عورت کو ایسی شیطانیہ سے تشبیہ دی ہے جس کی راستے میں کسی شیطان سے ملاقات ہوا اور وہ اس سے اپنی ضرورت پوری کرے دریں حالیکہ لوگ ہر طرف سے اسے دیکھ رہے ہوں[2]۔

۱۹۔ مباشرت کے جائز طریقے

شوہر اپنی بیوی سے اس کے آگے کے راستے میں مباشرت کن صورتوں سے کر سکتا ہے، اوپر 'جماع کی ہیئت' کے زیرِ عنوان اس کی کسی قدر تفصیل کی جا چکی ہے لیکن اس کے سلسلے میں قرآن و سنت کی تصریحات اور علمائے امت کی ان کی تشریحات کی روشنی میں اس کے جائز طریقوں کی دوسری مختلف و متنوع صورتیں بھی سامنے آتی ہیں، جن کی اس موقع پر وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے۔ شوہر و بیوی اپنے حالات و مصالح کی رعایت سے باہمی رضامندی سے افزائشِ نسل اور تسکینِ جنس کے نکاح کے دوگونہ مقاصد کی تکمیل کرتے ہوئے، قرآن و سنت کے دائرے میں رہ کر بلا جھجک اور بے خوف و خطر مباشرت و مجامعت کی ان تمام متنوع صورتوں سے جائز طور پر لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ مباشرت کے جائز طریقوں کے بیان کی دستوری آیت کریمہ:

---

[1] نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار: ۶/۱۹۹۔

[2] ابوداؤد جلد ۱۔ کتاب النکاح باب مایکرہ من ذکر الرجل مایکون من اصابتہ اہلہ، مسند احمد: ۲/۵۴۱۔ مزید تفصیل کے لئے ہمارا کتابچہ 'جنسی تعلیم کا مسئلہ اور اسلام'، اسٹوڈنٹس اسلامک پبلیکیشنز، نئی دہلی ۱۹۸۹ء

نسآءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم (بقرۃ: ۲۲۳)

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں تو تم اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ۔

کی تفسیر میں اپنی بیوی سے آگے کے راستے میں مباشرت و مجامعت کی مختلف صورتوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ آیت پاک کے ٹکڑے 'فاتوا حرثکم انی شئتم' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

(فاتوا حرثکم انی شئتم) قائمۃ وقاعدۃ ومقبلۃ ومدبرۃ فی صمام واحد لا تعدوا ذالک الی غیرہ۔[1]

(تو تم اپنی کھیتی میں جیسے چاہو آؤ) یعنی کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر اور آگے کی سمت سے اور پیچھے کی سمت سے (لیکن صرف) انکی شرمگاہوں میں اس سے ہٹ کر کہیں اور کی اجازت نہیں ہے۔

جلالین میں ہے

(فاتوا حرثکم انی شئتم) کیف شئتم من قیام وقعود و اضطجاع واقبال وادبار۔[2]

(تو تم اپنی کھیتی میں آؤ جیسے چاہو) یعنی کہ جیسے چاہو کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر اور لیٹ کر اور آگے کی سمت سے اور پیچھے کی سمت سے۔

قاضی شوکانیؒ صاحب فتح القدیر کا بخاری، اہل سنن اور دیگر کی معرفت حضرت جابرؓ کی مشہور روایت کے حوالہ سے کہنا ہے:

(فاتوا حرثکم انی شئتم) ان شاء مجبیۃ وان شاء غیر مجبیۃ، غیر ان ذلک فی صمام واحد۔[3]

(تو تم اپنی کھیتی میں جیسے چاہو آؤ) یعنی کہ چاہے تو اس کے پیچھے کی سمت سے جب کہ وہ گھٹنے کے بل یا اوندھے منہ ہو یا اس سے بدلی صورت سے، البتہ یہ سب کچھ ایک ہی سوراخ

---

[1] تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۲۶۲۔ [2] تفسیر الجلالین/ ۷۴۔

[3] فتح القدیر: ۱/ ۲۲۷، دار المعرفۃ، بیروت۔ خیال رہے کہ اس موقع پر قاضی شوکانی نے دونوں جگہ بڑی ح باب افتعال سے 'محتبیۃ'، 'احتباء' کا اسم فاعل استعمال کئے ہیں۔ مزید غالباً طباعت کی (باقی صفحہ آئندہ)

میں ہو سکتا ہے۔

آیتِ کریمہ کی ان تفسیروں کے علاوہ اس کے شانِ نزول کے حوالہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر ارشادات و توضیحات سے اس آزادی کی مزید تفصیلات سامنے آتی ہیں۔ اس سلسلے میں حضرت جابر اور حضرت فاروق اعظمؓ کی روایات اس سے قبل گزر چکی ہیں جس کا خلاصہ یہ کہ آیتِ کریمہ کے بموجب آدمی کے لئے اپنی بیوی کے پاس آگے کے راستے میں پیچھے کی سمت سے آنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جب کہ یہود کے یہاں اسے بُرا سمجھا جاتا تھا اور اس کے ساتھ اس وہم کا رشتہ جوڑا جاتا تھا کہ اندریں صورت آدمی کی ہونے والی اولاد بھینگی (احول) پیدا ہوتی ہے[1]۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی روایت سے اس کے پس منظر کے مزید گوشے سامنے آتے ہیں۔ جس کا حاصل یہ کہ مدینہ کے انصار اپنی عورتوں کو اوندھا منھ کرکے پیچھے کی سمت سے ان کے پاس آنا پسند نہیں کرتے تھے دریں حالیکہ یہود کا ماننا تھا کہ جو کوئی اپنی عورت کے پاس پیچھے کی سمت سے آئے گا تو اس کے ہونے والی اولاد بھینگی (احول) پیدا ہوگی: ان الانصار کانوا لا یجبون[2] النساء وکانت الیھود تقول انہ من جبّیٰ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) غلطی سے آخری ٹکڑا 'غیر ذلک ان' ہے ہم نے غیر ان ذلک، اصل کو بحال کر دیا ہے۔

[1] زیر عنوان: حالت حیض اور پیچھے کے راستے میں مباشرت کی ممانعت۔

[2] مسند احمد: ۶/۳۰۵، مرویات ام سلمہؓ میں یہ اسی طرح 'لا' کے ساتھ بڑی ح باب افعال یا تفعیل سے یُحَبُّوْنَ یا یُحَبِّبُوْنَ ہے۔ اسی طرح آگے: مَن جَبّیٰ ج باب تفعیل 'تجبیہ' سے ماضی مطلق ہے۔ حافظ ابن کثیر نے مسند کی اس روایت کو 'لا' کے بغیر ان الانصار کانوا یحبون النساء الخ نقل کیا ہے جس نے بہت پریشان کیا۔ اسی طرح آگے یہود کے بیان میں مسند کے 'جبی' ج باب تفعیل سے 'تجبیہ' کے بجائے بڑی ح باب افعال سے 'احبی' ہے۔ تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۶۱ اس کو نسخے کا اختلاف مانا جائے تو پہلے 'لا' کے بغیر 'یحبون' کا طباعت یا مصنف کا سہو ہونا اغلب ہے۔ تعجب ہے کہ اس کے اختصار کنندہ جناب صابونی صاحب نے اس سہو کو جوں کا توں برقرار رکھا۔ مختصر تفسیر ابن کثیر: ۱/۱۹۷، دار القرآن الکریم بیروت ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء طبع سادسہ (منقحہ) اور اصل مسند احمد (باقی صفحہ آئندہ)

امرأته کان ولده احول، توجب ایسا ہوا کہ مہاجرین کا مدینہ آنا ہوا اور ان کی شادیاں انصار کی عورتوں میں ہوئیں تو اپنی پسند اور عادت کے لحاظ سے انھوں نے ان کے پاس پیچھے کی سمت سے بھی آنا چاہا، فجبوھن[1]، تو ایک خاتون نے اپنے شوہر کی بات ماننے سے انکار کیا اور کہا کہ جب تک میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی بابت معلوم نہ کر لوں تم کو اس کی اجازت نہیں ہو سکتی۔ یہ خاتون حضرت ام سلمہؓ کے پاس آئیں اور ان سے اپنے معاملے کی تفصیل بیان کی جس پر انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے تک ان سے بیٹھنے کو کہا۔ تشریف لانے پر ان انصاری خاتون کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست دریافت کرنے میں حیا رمانع آئی چنانچہ وہ باہر چلی گئیں۔ اب جناب ام سلمہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے معاملے کی تفصیل بیان کی۔ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلانے کو کہا۔ وہ بلا کر لائی گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:
'نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم' (تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں تو تم اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ)۔ البتہ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اضافہ فرمایا۔
صماما واحدا[2] لیکن یہ بس ایک ہی سوراخ میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) بن حنبل کی مراجعت کے بغیر محض تفسیر کے متن سے اس کے اجمالی حوالہ پر اکتفا کیا۔

[1] اصل مسند میں یہاں بھی 'جَبَّوْهُنَّ' جیم باب تفعیل سے ہے۔ جب کہ تفسیر ابن کثیر میں بڑی ح باب تفعیل سے 'فَحَبَّوْهُنَّ' اور اس کے اختصار میں اس سے بھی مختلف بڑی ح باب افعال سے 'فَاَحْبَوْهُنَّ' ہے۔ دیکھیے: تفسیر ابن کثیر اور اس کا اختصار، محولہ بالا۔

[2] مسند احمد: ۶/۳۰۵، ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی دوسری نسبتاً مختصر روایت میں انصار و مہاجرین دونوں کے لئے جیم اور ح کے کسی فرق کے بجائے ج باب تفعیل سے 'تجبیہ' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں: وکان المھاجرون یُجَبُّوْنَ وکانت الانصار لا تُجَبِّیْ الخ مسند احمد: ۶/ (باقی صفحہ آئندہ)

ہو سکتا ہے۔

دوسرے موقع پر حضرت ام سلمہؓ کی یہ روایت مجمل ہے کہ ایک خاتون نے ان سے اس کی بابت دریافت کیا کہ کوئی مرد اپنی عورت کے پاس اس کو اوندھا کر کے پیچھے کی سمت سے اس کے پاس آئے تو اس کا کیا حکم ہے: عن ام سلمۃؓ ان امرأۃ سالتھا عن الرجل یاتی امرأتہ مجبیۃ،[۱] جناب ام سلمہؓ نے اس کی بابت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا تو اس کے جواب میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت بالا کی تلاوت فرمائی۔ اس وضاحت کے ساتھ کہ ہاں مگر ہر حال میں ایسا ایک ہی سوراخ میں ہو سکتا ہے: فقال نساء کم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم صماماً واحداً۔[۲]

حضرت ام سلمہؓ کی یہ روایت مسند احمد اور ترمذی کی ہے۔ ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں اس کے بعض دوسرے پہلوؤں کی وضاحت ہے۔ اس کے مطابق مدینہ کے انصار جو بت پرست لوگ تھے ان کا خلا ملا یہود کے ساتھ تھا جو اہل کتاب تھے۔ یہ لوگ فطری طور پر علم کے معاملے میں ان کو اپنے سے بڑا سمجھتے تھے اور بہت سارے معاملات میں انہی کے طرزِ عمل کی پیروی کرتے تھے، اہل کتاب کا معاملہ تھا کہ وہ اپنی عورتوں کے پاس سمٹ سمٹا کر ایک کنارے ہی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ۲۱۸۔ جس سے تفسیر ابن کثیر اور اس کے محولہ اختصار کی انصار کی نسبت سے ، لا کے بغیر روایت کا غیر درست ہونا مزید واضح ہے۔ تفسیر ابن کثیر اور اس کا صابونی اختصار، حوالہ سابق۔

[۱] مسند احمد میں تو یہاں بھی جیم باب تفعیل سے 'مجبیۃ' ہی ہے۔ جب کہ قاضی شوکانی نے احمد کے ساتھ ابن ابی شیبہ، دارمی اور ترمذی کے حوالے سے بجائے 'مجبیۃ' جیم باب تفعیل کے بڑی ح باب تفعیل سے 'تحبیۃ' لکھا ہے: انما سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض نساء الانصار عن التحبیۃ الخ۔ فتح القدیر ۱/۲۲۸، محولہ بالا۔

[۲] مسند احمد: ۶/۲۱۰۔

سے آتے تھے جس سے کہ ناگزیر حد سے ذرا بھی زائد عورت کی بے ستری نہ ہو سکے۔ انصار لوگ بھی اس معاملے میں انہی کے پیرو کار تھے جب کہ:

وکان ھٰذا الحی من قریش	قریش لوگ اپنی عورتوں کو بہت
یشرحون النساء شرحا منکرا و	بری طرح کھولتے تھے اور آگے پیچھے اور چت
یتلذذون منھن مقبلات و	لٹا کر متنوع ہیئتوں سے ان سے لطف اندوز
مدبرات ومستلقیات۔	ہوتے تھے۔

توجب مہاجرین کا مدینہ آنا ہوا تو ان میں سے کسی شخص کی شادی انصاری خاتون سے ہوئی تو اپنے اسی انداز سے انھوں نے ان سے معاملہ سرانجام دینا چاہا جس پر وہ تیار نہیں ہوئیں۔ ان کا اصرار تھا کہ ہمارے یہاں تو بس بچ بچا کر ایک کنارے ہی سے آنے کا معمول رہا ہے تو تم کو بھی اسی کی اجازت ہو سکتی ہے۔ ورنہ صاف بات یہ ہے کہ تم کو مجھ سے دور رہنا چاہئے۔ اس معاملے نے جب نازک صورت اختیار کرلی تو اس کی اطلاع رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی، اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ نازل فرمائی 'نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم'، جس کا مطلب ہے۔

ای مقبلات ومدبرات	آگے سے، پیچھے سے اور چت لیٹے حالت
ومستلقیات یعنی بذٰلک موضع	میں لیکن ارشاد باری کا ہر حال میں مطلب
الولد۔[۱]	بچے کی پیدائش کی جگہ (شرمگاہ) ہی سے ہے۔

مرد کے لئے اپنی بیوی سے مباشرت ومجامعت کی آزادی کی ان روایات

---

[۱] ابوداؤد جلد ۱۔ کتاب النکاح، باب فی جامع النکاح، قال الحافظ ابن کثیر: تفرد بہ ابوداؤد ولکن یشھد لہ بالصحۃ ما تقدم من الاحادیث۔ تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۶۱۔ قاضی شوکانی کے یہاں اس روایت کے سلسلے میں ابوداؤد کے علاوہ دارمی، ابن جریر، ابن المنذر، طبرانی، سنن بیہقی اور حاکم کا حوالہ ہے۔ جب کہ حاکم نے اس کی تصحیح بھی کی ہے۔ والحاکم وصححہ۔ فتح القدیر: ۱/۲۲۸۔

میں ج باب تفعیل سے 'تجبیہ' کے علاوہ بڑی ح باب افعال، تفعیل اور افتعال سے 'احبا'، 'تحبیہ' اور 'احتبا' سے 'مجبیۃ'، 'مجبیۃ' اور 'محتبیۃ' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ج باب تفعیل سے 'تجبیہ' کے سلسلے میں امام مسلم کے روایت کردہ:

ان شاء مجبیۃ وان شاء غیر مجبیۃ [1]	چاہے تو پیچھے کی سمت اور چاہے تو اس سے مختلف ہیئت سے۔

کے حوالے سے امام نووی کی یہ تشریح اس سے قبل گزر چکی ہے:

ففیہ اباحۃ وطیھا فی قبلھا ان شاء من بین یدیھا وان شاء من ورائھا وان شاء مکبوبۃ واما الدبر فلیس ھو بحرث ولا موضع زرع [2]	تو اس سے عورت کے آگے کے راستے میں مباشرت کا جواز نکلتا ہے چاہے تو اس کے آگے کی سمت سے یا چاہے تو اس کے پیچھے سے یا چاہے تو اس طرح کہ وہ منھ کے بل اوندھی ہو۔ البتہ پیچھے کے راستے کا اس سے کچھ لینا دینا نہیں اس لئے کہ وہ نہ کھیتی ہے نہ کاشت کی جگہ۔

بڑی 'ح' سے 'احبا' یا 'تحبیہ' کی اصل 'حبو' کے معنی امام جزری نے یہ بیان کئے ہیں:

الحبو ان یمشی علی یدیہ ورکبتیہ او استہ [3]	'حبو' کا مطلب ہے کہ آدمی اپنے دونوں ہاتھ کے بل یا گھٹنوں کے بل، یا سرین کے بل چلے

جب کہ 'ج' باب تفعیل سے 'تجبیہ' کے سلسلے میں ان کا کہنا ہے:

---

[1] صحیح مسلم جلد ۴۔ کتاب النکاح، باب جواز جماع امرأتہ فی قبلھا من قدامھا ومن ورائھا من غیر تعرض للدبر، مصر۔

[2] شرح نووی للمسلم مع المسلم: ۱/۴۶۳۔ اصح المطابع دھلی۔

[3] النھایۃ فی غریب الحدیث: ۱/۱۹۹۔

اصل التجبية ان يقوم الانسان قيام الراكع وقيل هو ان يضع يديه على ركبتيه وهو قائم۔[1]

'تجبیہ' کی اصل یہ کہ آدمی رکوع کے مانند کھڑا ہو، دوسری بات یہ کہی گئی ہے کہ وہ دونوں ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھے درں حالیکہ وہ کھڑے ہونے کی حالت میں ہو۔

اسی موقع پر حضرت جابرؓ کی مشہور حدیث: 'کانت الیھود تقول اذا نکح الرجل امراته مُجَبِّيَةً جاء الولد احول' کے ٹکڑے 'مجبیۃ' کی تشریح میں فرماتے ہیں:

أي مكبة على وجهها تشبيها بهيئة السجود۔[2]

یعنی کہ اپنے منہ کے بل اوندھی ہوئی جیسے کہ سجدے کی حالت میں ہوتا ہے۔

یہ تو رہا 'مجبیۃ' کا معاملہ صحیح مسلمؒ کے اسی کے ساتھ دوسرے ٹکڑے 'غیر مجبیۃ' کی تشریح اس کے مصری ایڈیشن کے مصحح اور محشی علامہ ذہنیؒ فرماتے ہیں:

وان شاء غير مجبية هذا يشمل الاستلقاء والاضطجاع والتجبية وهي كونها كالساجدة۔[3]

اور چاہے تو پیچھے کی سمت سے مختلف ہیئت میں 'غیر مجبیۃ' اس میں چت لیٹنا کروٹ لیٹنا اسی طرح ایک اور ہیئت 'تجبیہ' شامل ہے جس کا مطلب ہے کہ عورت اس طرح ہو جیسے کہ وہ سجدے کی حالت میں ہوتی ہے۔

مسند امام ابو حنیفہؒ میں اسی موقع کے لئے ایک دوسرا لفظ 'جنب' سے 'مجبنۃ' کا آیا ہے۔ اسی موقع پر ام المومنین حضرت حفصہؓ کی روایت کے الفاظ ہیں:

عن حفصة زوج النبي

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت حفصہؓ

---

[1] النہایہ: ۱/۱۳۳۔

[2] حوالہ سابق۔

[3] شرح ذہنی للمسلم علی ہامش المسلم: ۴/۵۶، عامرہ، مصر۔

صلی اللہ علیہ وسلم ان امرأۃ أتتھا مستغیثۃ، فقالت: ان زوجی یاتینی مُجْنِبَۃً، فبلغہ تکرھہ فبلغ ذالک الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فقال: لا باس اذا کان فی صمام واحد۔[1]

سے روایت ہے کہ ایک خاتون ان کے پاس فریاد لے کر آئیں۔ ان کی شکایت تھی کہ ان کے شوہر ان کو پہلو کے بل لٹا کر مباشرت کرتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ ان کے معاملے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیا جائے جسے وہ سخت ناپسند کرتی ہیں۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی یا پہنچائی گئی۔ جس پر آپ کا جواب تھا کہ اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ بات ایک سوراخ تک محدود رہے۔

اس روایت میں 'مجنبۃ' م کے پیش اور نون بلا تشدید کے زیر باب افعال سے اسم فاعل یا م کے پیش اور با تشدید نون کے زبر کے ساتھ باب تفعیل سے اسم مفعول ہے۔ جس کی تشریح کرتے ہوئے مسند ابی حنیفہ کے شارح ملا علی قاری حنفیؒ فرماتے ہیں:

(مجنبۃ) ای حال کونی علی جنبی۔[2]

'مجنبۃ' یعنی کہ دریں حالیکہ میں پہلو کے بل ہوتی ہوں۔

آیت کریمہ کی اوپر کی تفسیر اور اس سے متعلق روایات بالا میں اگے پیچھے،

---

[1] مسند امام ابی حنیفہ / ۵۵۱، بیروت ۱۴۰۵ھ۔

[2] شرح مسند ابی حنیفہ ملا علی قاری علی المسند، محولہ بالا۔ حافظ ابن کثیر نے مسند کی اس روایت کے جو الفاظ نقل کئے ہیں اس میں 'مجنبۃ' کے بجائے 'مجبیۃ' کے متعلق ٹکڑے کے علاوہ بھی فرق ہے:۔ ان زوجی یاتینی مجبیۃ ومستقبلۃ فکرھتہ (میرے شوہر مجھ سے پیچھے اور آگے دونوں سمتوں سے مجامعت کرتے ہیں جسے میں ناپسند کرتی ہوں) اسی طرح یہاں مسند کے سلسلۂ اسناد کے ناموں سے بھی اختلاف ہے۔ تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۲۶۱۔

کھڑے، بیٹھے، چیت پٹ، قریب رکوع اور سجدے کی حالت میں اور کروٹ کی صورت وغیرہ اپنی بیوی اور منکوحہ سے مباشرت و مجامعت کی وہ مختلف، متعدد اور متنوع صورتیں سامنے آتی ہیں کہ بلاشک وشبہ آج کی ترقی یافتہ جنسیات Sexology کی بھی شاید ان تک رسائی نہیں ہے۔ ضمناً اس سے شان نزول قرآن کی صحیح حقیقت سامنے آتی ہے کہ ایک آیت کریمہ کا اطلاق وانطباق جن متعدد و متنوع واقعات پر ہو سکے وہ سب اس کے دائرے میں شامل ہوتے ہیں اور ہر ایک کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ آیت کریمہ اس موقع کے لئے نازل ہوئی۔

مباشرت کے مختلف اور متنوع طریقوں کو اصطلاح میں 'آسن' کہا جاتا ہے۔ جنسیات پر قدیم ہندوستانی کتابوں اور کوک شاستروں میں مباشرت کے چوراسی مختلف آسنوں یا طریقوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن ڈاکٹر کیول دھیر کے بقول چار چھ آسنوں کو چھوڑ کر ان میں سب کے سب فضول اور بہتیرے ناممکن العمل ہیں۔ ڈاکٹر موصوف نے اپنے کلینک میں جنسی مشورے اور علاج و معالجہ کے لئے آنے والے زندگی کے ہر طبقے کے لوگوں کے ایک وسیع جائزے کے بعد مباشرت کے کل چھ آسنوں کو ممکن اور قابل عمل بتایا ہے[۱]۔ ان میں بھی زیادہ رائج اور زیادہ استعمال میں آنے والے آسن، صرف دو ہیں۔ ان چھ آسنوں کی تفصیل ہے۔

(۱) عورت نیچے اور مرد اوپر کی حالت میں (۲) عورت اور مرد پہلو بہ پہلو کی حالت میں (۳) مرد نیچے اور عورت اوپر کی حالت میں (۴) عورت اور مرد لگ بھگ کھڑے رہنے کی حالت میں (۵) عورت اور مرد آگے پیچھے کی حالت میں اور (۶) عورت اور مرد بیٹھنے کی حالت میں[۲]۔ ڈاکٹر موصوف کے بقول ان چھ آسنوں میں بھی پہلا اور دوسرا طریقہ ہی زیادہ مقبول اور رائج ہے[۳]۔

۱ـہ ڈاکٹر کیول دھیر سیکس تکنیک/۱۹۵۔ شمع بک ڈپو، نئی دہلی۔

۲ـہ حوالہ سابق/۱۹۹ ۳ـہ حوالہ مذکور۔ مصنف نے اس (باقی صفحہ آئندہ)

ان "آسنوں" میں تیسرے آسن یعنی کہ مرد نیچے اور عورت اوپر کی حالت میں اس کے سلسلے میں ہم جماع کی ہیئت کی بحث میں بتا چکے ہیں کہ اسلام کے نقطۂ نظر سے یہ بالکلیہ حرام اور قابلِ تعزیر تو نہیں لیکن قرآن و سنت کی تصریحات اور ان کے اشارات کے یہ خلاف ہے۔ اور طبی لحاظ سے بھی مختلف پہلوؤں سے یہ نقصاندہ ہے۔ اوپر ہم نے آیت زیر بحث کی جو تفسیر اور اس کے شان نزول کی تفصیل بیان کی ہے، اس سے مباشرت کے جو مختلف آسن سامنے آتے ہیں وہ ڈاکٹر کیول دھیر کے بیان کردہ ان آسنوں پر اضافہ ہیں۔ اور یہ سب کے سب قابل تجربہ اور ممکن العمل ہیں۔ ان سب کو ملا دیا جائے تو مباشرت کے مختلف اسلامی آسن یہ بنتے ہیں:

(۱) عورت کھڑی ہو اور مرد بھی کھڑا ہو (۲) عورت بیٹھی ہو اور مرد بھی بیٹھا ہو (۳) عورت بیٹھی ہو اور مرد کھڑا ہو۔ (۴) عورت لیٹی ہو اور مرد آگے کے راستے میں آگے سے مباشرت کرے۔ (۵) عورت لیٹی ہو اور مرد پیچھے کی سمت سے آگے کے راستے میں مباشرت کرے۔ (۶) عورت کروٹ لیٹی ہو اور مرد بیٹھکر اس سے مباشرت کرے۔ (۷) عورت کروٹ لیٹی ہو اور مرد بھی کروٹ ہی کی حالت میں پیچھے کی سمت سے آگے کے راستے میں مباشرت کرے (۸) عورت چت لیٹی اور مرد کروٹ ہو، اور آگے کے راستے میں آگے کی سمت سے مباشرت کرے۔ (۹) عورت قریب رکوع کی ہیئت میں ہو اور مرد پیچھے کی سمت سے آگے کے راستے میں مباشرت کرے۔ (۱۰) عورت قریب سجدے کی حالت میں ہو اور مرد پیچھے کی سمت سے آگے کے راستے میں مباشرت کرے۔ (۱۱) عورت رکوع اور سجدے دونوں کی بیچ کی حالت میں ہو اور مرد آگے کے راستے میں پیچھے کی سمت سے مباشرت کرے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) موقع پر ان آسنوں کے سلسلے میں دوسری تفصیلات بھی پیش کی ہیں۔ شائقین ملاحظہ کریں۔ حوالہ سابق صفحات ۱۹۱ تا ۲۰۶۔

آیتِ کریمہ:۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ — تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں تو تم

فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ (البقرۃ: ۲۲۳) — اپنی کھیتی میں آؤ جس طرح چاہو۔

کے عموم میں مباشرت کے یہ سبھی طریقے اور آسن اس میں داخل ہیں۔ مرد اپنی شریک حیات سے حسبِ منشا ان میں جس صورت کا چاہے اپنے لئے انتخاب کرسکتا ہے۔ اور ان میں جس طریقے سے چاہے اپنی بیوی سے مباشرت کرسکتا ہے۔ البتہ جیسا کہ ڈاکٹر کیول دھیر نے کہا ہے مباشرت کے اسلامی آسنوں میں بھی چوتھا، پانچواں اور چھٹا آسن ہی زیادہ مقبول آسان اور قابلِ عمل ہے۔ خاص طور پر چوتھا طریقہ یعنی کہ عورت چت لیٹی ہو اور مرد آگے سے آگے کے راستے میں مباشرت کرے، جیسا کہ ڈاکٹر کیول دھیر نے بھی کہا ہے مباشرت کا یہ طریقہ عورت کے لئے سب سے زیادہ مبنی بر سہولت ہے اور اسے زیادہ جنسی تسکین عطا کرنے والا ہے۔ اسی صورت میں وہ جنسی عمل میں زیادہ سرگرمی سے حصے سکتی ہے[۱]۔ اسلام کے نقطۂ نظر سے بھی مباشرت کا یہی طریقہ سب سے افضل اور قابلِ ترجیح معلوم ہوتا ہے۔ اسلام کے نزدیک عورت کی جنسی تسکین اس کا بنیادی حق ہے۔ عورت کو جو بھرپور جنسی تسکین مباشرت کی اس صورت میں حاصل ہوتی ہے وہ دوسری کسی صورت میں حاصل نہیں ہوتی۔

اس کے علاوہ مباشرت کے وقت بے ستری اور بے حجابی سے اجتناب کی تاکید کی گئی ہے۔ جس کی تفصیل اس سے قبل گزر چکی ہے، اس کا زیادہ سے زیادہ لحاظ بھی مباشرت کی اسی ہیئت میں ہوسکتا ہے۔ دوسری تمام صورتوں میں برہنگی اور بے حجابی کا اوسط اس سے بہت بڑھ جاتا ہے۔ مباشرت کی اسی ہیئت میں شوہر اور بیوی دونوں ایک دوسرے کی شرمگاہوں کو دیکھے بغیر پوری دلچسپی اور سرگرمی کے ساتھ جنسی عمل سے لطف اندوز ہوسکتے ہیں۔ جب کہ اس سلسلے میں آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ

---

[۱] سیکس تکنیک/۱۹۷، ۱۹۸۔ نیز: سیکس نوجوانوں کے لئے/۲۳۔

تفصیل گزر چکی ہے کہ طرفین میں سے کسی نے کبھی بھی ایک دوسرے کی شرمگاہوں کو نہیں دیکھا۔

اسلام میں بیجا تشدد اور سختی کوئی اچھی چیز نہیں ہے۔ مسلمان مرد اور عورت مباشرت کے مذکورہ آسنوں میں سے حسب دل خواہ جس طریقے کو چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔ لیکن اس تفصیل کے پیش نظر مباشرت کا سب سے اولیٰ اور افضل طریقہ یہی چوتھا اسلامی آسن معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ قرآن و سنت کے زیادہ سے زیادہ اشارات مباشرت کے اسی آسن کے حق میں ہیں۔ مباشرت کے دوسرے طریقے تنوع کے لئے ہیں اور تنوع کبھی کبھار ہی اچھا ہوتا ہے۔ عورت کے ساتھ حسن سلوک کا بھی تقاضا ہے کہ اس کے ساتھ مباشرت کا وہی طریقہ اختیار کیا جائے جو اس کے لئے زیادہ سے زیادہ قابل ترجیح مبنی بر سہولت اور اسے پوری طرح جنسی آسودگی اور جنسی تسکین عطا کرنے والا ہو۔ جیسا کہ ماہرین نے کہا ہے خاص طور سے نئے شادی شدہ جوڑوں کے لئے مباشرت کا یہی طریقہ سب سے بہتر اور مفید ہے۔ مباشرت کے دوسرے مختلف اور متنوع طریقوں کے لئے تجربہ کی ضرورت ہے اور تجربہ کے لئے وقت درکار ہوتا ہے۔[1]

۱۹۶۔۲۰ دوران حمل مباشرت کا مسئلہ:

جماع کے آداب میں اب ایک مسئلہ صرف دوران حمل مباشرت کا رہ جاتا ہے۔ قرآن و سنت میں حمل کے دوران اپنی بیوی سے مباشرت و مجامعت کی ممانعت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس لئے عام حالات میں یہ جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اصلاً یہ مسئلہ طبی اور نفسیاتی ہے جس کی بنیاد عقل عام اور مشاہدے اور تجربہ پر ہے۔ اسلام کا رجحان عام طور پر جب کہ اس کا کسی نص شرعی سے ٹکراؤ نہ ہوتا ہو، عقل و تجربے کی ایسی باتوں کو تسلیم کرنے کا ہے۔ سلف صالح کے رویے سے بھی اس

---

[1] سیکس نوجوانوں کے لئے/ ۲۰۵۔

کی تائید ہوتی ہے، جس کی بعض مثالیں پچھلے صفحات میں گزر چکی ہیں۔[1]

اپنے طبی اثرات کے لحاظ سے دوران حمل مباشرت کے نو مہینوں کو تین تین مہینوں کے تین وقفوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ابتدائی تین مہینوں میں مجامعت کی بالکل ممانعت تو نہیں، البتہ اس کے وقفہ کو نسبتہً بڑھا دینے کو بہتر سمجھا گیا ہے۔ ساتھ ہی عام دنوں کے مقابلے میں اس عرصے میں اس عمل میں مقابلۃً نرمی اور سہولت کا لحاظ رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اس احتیاط کو ملحوظ نہ رکھنے کی صورت میں عورت کو اسقاط ہو سکتا ہے۔ خاص طور پر اس سے پچھلے حمل میں اگر اس عرصے میں اسے اسقاط ہو چکا ہو تو اور بھی احتیاط کی ضرورت ہے۔

حمل کی دوسری سہ ماہی یعنی اس کی وسطی مدت میں مباشرت کی وجہ سے اسقاط کا امکان کافی کم ہوتا ہے۔ البتہ اس مدت میں بھی مجامعت کے وقفہ کو نسبتہً طویل رکھنا بہتر ہے۔ ساتھ ہی اس عمل میں نرمی اور سہولت کا لحاظ بھی اتنا ہی مناسب ہے۔

حمل کی تیسری سہ ماہی یعنی ساتویں سے نویں مہینے کے عرصے میں البتہ مباشرت کے وقفے کو مزید طویل کر دینے کی ضرورت ہے۔ اسی نسبت سے اس عمل میں نرمی اور آہستگی کا لحاظ بھی ضروری ہے، جس سے کہ عورت کے پیٹ پر دباؤ کم سے کم پڑے۔ اسی لیے اس عرصہ میں مباشرت کی یہ ہیئت زیادہ بہتر سمجھی گئی ہے کہ عورت اس طرح لیٹی ہو کہ مرد اس کے آگے کے راستے میں پیچھے کی سمت سے آسکے جس سے کہ اس کے پیڑو پر دباؤ کے کم کرنے میں مدد ملے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آخری سہ ماہی میں بہت سی عورتوں کی مباشرت کی خواہش نسبتہً بڑھ جاتی ہے۔

---

[1] اس کی بعض دوسری مثالوں کے لیے ملاحظہ ہو ہمارے رسالے "کمسنی کی شادی اور اسلام" کا عنوان "کمسن لڑکی سے مجامعت مرد کے لیے نقصان دہ ہے"، مطبوعہ مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، بار اول دسمبر ۱۹۹۰ء۔

البتہ ایسی صورت میں جب کہ مباشرت سے عورت کے پیٹ یا بچہ دانی میں تیز درد محسوس ہوتا ہو، یا بچہ دانی سے خون جانا شروع ہو جائے، یا وضع حمل کی صریح علامات ظاہر ہونے لگیں، ایسی صورت میں مباشرت سے لازمی طور پر بچنا ضروری ہے۔
خلاصہ یہ کہ حمل کے دوران جنسی عمل کو نہ تو بالکلیہ موقوف کر دینا مناسب ہے، نہ تو اس کا حد سے تجاوز اور غیر محتاط ہونا بہتر ہے۔ یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ حمل کا زمانہ ایسا ہوتا ہے کہ اس میں عورت لطف و محبت کی کچھ زیادہ ہی طلبگار ہوتی ہے، اس لئے اسے جنسی لطف و راحت سے بالکل محروم نہ کرنا چاہیئے۔[1]

دوسرا پہلو عام نفسیات اور اخلاق کا ہے، جس کی اہمیت شریعت کے نزدیک اس کے طبی پہلو سے کم نہیں ہے۔ معلوم ہے کہ دورانِ حمل، ماں جن کیفیات سے دوچار ہوتی ہے، جنین پر اس کا خاطر خواہ اثر پڑتا ہے۔ کسی وجہ سے وہ چڑچڑے پن کا شکار ہو یا غیر معمولی صدمے سے دوچار ہو جائے تو بچے پر اس کے غیر معمولی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اسی پر قیاس کر کے ماں باپ کی غیر معتدل جنسی کیفیات کا نامناسب نفسیاتی اثر جنین پر پڑے تو یہ عین قرین قیاس ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ خاص طور پر حمل کے آخری تین، چار مہینوں میں زوجین کو مباشرت و مجامعت سے زیادہ سے زیادہ بچنے کی ضرورت ہے اور اگر اس کے بغیر چارہ نہ ہو تو اس عمل میں زیادہ سے زیادہ نرمی اور شائستگی کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے۔ ہندوستان جیسے ملکوں میں جہاں اس نقصان سے بچنے کی سب سے آسان صورت تعدد ازواج Polygamy.

---

[1] Sex Education for Teenagers. P. 59. محولہ بالا

[2] ہمارے علم میں ہے۔ ایک بدنصیب نوجوان ماں اپنے دوسرے حمل کے دوران اس کے آخری قریبی دنوں میں اپنے جوان شوہر کے ایکسیڈنٹ کے حادثہ میں وفات کے شدید صدمے سے دوچار ہوئی تو ہونے والا بچہ دل کا مریض پیدا ہوا جب کہ عام حالات میں مالی اطمینان اور والدین کی اچھی صحت کے پیشِ نظر اس کی توقع نہ تھی۔

سے بھی دورہ کر یک زوجگی Monogamy. پر ہی اکتفا کرنا زیادہ مناسب اور بہتر ہے ۔حمل کے آخری تین چار مہینوں میں مرد کے لئے صبر اور ضبط نفس سے کام لینا ہی مسئلہ کا سب سے آسان حل معلوم ہوتا ہے ۔جہاں اس کا یارا نہ ہو تو پاکی قلب و نظر کی پامالی کے بڑے نقصان سے بچنے کے لئے جنین کو اس ذہنی اور نفسیاتی نقصان کو انگیز کیا جائے ۔اس پاک جذبے کی شمولیت سے مولیٰ کریم کی ذات سے امید ہے کہ وہ ہونے والی اولاد کو اس کے ممکنہ اخلاقی اور ذہنی نقصانات سے محفوظ رکھنے کا سامان کرے گی ۔

ہندو قوم کی سادہ لوح اکثریت میں خاص کر دوران حمل کے آخری مہینوں میں مباشرت سے بالکلیہ اجتناب اس لئے برتا جاتا ہے کہ ہونے والا بچہ لڑکی ہونے کی صورت میں 'پاپ' ہوگا، تو یہ اس قوم کا وہم ہے جس کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں ہے ۔ جنین جب تک ماں کے پیٹ میں ہے، اس کا جز ہے ۔اس عرصہ میں شوہر و بیوی کے معمول کے جنسی تعلق میں اس پہلو سے اس کے ہاں اخلاقی نقصان کا کوئی تصور نہیں ہے ۔

اسلام میں نکاح کے مقاصد

اسلام، جنس Sex کو جو تقدس اور پاکی عطا کرتا ہے، ساتھ ہی اسے جس انقلابیت سے ہم کنار کرتا ہے، اس کے اندازہ کے لئے ہمیں اسلام میں نکاح اور شادی کے مقاصد پر ایک نظر ڈالنی چاہیئے۔ موجودہ دور میں انسان جنس Sex کے معاملے میں جو بے اعتدالی کا شکار ہو رہا ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ شادی اور نکاح کے ہمہ جہت مقاصد اس کی نگاہ سے اوجھل ہو گئے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک انتہا تو وہ تھی جس کا پرچار پانچویں صدی عیسوی میں سینٹ آگسٹائن Saint Augustine. نے کیا۔ جس نے اپنی تحریروں میں روح اور جسم Spirit & flesh کی لڑائی میں جنس Sex. کو جسم flesh. کا مظہر قرار دیتے ہوئے اسے بذات خود گناہ سے پُر Sinful قرار دیا۔ ایسا گناہ جو بچہ پیدا کرنے کی ناگزیر صورت میں ہی معاف کیا جا سکتا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ جنسی عمل Sex act. ایک حیوانی خواہش animal lust. کی صورت میں روحانیت کے منافی ہے۔ چنانچہ اس کے مطابق ایسے اصول و ضوابط وضع کرنے کی سخت ضرورت ہے کہ جو ایک جوڑے کی اس کی انجام دہی کے معاملے میں زیادہ سے زیادہ ہمت شکنی کر سکیں۔ جب کہ معلوم ہے کہ یورپ کی ایک ہزار سالہ سوچ پر شادی اور خاندانی زندگی کے سلسلے میں سینٹ آگسٹائن کی دینیات کا بھرپور تسلط رہا ہے۔[1]

Melvin L Defleur etc Sociology: Human Society. IInd Ed. P.445. U.S.A. 1976.

مسیحیت کا اصل وارث اور جانشین رومن کیتھولک چرچ آج بھی اسی اعتقاد کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے ہے۔[1] دوسری انتہا آج کے جدید یورپ کی ہے جس نے جنس Sex. کے پیچھے اپنا سب کچھ بھلا دیا ہے۔ چنانچہ وہ زندگی میں بے قید و بے مہار جنسی زندگی کا قائل ہے۔ شادی سے پہلے کی زندگی ہو یا شادی کے بعد کی، آدمی کے لئے جنس کے معاملے میں کسی قسم کی پابندی اور قدغن کا کوئی سوال نہیں ہے۔ سینٹ آگسٹائن اگر صرف بچہ کی ضرورت سے جنس کے دروازے کو کسی طرح کھولنے کا قائل تھا تو دورِ جدید کے مفکرین اس کے برعکس جنس کی بحث میں بچے کی پیدائش کو بالکل آخری کنارے پر بلکہ اس سے بھی بہت پیچھے ڈالے ہوئے ہیں۔ بحث کا سارا زور اس پر ہے کہ جنس برائے جنس ہی جنس کا اصل مقصود ہے۔ لطف و لذت کے حیوانی جذبے کی تسکین کے سوا، اس سے پرے اس کا کوئی دوسرا مقصود اور حاصل نہیں ہے۔ ترقی یافتہ مانع حمل تدابیر نے جو بچے کی پیدائش کے خطرے کو ٹال دیا ہے تو شادی بیاہ کے جھنجھٹ سے بالکل آزاد ہو کر صرف جسمانی لطف و مسرت کے حصول کے جذبے سے جنس Sex. کے دریا میں

---

[1] رومن کیتھولک عیسائی فرقہ کے روحانی مرکز ویٹکن نے راہبوں اور راہباؤں کی حیثیت سے کلیسا عملہ میں شمولیت کے امیدوار افراد کو تلقین کی ہے کہ اگر وہ جنسی خواہش اور شہوانی جذبہ پر قابو نہ رکھ سکیں جس سے ان کی مجرد و پاک دامن رہنے کی قسم ٹوٹ جاتی ہے تو انھیں "مذہبی زندگی" سے دور ہی رہنا چاہیئے۔ یہ آگاہی ویٹکن کی جاری کردہ ۔۔ صفحات پر مشتمل اس دستاویز میں دی گئی ہے جس میں مستقبل میں پادریوں اور راہباؤں اور کلیسائی زندگی گزارنے والے دوسرے افراد کے لئے وضع کئے گئے ضابطۂ اخلاق کی تفصیلات دی گئی ہیں۔ دستاویز کی مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: قومی آواز، نئی دہلی ۵، ۲ مارچ ۱۹۹۰ء مطابق ۱۰ ر شعبان ۱۴۱۰ھ خبر بعنوان: کلیسائی زندگی کے لئے جنسی خواہشات کو کچلنا ضروری۔ تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے بلکہ آج یورپ میں مسیحی کلیسا عملی طور پر سخت ترین جنسی بے اعتدالیوں کا شکار ہے۔ یہاں تک کہ امریکہ و کناڈا کے بہت سارے کلیسا انتہائی پستیوں میں آکر خلاف فطرت جنسی حرکتوں کے مراکز میں تبدیل ہو گئے ہیں۔ جہاں نو عمر لڑکوں کو اپنی شہوت کا نشانہ بنایا جاتا اور ان کا جنسی استحصال کیا جاتا ہے۔ باب اول میں اس کی تفصیلات دیکھی جا سکتی ہیں۔

مدہوش پڑے رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ شادی سے پہلے جنسی بے راہ روی پر تو یورپ بہت پہلے سے مطمئن تھا، نئے حالات میں قبل از ازدواج جنسی اباحیت کے فلسفہ کو اس نے بڑے اطمینان اور شرح صدر کے ساتھ اپنے سینے سے لگایا ہے، جیسا کہ اس سے پہلے اس کی تفصیل پیش کی جا چکی ہے۔

خدائی رہنمائی سے ہٹ کر انسان زندگی میں کبھی شاہراہ اعتدال کو پانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یہ اسی محرومی کا نتیجہ ہے جو نکاح اور شادی کے مطلوبہ مقاصد کو صحیح طور پر نہ سمجھ کر وہ جنس Sex, کے مسئلہ میں مثالی گمراہی اور بے اعتدالی سے دوچار ہوا ہے۔ اسلام نے زندگی کے دوسرے تمام مسائل کی طرح نکاح اور شادی کے ہمہ جہتی مقاصد کی تشریح و تفصیل کر کے انسانی زندگی کے اہم ترین مسئلہ جنس کا وہ معتدل و متوازن حل پیش کیا ہے، جس سے راہ صواب روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے اور بے اعتدالی و گمراہی کے دھندلکے یکسر کافور ہو جاتے ہیں۔

اسلام میں نکاح کے ضمنی اور ثانوی مقاصد یوں تو بہت سے ہیں[1]۔ لیکن بنیادی اور جوہری طور پر اس کے مقاصد دو ہیں۔ اور دوسرے تمام مقاصد کسی نہ کسی طرح انہی کی طرف راجع ہوتے ہیں۔ نکاح کے یہ جوہری دو مقاصد ہیں (۱) بقائے نسل اور (۲) تسکین جنس۔ ذیل میں ہم ان مقاصد کی تفصیل پیش کرتے ہیں۔

۱۔ بقائے نسل

اسلام میں نکاح کا اولین اور اہم ترین مقصد نسل انسانی کی بقا ہے۔ آج کا انسان شیطان کے دھوکے میں آ کر کامیاب مانع حمل تدابیر کے ذریعہ نسل انسانی کی اپنی تحدید کے کارنامے پر بغلیں بجا رہا ہے۔ لیکن انسان کا سارا نشہ اتر جائے اگر وہ چشم تصور میں اس حقیقت کو لا سکے کہ نظام قدرت کی طرف سے زیادہ نہیں صرف دو سو سال کے لئے انسانی مادۂ تولید غیر بار آور infertile. ہو جائے تو دنیا کا کیا نقشہ ہو گا اور اس جہان رنگ و بو پر ویرانے اور سناٹے کا کیا سماں ہو گا؟ آخر انسانی وجود ہی تو اس دنیا کا گل سرسبد ہے اور اسی کے دم قدم

---

[1] نکاح کے ان مختلف و متنوع مقاصد کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: احیاء علوم الدین: ۲/۲۲ تا ۲۳۔

سے اس چمن کی ساری بہار ہے۔ محض جنس سے لطف اندوز ہونے کے حیوانی جذبے کو اس کی آخری حد تک پہنچا دیا جائے تو آخرت سے پہلے دنیا ہی میں تباہی انسان کے سامنے منہ کھولے کھڑی ہو۔ اسلام بجائے خود جنس Sex سے لطف اندوز ہونے کو غلط نہیں سمجھتا، بلکہ جیسا کہ اشارہ گزرا اور آگے اس کی تفصیل آتی ہے، اسلام میں نکاح کے دوگونہ مقاصد میں یہ اس کا دوسرا اہم ترین مقصد ہے۔ لیکن اہم ترین اور اولین طور پر اسلام میں شادی اور نکاح کا مقصود بقائے نسل ہے۔ اس کی تصریح سورۂ نساء کی آیت کریمہ میں ہے جس کا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کے خطبہ میں التزام فرماتے تھے[1]۔ مسلمان معاشرے کا آج تک اس سنّت سے التزام اسی طرح ہے۔ نکاح کا خطبہ آیت کریمہ کی تلاوت سے خالی نہیں ہوتا:

یایھا الناس اتقوا	اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے
ربکم الذی خلقکم من	تم کو ایک جان (آدم ؑ) سے پیدا کیا اور اسی کی
نفس واحدۃ وخلق منھا	جنس سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں کے ذریعہ
زوجھا وبث منھما رجالا	بہت سارے مردوں اور عورتوں کو پھیلا دیا۔
کثیرا ونساء واتقوا اللہ	اللہ سے ڈرو اور رحمی رشتوں کا لحاظ رکھو جس کے
الذی تساءلون بہ و	واسطے سے تم آپس میں ایک دوسرے سے اپنے
الارحام ان اللہ کان	حقوق کا مطالبہ کرتے ہو بے شک اللہ تم پر
علیکم رقیبا ○ (نساء: ۱)	نگہبان ہے۔

اس آیت کریمہ میں پہلے انسانی جوڑے آدم و حوا کے حوالہ سے بالواسطہ طور پر مقصد نکاح کو واشگاف کر دیا گیا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلے انسانی جوڑے سے بے شمار مردوں اور عورتوں کو پیدا کر کے دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک بکھیر دیا، خدا تعالیٰ

---

[1] ابوداؤد جلد ۱۔ کتاب النکاح، باب فی خطبۃ النکاح، ترمذی جلد ۱۔ ابواب النکاح، باب ماجاء فی خطبۃ النکاح، سنن الدارمی علی ھامش المنتقی، کتاب النکاح، باب فی خطبۃ النکاح، نسائی جلد ۲۔ کتاب النکاح، باب ما یستحب من الکلام عند النکاح۔

چاہتا ہے کہ اسی طرح نکاح کی سنت سے نسل انسانی کی بقاء اور اس کی افزائش کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے۔ آبادی پھیلے، انسانیت کا قافلہ آگے بڑھے اور دنیا کے جو خطے اب تک غیر آباد یا کم آباد ہیں ان کی آبادی کا سامان کیا جائے۔ سورہ بقرہ کی دستوری آیت کریمہ جو اسلام کے مطلوبہ جنسی تعلق کی اولین ترجمان ہے۔ اس میں بھی نکاح اور شادی کے اس بنیادی اور جوہری مقصود کی وضاحت صاف لفظوں میں کر دی گئی ہے:

نساءکم حرث لکم	تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں تو تم اپنی
فاتوا حرثکم انی شئتم	کھیتی میں آؤ جب اور جس طرح چاہو۔ اور (اس
وقدموا لانفسکم	کے ذریعہ) آگے (اپنی دین و دنیا کی بھلائی) کا سامان
(بقرۃ: ۲۲۳)	کرو۔

"وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ" اپنے لئے آگے کا سامان کرو، کے ٹکڑے میں بنیادی طور پر یہی بات کہی گئی ہے شادی کے نتیجے میں استوار ہونے والے جنسی تعلق کو محض حیوانیت کا آئینہ دار نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ فی الحقیقت اس کا سب سے بڑا مقصود یہی ہے کہ آدمی اپنے مستقبل کا سامان کرے اور اولاد کے ذریعہ آئندہ نسل انسانی کی بقا کی صورت نکالے۔ جس میں دنیا میں اپنے مستقبل کو بنانے کے ساتھ آخرت کے مستقبل کو روشن کرنے کا سامان بھی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف اور متعدد احادیث کی رو سے اولاد کمسنی میں انتقال کر جائے تو آدمی کے لئے آخرت کا توشہ بنتی ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے اس کے لئے جنت کی راہ آسان ہوتی ہے۔[1]

سورہ اعراف کی آیت کریمہ جس کا حوالہ اس سے پہلے گزرا اس میں بھی نکاح اور جنسی تعلق کے اس اولین مقصود کو کھول دیا گیا ہے:

ھو الذی خلقکم	اللہ ہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے
من نفس واحدۃ وجعل	پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا

---

[1] احیا علوم الدین: ۲/۲۶، ۲۷۔

منها زوجها ليسكن اليها	تاکہ اس کے ساتھ مل کر اس کو سکون واطمینان
فلما تغشاها حملت	حاصل ہو۔ تو جب مرد عورت کے اوپر چھاتا ہے تو وہ
حملا خفيفا فمرت به	ہلکے طور پر زیر بار ہو جاتی ہے پھر وہ اس بوجھ کو
(الاعراف: ۱۸۹)	لئے پھرتی ہے۔

آیت کریمہ کی رو سے نکاح اور شادی کے ذریعہ حاصل ہونے والے جنسی تعلق کی اصل غرض وغایت اور اس کا اولین اور اہم ترین مقصد اولاد کی پیدائش اور انسانی نسل کی بقا رہے۔ محض لذت کوشی اور حیوانی داعیہ کی تسکین جنس Sex. سے اسلام کا مقصود نہیں ہے۔ جنس کا سب سے اہم اور مہتم بالشان وظیفہ اولاد کی پیدائش ہے جس سے نسل انسانی کی مسلسل اور لگاتار بقا کا سامان کیا جا سکے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں اسلام میں نکاح اور شادی دوسرے لفظوں میں جائز جنسی تعلق کے اس اولین مقصود کو مزید کھول دیا گیا ہے۔ سنن ابوداؤد اور نسائی کی روایت ہے۔ حضرت معقل بن یسار راوی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور فرمایا کہ مجھے ایک خاتون مل رہی ہیں جو خوبصورت بھی ہیں اور ان کا خاندان بھی بہت اونچا ہے۔ بس یہی ہے کہ ان کے اولاد نہیں ہوتی ہے۔ تو کیا مجھے ان سے شادی کی اجازت ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ دوسری بار بھی وہ اپنی یہ عرض لے کر خدمت میں آئے تو دوبارہ آپ نے انھیں منع فرما دیا۔ پھر اسی مقصد سے جب وہ تیسری بار آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا؛

تزوجوا الودود	زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے دینے
الولود فانی مکاثر بکم[1]	والی عورت سے شادی کرو۔ اس لئے کہ تم لوگوں کے ذریعہ (روز قیامت) میں کثرت تعداد کا مظاہرہ کروں گا۔

---

[1] ابوداؤد جلد ۲ کتاب النکاح، باب فی تزویج الابکار۔ سنن نسائی جلد ۲۔ کتاب النکاح، باب کراھیۃ تزویج العقیم۔

اسلام میں شادی اور نکاح کے مقصود کی بحث میں یہ حدیث پاک کی بڑی اہمیت کی حامل ہے جس سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں نکاح اور شادی کا اصل مقصود بقائے نسل ہی نہیں بلکہ کثرت اولاد اور افزائش نسل ہے۔ اسلام میں شادی اور نکاح کی جیسی کچھ ترغیب دی گئی ہے معلوم ہے قرآن معاشرے کے ذمہ دار افراد کو خطاب کر کے کہتا ہے کہ ان کے درمیان کوئی مسلمان مرد، عورت بے نکاح نہ رہنے پائے۔ خدا کے فضل و انعام پر بھروسہ کرتے ہوئے اس سلسلے میں معاشی ناہمواریوں کو بھی بہت زیادہ آڑے نہیں آنے دینا چاہیے[1]۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نوجوانوں کی جماعت کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ ان میں سے جو بھی نکاح کے تقاضوں کو پورا کر سکتے ہوں وہ شادی میں ہرگز ہرگز دیر نہ کریں[2]۔ حدیث زیر بحث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بھی آگے اس عورت سے شادی کا حکم دیتے ہیں جس کے متعلق قرائن سے معلوم ہو کہ وہ کثرت اولاد کا ذریعہ بنے گی۔ جس سے امت کی تعداد میں اضافہ ہوگا۔ نکاح کا یہ مقصود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں میں اتنی اہمیت کا حامل ہے کہ اس کے مقابلے میں حسن و جمال اور خاندانی وجاہت وغیرہ کے ترجیحی اعتبارات کو بھی آپ ناقابل التفات قرار دیتے ہیں۔ آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جو وجہ بتائی ہے اس سے اسلام میں نکاح اور شادی دوسرے لفظوں میں جنسی تعلق کے روحانی پہلو کی نشاندہی ہوتی ہے۔ جنسی تعلق کے ذریعہ حاصل ہونے والی اولاد آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اضافہ کا موجب ہے۔ قیامت کے روز رسول خدا

---

[1] نور: ۳۲ [2] بخاری جلد ۲۔ کتاب النکاح، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج الخ۔ مسلم جلد ۱۔ کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت الیہ نفسہ ووجد مؤنہ الخ۔ ابوداؤد جلد ۱۔ کتاب النکاح، باب التحریض علی النکاح۔ ترمذی جلد ۱، ابواب النکاح، بدون باب۔ نسائی جلد ۲۔ کتاب النکاح، باب الحث علی النکاح، ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب فضل النکاح۔ نیز سنن الدارمی، کتاب النکاح، باب من کان عندہ طول فلیتزوج۔

صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کی بڑھی ہوئی تعداد کے ذریعہ دوسرے تمام نبیوں کی امتیوں کے مقابلہ میں فخر و مباہات سے کام لیں گے۔ اور اپنے متبعین کی غیر معمولی کثرت سے پوری انبیائی جماعت میں آپؐ کا سر سب سے اونچا ہوگا۔ ضمناً حدیث پاک سے اسلام میں بیوہ کے نکاح کی ترغیب ملتی ہے۔ جن دوسرے قرائن سے کسی عورت کے بارے میں یہ اندازہ ہو سکتا ہو کہ اس سے زیادہ اولاد ہوگی، اس میں عورت کی ماں اور اس کی دوسری قریب کی رشتہ کی عورتوں کے اس وصف و خصوصیت کے علاوہ، اس کا سب سے واضح اور نمایاں قرینہ یہ ہے کہ اس سے پہلے اس کی شادی ہو چکی ہو اور پہلے شوہر سے اس کی زیادہ اولاد سامنے موجود ہو۔ عمدہ صحت اور جوانی کثرت اولاد کے دو مستقل قرینے اپنی جگہ ہیں۔ جن کے ہوتے غالب احوال میں کسی عورت سے زیادہ اولاد کی توقع کی جاتی ہے[1]۔ یہ حدیث دوسرے طریقوں سے بھی مروی ہے۔ حضرت انسؓ کی روایت میں 'قیامت کے دن' کی صراحت ہے:

تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم یوم القیامۃ[2]	زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے دینے والی عورت سے شادی کرو اس لئے کہ قیامت کے دن میں تم لوگوں کے ذریعہ اپنی کثرت تعداد کا مظاہرہ کروں گا۔

بیہقی کے یہاں اس مضمون کی دوسری روایت بھی:

خیر نسائکم الولود الودود[3]	تمہاری عورتوں میں بہترین عورت وہ ہے جو زیادہ بچے دینے والی اور زیادہ محبت کرنیوالی ہے

---

[1] احیاء علوم الدین: ۲/۴۱۔

[2] روایت انس بن مالک، اخرجہ ابن حبان بحوالہ فتح الباری: ۹/۸۸۔

[3] احیاء علوم الدین: ۲/۲۶۔ قال العراقی اخرجہ البیہقی من حدیث ابن ابی اُذینۃ الصدفی، وقال البیہقی: وروی باسناد صحیح عن سعید بن یسار مرسلاً۔ المغنی مع الاحیاء، حوالہ سابق۔

دوسری روایت میں مطلق نکاح کی ترغیب کے ساتھ اس فخر و مباہات کا تذکرہ ہے:

انکحوا فانی مکاثر بکم[1]	نکاح کرو اس لئے کہ تمہارے ذریعہ (روز قیامت) میں اپنی کثرت تعداد کا مظاہرہ کروں گا۔
تزوجوا فانی مکاثر بکم الامم ولا تکونوا کرھبانیۃ النصاری۔[2]	شادی کرو اس لئے کہ قیامت کے دن) تمہارے ذریعہ دوسری امتوں کے مقابلہ میں میں اپنی کثرت تعداد کا مظاہرہ کروں گا۔ اور نصاری کے رہبانیت والے طریقے کی پیروی مت کرو۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی بلاغات سے ہے جسے امام شافعیؒ نے نقل کیا ہے۔ اس کے الفاظ میں 'تناکحوا' ہے جس سے مطلق نکاح ہی نہیں نکاح کی کثرت کا مفہوم نکلتا ہے:

تناکحوا تکاثروا فانی اباھی بکم الامم۔[3]	شادیاں کرو اور اپنی نسل کو خوب بڑھاؤ اس لئے کہ (قیامت کے روز) میں تمہارے ذریعہ دوسری امتوں کے مقابلہ میں میں اپنے سر کو اونچا کروں گا۔

اسلام میں شادی اور نکاح کا یہ وہ مقصود اعظم ہے جس پر حضرات اجلہ صحابہؓ عمل پیرا تھے۔ صحابہ کی پوری جماعت میں حضرت علیؓ کا زہد و ورع اپنی مثال آپ ہے۔ اس کے باوجود آپ کے چار بیویاں اور سترہ باندیاں تھیں[4]۔ حکیم امت حضرت عمرؓ نے بھی کثرت سے نکاح

---

[1] ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب تزویج الحرائر والولود۔

[2] بیہقی من حدیث ابی امامۃ، فتح الباری: ۹/۸۸۔ قال الارنؤط: حدیث صحیح، ولہ شاھد من حدیث انس بن مالک عند احمد: ۱۵۸۴۴، ۳/۱۵۸، وسندہ حسن وصححہ ابن حبان۔ زاد المعاد: ۴/۲۵۰۔

[3] ذکرہ الشافعی بلاغا عن ابن عمرؓ، فتح الباری: ۹/۸۸ [4] احیاء علوم الدین: ۲/۲۳۔

کئے۔ اور ہر موقع پر یہی فرمایا:

ما اتزوج الا لاجل الولد[1]	میں جو شادی کرتا ہوں تو محض اولاد کی خواہش سے ایسا کرتا ہوں۔

ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے تو یہاں تک فرما دیا:

خیر ھذہ الامۃ اکثرھا نساء[2]	اس امت کے بہترین لوگ وہ ہیں جو زیادہ عورتیں رکھنے والے ہوں۔

---

[1] احیاء علوم الدین ۲/۲۲۔ [2] بخاری جلد ۲ کتاب النکاح، باب کثرۃ النکاح۔ اعلام الموقعین کے مراجع اور تعلیق نگار طٰہٰ عبدالرؤف سعد نے حضرت عبداللہ بن عباس کے اس قول پر حاشیہ لگایا ہے کہ صحابی مذکور کا یہ قول ان کے زمانہ اور ماحول سے مطابقت رکھتا تھا۔ البتہ آج کے دور یعنی پیچیدہ تہذیب کے دور میں کسی سبب کے بغیر ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ یہ بات بھی دوسری ان بہت سی باتوں میں سے ہے جنہیں احوال وظروف کی تبدیلی کے ساتھ اب بدل جانا چاہیے۔ اعلام الموقعین: ۴/۱۴۸۔ مکتبۃ الکلیات الازہریہ (مصر) ۱۳۸۸ھ۔ مراجعت، تقدیم و تعلیق طٰہٰ عبدالرؤف سعد۔ تعلیق نگار نے یہ بات جتنی تعمیم سے کہی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ نکاح کے مقاصد اور آگے مانع حمل تدابیر کے مسئلہ کی بحث میں ضبط تولید اور کثرت اولاد سے بچنے کے سلسلے میں اسلام کے نقطہ نظر سے جو آخری گنجائشیں ہو سکتی ہیں ہم نے ان کی تفصیل کر دی ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ تکثیر نسل کے سلسلے میں جو وزن دار دلائل موجود ہیں اس کے مقابلہ میں تقلیل نسل کے دلائل کا پلہ بہت ہلکا ہے۔ تعداد ازدواج جو تکثیر نسل کا سب سے موثر ذریعہ ہے اس کے بارے میں تعلیق نگار نے "سبب کے بغیر" کی زیادتی سے بڑا التباس پیدا کر دیا ہے۔ دوسری اور تیسری اور چوتھی ہی کیا پہلی شادی بھی آدمی کسی سبب کے بغیر نہیں کرتا ہے۔ "اس سبب" سے اگر موصوف کی مراد دوسری شادی کی نسبت سے عدالت کی مداخلت اور اس سے قبل اس کو مطمئن کرنا ہو، جیسا کہ بعض عرب ملکوں میں اسے قانون کا جزء بنا دیا گیا ہے، تو شریعت اسلامی کے سلسلے میں یہ بہت کمزور اور مرعوبیت زدہ موقف ہے جس کی تائید بہت مشکل ہے۔ دور حاضر کی پیچیدہ تہذیب کی پیچیدگیاں بہت کچھ اس کی پیدا کردہ ہیں۔ زمین کے وسائل کا بڑا حصہ تباہی و بربادی کے آلات کی تیاری پر صرف ہو رہا ہے۔ ان وسائل کا رخ اگر مثبت، تعمیری اور انسانیت کی فلاح کی طرف پھر جائے تو اس شور و شغب سے تحدید آبادی کی تحریک کی ضرورت نہ رہے یہ شور و شغب ہی ختم ہو جائے۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں بالواسطہ طور پر بھی ایسی بہت سی باتیں بتائیں ہیں جو شادی اور نکاح سے اسلام کے اس اولین مقصود کثرت اولاد اور افزائش کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں۔ اسلام کے نقطہ نظر سے اولاد کوئی بوجھ اور وبال نہیں بلکہ نیکی اور صالحیت کے اوصاف عالیہ سے آراستہ ہو تو یہ وہ صدقہ جاریہ ہے جس کا اجر و ثواب بعد از مرگ انسان کو مسلسل ملتا رہے گا۔ اولاد جو نیک کام کرے گی اور اس کے حق میں جو دعائے خیر کرے گی، خدا کے حضور اپنے لئے اس کے اجر و ثواب کے ساتھ، یہ اجر و ثواب ماں باپ کو بھی برابر ملتا رہے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حدیث میں جن چند چیزوں کو صدقہ جاریہ سے تعبیر فرمایا ہے اس میں ایک انسان کی صالح اولاد بھی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلاثة الا من صدقة جارية او علم ينتفع به او ولد صالح يدعو له۔[1]

انسان مرجاتا ہے تو اس سے اس کے عمل کا سلسلہ کٹ جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے (جن کا سلسلہ باقی رہتا ہے)۔ کوئی صدقہ جاریہ یا علمی سلسلہ جس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ یا نیک اولاد جو میت کے حق میں دعا کرتی رہے۔

مسند احمد کی دوسری روایت میں اس پر اضافہ ہے۔ حضرت ابو امامہ باہلیؓ کی روایت ہے۔ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

اربع تجری علیهم اجورهم بعد الموت رجل مات مرابطا فی سبیل الله ورجل علم

چار طرح کے لوگ ہیں جن کا ثواب ان کے حق میں موت کے بعد بھی اسی طرح جاری رہتا ہے ایک وہ شخص جو اللہ کی راہ میں سرحدوں کی حفاظت کرتا ہوا اپنی جان دے۔ دوسرا وہ شخص جو کوئی علم

---

[1] مسلم جلد ۵۔ کتاب الوصیة، باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاته۔ ترمذی جلد ۱ ابواب الاحکام، باب ماجاء فی الوقف۔ نسائی جلد ۲۔ کتاب الوصایا، باب فضل الصدقة عن المیت۔ مسند احمد جلد ۲ ...

علمًا فأجره يجري عليه ما عمل به ورجل أجرى صدقة فأجرها يجري عليه ورجل ترك ولدًا صالحًا يدعو له[1]	سکھائے تو جب تک اس پر عمل کیا جائے اس کے حق میں اس کا ثواب برابر جاری رہتا ہے۔ تیسرا وہ شخص جو کسی صدقہ جاریہ کا سامان کرے۔ چوتھا وہ شخص جو اپنے پیچھے نیک اولاد کو چھوڑے جو اس کے حق میں دعا کرتی رہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی دوسری روایت کا بھی یہی مضمون ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان المومن ليرفع له الدرجة في الجنة، فيقول يارب بم هذا؟ فيقال له بدعاء ولدك من بعدك۔[2]	جنت میں ایک مومن کا درجے پر درجہ بلند ہوتا رہے گا تو وہ سوال کرے گا کہ بار الٰہا یہ (درجہ افزائی) کس چیز کے صلہ میں ہے؟۔ تو اس سے کہا جائے گا یہ تمہارے بعد رہ جانے والی تمہاری اولاد کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔

حدیث کا یہی مضمون ہے جسے حضرت سعید بن مسیبؒ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

ان الرجل ليرفع بدعاء ولده من بعده[3]	آدمی اپنے پیچھے جو اولاد چھوڑتا ہے اس کی دعاؤں کی وجہ سے اس کے درجے پر درجے بلند ہوتے ہیں۔

افزائش نسل کے اسی طرح کے دوسرے محرکات بھی ہیں جن کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں نشاندہی فرمائی ہے خدا تعالیٰ کے فضل و انعام سے آخرت میں جن چند طرح

---

[1] مسند احمد: ۵/۲۶۹۔ [2] تنویر الحوالک شرح موطا الامام مالک مع الموطا: ۱/۱۶۹، ۱۷۰۔ قال ابن عبد البر وقد روی باسناد جید مرفوعا حوالہ مذکورہ۔

[3] موطا جلد: ۱/۱۲۹۔ باب العمل فی الدعاء۔

کے لوگوں کو جنت کی نعمت نصیب ہوگی ان میں ایک پاکباز عیال دار شخص بھی ہوگا۔ حضرت عیاض بن حمار مجاشعیؓ کی ایک لمبی روایت کا ٹکڑا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

واھل الجنۃ ثلاثۃ	جنتی لوگ تین طرح کے ہوں گے۔ انصاف
ذوسلطان مقسط متصدق	پسند، صدقہ خیرات کرنے والا اور بھلائی کی توفیق پایا
موفق ورجل رحیم	بادشاہ۔ دوسرے وہ شخص جو اپنے ہر رشتہ دار
رقیق القلب لکل ذی قربی	اور ہر مسلمان کے لئے مہربان اور نرم دل ہو تیسرے
ومسلم وعفیف متعفف	وہ پاکباز اور پاک طینت جو کثیر العیال ہو۔
ذوعیال۔[1]	

پاکباز عیال دار کو یہ مقام کیوں نہ ملے جب کہ وہ خدا تعالیٰ کو حد درجہ محبوب ہے۔

حضرت عمران بن حصینؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ یحب عبدہ	اللہ اپنے اس مومن بندے سے
المومن الفقیر المتعفف	(خاص طور پر) محبت کرتا ہے جو تنگ حال پاکباز
ابا العیال۔[2]	اور عیال دار ہو۔

کمسنی میں انسان کی جو اولاد مر جائے اور اس پر صبر و ثبات کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑے اس کے فضائل معلوم ہی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اور متعدد احادیث میں یہ بات فرمائی ہے کہ اس طرح کی اولاد اپنے ماں باپ کو جنت میں لے جائے بغیر نہیں رہے گی۔[3] یہاں تک کہ ناقص الخلقت اولاد کی موت پر بھی ماں صبر و ثبات سے کام لے اور جزع فزع کا اظہار نہ کرے تو وہ اپنی ماں کو گھسیٹ کر جنت میں لے جائے گی۔[4]

---

[1] مسلم جلد ۲۔ کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا، باب الصفات التی یعرف بھا فی الدنیا اھل الجنۃ واھل النار۔

[2] ابن ماجہ، ابواب الزھد، باب فضل الفقر [3] ان احادیث کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، مشکوٰۃ المصابیح جلد ۱۔ کتاب الجنائز، باب البکاء علی المیت۔ [4] ابن ماجہ، ابواب ماجاء فی الجنائز، باب ماجاء فیمن اصیب بسقط، مسند احمد: ۲۴۱/۵۔

دوسری روایت میں اس پر اضافہ ہے کہ وہ رب کریم سے لڑجھگڑ کر ماں باپ دونوں کو جنت میں لیجائیگی[1]

بقائے نسل ہی نہیں افزائش نسل کے اس روحانی محرک کے ساتھ اس کا مادی محرک بھی فراہم کیا گیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ کمانے اور اپنی آمدنی بڑھانے کا جیسا کچھ چرچا اس زمانے میں ہے شاید ہی کبھی ہوگا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اولاد کو انسان کی بہترین اور پاک ترین کمائی قرار دے کر کثرت اولاد کا مادی محرک بھی فراہم کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ کی روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اطیب ما اکلتم من کسبکم وان اولادکم من کسبکم[2]	سب سے پاک کمائی جو تم کھاسکو وہ اپنے ہاتھ کی کمائی ہے۔ اور تمہاری اولاد تمہارے ہاتھ کی کمائی ہے۔

یہ ترمذی، نسائی اور ابوداؤد کے الفاظ ہیں۔ نسائی، ابن ماجہ اور ابوداؤد وغیرہ میں روایت کے دوسرے الفاظ بھی ہیں:

ان اطیب ما اکل الرجل من کسبہ وان ولدہ من کسبہ[3]	سب سے پاک کمائی جو کوئی شخص کھا سکتا ہے وہ اس کے ہاتھ کی کمائی ہے اور اس کی اولاد اس کے ہاتھ کی کمائی ہے۔

۲۔ تسکین جنس

اسلام میں شادی اور نکاح کا دوسرا بنیادی اور جوہری مقصد تسکین جنس ہے۔

---

[1] ابن ماجہ۔ ابواب الجنائز، باب ماجاء فیمن اصیب بسقط۔

[2] ترمذی جلد ۱۔ ابواب الاحکام، باب ماجاء ان الوالد یاخذ من مال ولدہ۔ نسائی جلد ۲ کتاب البیوع باب الحث علی الکسب۔ ابوداؤد جلد ۲۔ کتاب البیوع، باب الرجل یاکل من مال ولدہ۔

[3] نسائی جلد ۲۔ کتاب البیوع، باب الحث علی الکسب، ابن ماجہ، ابواب التجارات، باب الحث علی الکسب ابوداؤد جلد ۲۔ کتاب البیوع، باب الرجل یاکل من مال ولدہ۔ سنن الدارمی علی ھامش المنتقی، باب فی الکسب وعمل الرجل بیدہ۔ نیز مسند احمد: ۶/۳۱، ۴۲، ۱۲۷۔

اس میں شک نہیں کہ اسلام میں شادی اور نکاح کا اولین اور اہم ترین مقصود بقائے نسل اور افزائش نسل ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی رشتۂ ازدواج کی پابندی کے ساتھ بجائے خود جنسی تسکین کے حصول کو وہ کوئی غلط اور گناہ کا کام تصور نہیں کرتا۔ مغرب نے اپنی زندگی کی دوسری تمام بے اعتدالیوں کی طرح جنس Sex. کے سلسلے میں ایک انتہا سے دوسری انتہا کو جو چھلانگ لگائی ہے کہ ایک بہت عرصہ دراز تک جیسا کہ تفصیل گزری، اولاد پیدا کرنے کی ضرورت کے علاوہ اس نے جنسی تعلق کو بذات خود غلطی اور گناہ کا کام تصور کیا۔ ایک انتہا تو یہ تھی۔ مختلف اسباب وعوامل کے تحت (جیسا کہ اس کی تفصیلات بھی اس سے پہلے بیان کی جا چکی ہیں[1]) یورپ میں جب اس کے خلاف ردعمل پیدا ہوا تو معاملہ دوسری انتہا کو پہنچا کہ جنسی سرور اور نفس جنسی تسکین ہی کو یورپ نے جنس Sex. کا اول و آخر مقصود ٹھہرا لیا اولاد اس کے لئے بوجھ بن گئی۔ مانع حمل تدابیر کی وہ زیادہ سے زیادہ حوصلہ افزائی کرنے لگا۔ اور جنس برائے جنس ایک طرح سے اس کی زندگی کا نصب العین بن گیا۔ اسلام شادی اور نکاح کے ہمہ جہت اور ہمہ پہلو مقاصد کی تعیین کر کے جنسی بے اعتدالی کے اس پورے طوفان کو بالکل سرد کر دیتا ہے۔ وہ شادی اور نکاح کا اہم ترین اور اولین مقصد بے شک بقاء نسل اور افزائش نسل کو قرار دیتا ہے لیکن ساتھ ہی قلب ونظر کی سلامتی کے پاک جذبے سے نفس جنسی تعلق اور جنسی تسکین کو بھی وہ اسی طرح سند اعتبار عطا کرتا ہے۔ جس پر بجا طور پر بندۂ مومن حسب ارشاد نبویؐ اجر و ثواب کا مستحق قرار پاتا ہے[2]۔ چنانچہ اسلام میں مباشرت اور مجامعت کے مقاصد میں ایک مقصد جنسی تسکین اور جنسی لذت کے حصول کو قرار دیا گیا ہے[3]۔ شادی کے دائرے میں رہ کر اس مقصد کی پاکی میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔ جبکہ جنّت میں مباشرت و مجامعت کی نعمت خاص اسی مقصد کے حصول کے لئے ہوگی۔ اس لئے کہ وہاں اولاد کا کوئی مسئلہ نہیں ہوگا[4]۔ مادی منویہ کا استفراغ جو دنیوی زندگی کا ایک

---

[1] ملاحظہ ہو اسی کتاب کے باب اول میں یورپ کی تاریخی جنسی بے اعتدالی کی بحث۔

[2] مسلم جلد ۲۔ کتاب الزکوٰۃ، باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف ص ۳ (اگلے صفحہ پر)

مسئلہ ہے۔ اور اسلام میں مباشرت و مجامعت سے پیش نظر مقاصد میں ایک اہم مقصد بھی ہے۔ وہاں اس کا بھی کوئی سوال نہیں ہوگا۔[۱] جب کہ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ جنت میں مرد کی مجامعت کی قوت غیر معمولی طور پر بڑھ جائے گی۔[۲]

جنسی خواہش کی تکمیل اور جنسی تسکین بذات خود اسلام میں شادی اور نکاح کا ایک مستقل اور بنیادی مقصد ہے۔ قرآن و سنت کی مختلف تصریحات اور اشارات سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ اپنی بیوی سے جنسی تسکین کی صورت میں انسان کو قلب و نظر کی جو پاکی "استعفاف" نصیب ہوتا ہے۔ قرآن حکیم اسے شادی اور نکاح کا ایک مستقل مقصد قرار دیتا ہے۔ سورۂ نور میں معاشرہ کے ذمہ دار افراد کو خطاب کر کے شادی کے بعد فقر و فاقہ کے اندیشہہائے دور دراز کو بہت زیادہ خاطر میں نہ لاتے ہوئے اپنے قابل لڑکے اور لڑکیوں کے جلد نکاح کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

وانکحوا الایامی منکم — تم میں جو بے نکاح ہوں اور تمہارے

(حاشیہ گزشتہ صفحہ) [۵] زاد المعاد ۲۴۹/۴۔ حاشیہ ہذا [۱] زاد المعاد، حوالہ سابق۔ روایتوں میں آتا ہے کہ جنت میں اگر کوئی مومن اولاد کی خواہش کرے گا تو اسے یہ نعمت وقت کے وقت حاصل ہو جائے گی۔ ترمذی جلد ۲۔ ابواب صفۃ الجنۃ۔ باب ماجاء ما لادنی اھل الجنۃ من الکرامۃ، قال الترمذی ھذا حدیث حسن غریب۔ ابن ماجہ، ابواب الفتن، باب صفۃ الجنۃ۔ اس سے خود بخود ظاہر ہے کہ یہ استثنائی صورت ہوگی۔ جنت میں چونکہ بندۂ مومن کو ہر اچھی چیز جس کی وہ طلب کرے گا اسے حاصل ہوگی۔ اس لیے اولاد کی خواہش کی صورت میں یہ نعمت بھی اسے بروقت مل جائے گی لیکن اہل علم کا اس سلسلے میں اختلاف بھی ہے۔ چنانچہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ جنت میں مجامعت تو ہوگی لیکن وہاں اولاد نہیں ہوگی۔ حضرت طاؤس، مجاہد اور ابراہیم نخعی سے ایسی ہی روایت کی گئی ہے۔ جب کہ اسحاق بن ابراہیم روایت کے سلسلے میں کہتے ہیں کہ مومن یہ خواہش کر تو سکتا ہے لیکن جنت میں وہ اس کی خواہش کرے گا نہیں۔ ابو رزین عقیلی کے واسطہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسری روایت بھی ہے کہ اہل جنت کے لیے وہاں اولاد وغیرہ کا کوئی سلسلہ نہیں ہوگا۔ ان اھل الجنۃ لا یکون لھم فیھا ولد۔ ترمذی حوالہ سابق۔

[۲] ترمذی جلد ۲۔ ابواب صفۃ الجنۃ، باب ما جاء صفۃ جماع اھل الجنۃ۔

والصالحین من عبادکم وامائکم ان یکونوا فقرآء یغنیھم اللہ من فضلہ واللہ واسع علیم۰ (نور: ۳۲)

غلاموں اور باندیوں میں سے جو کام کے ہوں ان کا نکاح کر دو۔ اگر وہ محتاج ہوں گے تو اللہ انھیں اپنے فضل سے خوشحال کرے گا۔ اور اللہ کشائش والا علم والا ہے۔

اس کے معاً بعد ارشاد ہوا:

ولیستعفف الذین لایجدون نکاحا حتی یغنیھم اللہ من فضلہ الخ (نور: ۳۳)

اور چاہیئے کہ وہ لوگ جو نکاح نہیں کر سکتے وہ پاکبازی کو اپنا وطیرہ بنالیں۔ یہاں تک کہ اللہ انھیں اپنے فضل سے خوش حال کر (کے اس قابل بنا) دے۔

پہلی آیت کریمہ میں اولیاء کو جلد نکاح کی تاکید کے بعد اس آیت پاک میں فرمایا کہ اسکے باوجود کچھ لوگ معقول عذر سے نکاح کی استطاعت نہ رکھتے ہوں تو انھیں عفت و پاکبازی کے دامن کو مضبوط پکڑنا چاہیئے۔ شادی سے پہلے یہ عفت و پاکبازی انسان کو کس طرح حاصل ہو سکتی ہے قرآن و حدیث میں اس کی تدبیر کی بھی نشاندہی کی گئی ہے جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ اس سے یہ بات اپنے آپ واضح ہو گئی کہ شادی سے پہلے کا استعفاف، شادی کے بعد جنسی تسکین کے حصول کے ذریعہ اپنی مکمل صورت میں شادی اور نکاح کا ایک مستقل اور بنیادی مقصد ہے۔ بسا اوقات اولاد کی خواہش کے بغیر صرف قلب و نظر کی عفت و پاکبازی کے جذبۂ صالح سے غیر بار آور مباشرت . Coitus infertile کوئی غلطی اور گناہ نہیں ہے۔ بلکہ اسلام میں شادی اور نکاح کے پیش نظر دوگونہ مقاصد کا یہ ایک بنیادی اور مستقل مقصد ہے۔ اور اولاد کی خواہش کے پاک جذبے کی طرح اس پاک جذبے سے بھی بیوی کے ساتھ جنسی عمل اسی طرح ایک طرح کی نیکی ہے جس پر بندہ مومن بجا طور پر اجر و ثواب کا مستحق قرار پائے گا۔ جیسا کہ اس سلسلے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا حوالہ ایک سے زائد بار گزر چکا ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں اسلامی نکاح کے

اس مطلوب و مقصود کو مزید کھول دیا ہے ۔ جس کے بعد اس سلسلے میں کسی شک و شبے اور دل کے کھٹکے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی ہے ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سے زیادہ احادیث میں جنسی تسکین کے ذریعہ قلب و نظر کی پاکی اور طہارت کو شادی اور نکاح کا سب سے نمایاں اور فوری بدیہی مقصود قرار دیا ہے ۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔ تین طرح کے لوگ ہیں جن کی مدد کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے ۔ اور ان کی مدد کو خود اس نے اپنے اوپر فرض قرار دیا ہے ۔ ان میں سے ایک ہے :

والناکح الذی یرید العفاف۔[1]	اور نکاح کا طالب جس کا اس سے مقصود پاکبازی کا حصول ہو ۔

اس حدیث پاک میں شادی کے بعد حاصل ہونے والی عفت و پاکی اور قلب و نظر کی صفائی ، عفاف ، کو شادی اور نکاح کا سب سے اولین اور بدیہی مقصد قرار دیا گیا ہے ۔ صحاح کی مشہور و معروف روایت میں شادی اور نکاح کے اس فوری مقصود کو مزید کھول دیا گیا ہے ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ راوی ہیں ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نوجوانوں کی جماعت کو خطاب کرکے ارشاد فرماتے ہیں :

یامعشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء۔[2]	اے نوجوانوں کی جماعت تم میں سے جو کوئی شادی شدہ زندگی کے تقاضے پورے کر سکے تو وہ شادی کر لے اس لئے کہ اس سے سب سے بڑھ کر نگاہ کو نیچی رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت کا سامان ہوتا ہے ، اور جو ایسا نہ کر سکے تو وہ کثرت سے نفلی) روزہ رکھے اس لئے اس سے اس کو

---

[1] ترمذی جلد ا ابواب فضائل الجہاد ، باب ما جاء فی المجاھد والمکاتب والناکح وعون اللہ ایاھم ۔ نسائی جلد ۲ کتاب النکاح ، باب معونۃ اللہ الناکح الذی یرید العفاف ۔ ابن ماجہ ، ابواب العتق ، باب المکاتب ۔

[2] بخاری جلد ۲ ۔ کتاب النکاح ، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من استطاع منکم (باقی اگلے صفحہ پر)

اپنی شہوانی خواہش توڑنے میں مدد ملے گی۔

اس حدیث شریف سے یہ بات تو معلوم ہوتی ہی ہے کہ نوجوانوں میں سے جو لوگ شادی کے مالی اور جسمانی تقاضے 'باءۃ' پورا کر سکتے ہوں انھیں شادی میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ اور معقول عذر سے جو ایسا نہ کر سکیں انھیں زیادہ سے زیادہ نفلی روزوں کے ذریعہ اپنی جنسی خواہش کو توڑنے اور دبانے کا سامان کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ہی یہ حدیث پاک اسلام میں شادی اور نکاح کے مطلوب و مقصود کو بھی واضح کر دیتی ہے۔ شادی اور نکاح کا حکم دینے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ اس سے آدمی کو اپنی نگاہیں پست رکھنے اور اپنی شرمگاہ کو بچانے کا سامان کرنے میں بہت زیادہ مدد ملتی ہے۔ اس سے یہ بات خود بخود واضح ہو گئی کہ شادی کے بعد بھرپور جنسی تسکین کی جو نعمت انسان کو نصیب ہوتی ہے وہ فی حد ذاتہ شادی اور نکاح کا اہم ترین اور اس کا سب سے فوری اور بدیہی مقصود و مطلوب ہے۔ دوسرے موقع پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی اور نکاح کے اسی مطلوب و مقصود کی وضاحت فرمائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

من کان منکم ذا طول فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج و من لا فالصوم لہ وجاء[۵]

تم میں سے جس کسی کے گنجائش ہو وہ شادی کر لے اس لئے کہ اس سے سب سے بڑھ کر نگاہ کو نیچی رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت کا سامان ہوتا ہے۔ اور جو یہ نہ کر سکے تو اس کے لئے روزہ اس کی شہوانی خواہش کو توڑنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

ان دونوں ہی حدیثوں سے یہ تو معلوم ہی ہوتا ہے کہ آدمی حقیقی مجبوریوں سے وقت پر

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ ملاحظہ ہو:) منکم الباءۃ فلیتزوج الخ۔ مسلم جلد ا۔ کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت الیہ نفسہ ووجد مؤنہ، نیز دیگر کتب صحاح۔ جن کا حوالہ اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

۵ نسائی جلد ۲۔ کتاب النکاح، باب الحث علی النکاح۔ مسند احمد: ۱/۵۷۔

شادی نہ کرسکے تو اپنے جنسی جذبات پر قابو رکھنے اور جنسی ہیجان کو دبانے کا بہترین ذریعہ کثرت سے نفلی روزوں کا اہتمام ہے۔ ساتھ ہی ان سے اسلام میں شادی اور نکاح کے مطلوب و مقصود کا بھی پتہ چلتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح اور شادی کا مقصود ہی اسے قرار دیتے ہیں کہ اس کے ذریعہ جنسی تسکین کی صورت میں آدمی کو اپنی نگاہ اور شرمگاہ دونوں کو گناہ سے بچانے میں مدد ملتی ہے۔ اس سے یہ بات اپنے آپ واضح ہو گئی کہ قلب و نظر کی پاکی کے پاک جذبے سے بجائے خود جنسی عمل بالفاظ دیگر اپنی بیوی کے ساتھ آدمی کی غیر بارآور مباشرت و مجامعت infertile coitus, کوئی غلطی اور گناہ نہیں ہے۔ بلکہ بے اعتدالیوں سے بچتے ہوئے اور زندگی میں فی الجملہ نکاح کے دوسرے مقصود اعظم بقائے نسل اور تکثیر امت کی تکمیل کرتے ہوئے غیر بار آور مباشرت بھی شادی اور نکاح کا ایک مستقل مقصد ہے اور اس کی تکمیل پر بھی ایک بندۂ مومن اسی طرح اجر و ثواب کا مستحق قرار پائے گا جیسا کہ وہ بارآور مباشرت fertile Coitus کی صورت میں اس کا مستحق قرار پاتا ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ سے صریح روایت ہے کہ شوہر، بیوی کی عمر کے تقاضے سے، اولاد کی طلب کے بغیر، محض اپنی اور اسکی پاکیزگیٔ نفس، اپنی نگاہ کو پست رکھنے اور اپنی جنسی تسکین کے مقاصد سے اس کے پاس آئے

لہ مولانا سید احمد عروج قادری نے ایک موقع پر نسبندی کے عدم جواز پر دلائل کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب مدارک التنزیل اور صاحب جلالین اور بعض دوسرے قدیم و جدید بزرگوں کے حوالے سے دین میں مباشرت کے جواز کے لئے اولاد کی طلب اور افزائش نسل کو ضروری قرار دیا ہے۔ محض قضائے شہوت کے لئے مباشرت جائز نہیں ہے۔ اور اسی چیز کو نکاح کا واحد مقصود بتا دیا گیا ہے ۔ ملاحظہ ماہنامہ زندگی نو، احکام و مسائل نمبر: ۲/۴۴ ۳۳ - مرتبہ مولانا رضی الاسلام ندوی - ۱۵۲۵ - سوئیوالان، نئی دہلی۔ ستمبر تا نومبر ۱۹۹۰ء)۔ اور یہ وہ بات ہے جسے ہمارے یہاں عام طور پر دہرایا جاتا ہے۔ لیکن ہم نے اسلام میں نکاح سے تسکین جنس کے اس دوسرے مقصود کے حق میں جو چند در چند دلائل فراہم کئے ہیں اس کے بعد اس موقف کی کمزوری خود بخود واضح ہو جاتی ہے۔ جس کی مزید تردید کی ضرورت نہیں ہے۔ قرآن حکیم سے اس سلسلے میں بعض دوسرے چونکا دینے والے دلائل کی تفصیل کے لئے آگے، مانع حمل تدابیر کی بحث۔

تو یہ نیکی کا کام ہوگا جس پر وہ اجر و ثواب کا مستحق قرار پائے گا۔[1]

شریعت میں اپنی بیوی سے مباشرت کے متنوع طریقوں کی جو آزادی دی گئی ہے، جس کی تفصیل اس سے قبل دی جا چکی ہے ــــــــــــ، اس کا بھی صاف اشارہ ہے کہ نفس جنس کی تسکین اسلام میں نکاح کا ایک مستقل مقصود ہے۔ ورنہ اگر نکاح کا مقصود صرف اور صرف نسل کی بقا، اور اولاد کی طلب قرار پائے، جیسا کہ عام طور پر کہا جاتا ہے، تو اس کے لئے مباشرت کے کسی ایک طریقے کی ہی تعیین کافی تھی۔ اپنی منکوحہ سے مباشرت و مجامعت کے متنوع طریقوں کی گنجائش اور اجازت کی ضرورت نہ ہوتی۔ جب کہ متنوع مباشرت کی بعض صورتوں میں استقرار حمل کا امکان نسبتاً کم ہو سکتا ہے۔

صحیح مسلم کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور حدیث کہ رشتہ نکاح کے اندر جنسی خواہش کی تکمیل نیکی اور ثواب کا کام ہے (وفی بضع احدکم صدقۃ) جس کا حوالہ ایک سے زائد بار گزر چکا ہے، اس کا بھی تقاضا ہے کہ اولاد کی طلب سے قطع نظر آداب کی رعایت سے جنسی تسکین بجائے خود نیکی اور ثواب کا کام اور نکاح کا ایک مستقل مقصود ہے۔ جیسا کہ صاحب مغنی علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ نے حضرت امام احمد بن حنبل کی رائے کی تاکید میں اپنی مذکورہ گفتگو میں الفاظ کے فرق سے اسی حدیث کا حوالہ بھی دیا ہے۔[2] صحیح مسلم کی اس حدیث کی شرح میں امام نووی نے بھی مجامعت و مباشرت کو جو عبادت قرار دیا ہے تو اولاد کی طلب کے ساتھ اپنی اور اپنی بیوی کی عفت و پاکبازی کے دوسرے مقصد کو اس میں اسی طرح شامل قرار دیا ہے۔[3] اصل عربی عبارت کے ساتھ اس کا پورا حوالہ اس سے قبل گزر چکا ہے۔[4]

---

[1] المغنی لابن قدامہ ۷/۳۱، ۳۲۔ [2] صحیح مسلم جلد ۳۔ کتاب الزکوٰۃ، باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف۔ [3] المغنی، حوالہ سابق۔

[4] نووی شرح مسلم مع المسلم ۱/۳۲۵۔ [5] زیر عنوان "تقدیس جنس"۔

جنسی تسکین کا وسیع دائرہ

شادی اور نکاح کے مقاصد کی فی الجملہ تکمیل کرتے ہوئے فی حد ذاتہ جنسی تسکین، دوسرے لفظوں میں غیر بار آور مباشرت اور بذات خود جنس سے لطف اندوزی سے اسلام کو کوئی چڑ نہیں ہے۔ بلکہ جیسا کہ تفصیل گزری، اسلام میں شادی اور نکاح کا یہ خود ایک مستقل مقصود و مطلوب ہے۔ جنسی زندگی میں بقائے نسل اور افزائش نسل کے مقصود اول کو نگاہ میں رکھتے ہوئے اور اعتدال و توازن کے تقاضوں کو ادا کرتے ہوئے، رشتہ ازدواج سے بندھ کر آدمی بھرپور طریقے پر اپنے جنسی جذبات کا سامان کر سکتا ہے۔ شادی کے حصار میں رہ کر جنس سے لطف اندوزی کی نسبت سے اسلام میں کوئی قدغن نہیں ہے، بلکہ معاشرہ کو صاف ستھرا اور جنسی لحاظ سے زیادہ سے زیادہ پاکباز رکھنے کے قصد سے وہ اس کی حوصلہ افزائی کرتا اور اسے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اس کا اندازہ کرنے کے لئے ہمیں جنسی تسکین کے وسیع دائرے پر نگاہ ڈالنی چاہئے، جسے اسلام اپنے نام لیواؤں اور اپنے ماننے والوں کے لئے فراہم کرتا ہے۔

مباشرت کی آزادی

جنسی زندگی میں فی الجملہ بقائے نسل اور افزائش نسل کے مقصود اعظم کو نگاہ میں رکھتے ہوئے، انسانی فطرت کے عین تقاضے سے، اسلام بذات خود جنس سے لطف اندوزی کی پوری پوری اجازت دیتا بلکہ اسے استحسان کی نظر سے دیکھتا ہے، اس کا سب سے بڑا ثبوت مباشرت کی آزادی ہے، جسے اسلام اپنی بیوی کی نسبت سے مسلمان خاوند کو فراہم کرتا ہے۔ مسلمان خاوند اپنی بیوی سے جائز طور پر کن متنوع اور مختلف طریقوں سے مباشرت کر سکتا

ہے۔اس سے پہلے ’جماع کے آداب‘ میں اس کی پوری تفصیل گزر چکی ہے۔ اسلام میں اپنی منکوحہ سے مباشرت ومجامعت کی یہ آزادی اس بات کے ثبوت کے لئے بہت کچھ کافی ہے کہ بجائے خود جنس سے لطف اندوز ہونا اسلام کے نزدیک کوئی جرم اور گناہ نہیں ہے۔ رشتۂ ازدواج کے اندر اسلام بھرپور جنسی زندگی کا قائل ہے۔ حدود وآداب کی رعایت سے جنسی تسکین بجائے خود ایک دینی وظیفہ ہے۔ جو حق تعالیٰ کی نظروں میں محبوب اور پسندیدہ ہے۔ بندۂ مؤمن حدود وآداب کی رعایت سے اپنی زندگی کی ہر سرگرمی کی طرح بجاطور پر جنسی سرگرمی پر بھی اجر وثواب کا مستحق قرار پاتا ہے۔ اور معاملہ قیاس واستنباط کا نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر اس کی صراحت فرمائی ہے۔ ارشاد گرامی کا حوالہ ابھی گزر چکا ہے جس میں کسی قید اور شرط کے بغیر علی الاطلاق رشتہ ازدواج کے اندر حلال طریقے پر جنسی تسکین کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ (نیکی) یا صدقہ جیسی نیکی سے تعبیر فرمایا۔ وفی بضع احدکم صدقۃ[1]

کنواری سے شادی

اسلام اولاد کی طلب کے علاوہ بذات خود جنسی زندگی کو زیادہ سے زیادہ خوش گوار دیکھنا چاہتا ہے۔ اس کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کنواری سے نکاح کو پسند کیا ہے اور اس کی ترغیب دی ہے۔ شادی سے مقصود اگر صرف اولاد کی طلب ہو تو عورت کنواری ہے یا شوہر آشنا اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنواری سے نکاح کو زیادہ پسند فرمایا اور اس کی ترغیب دی تو اس سے صاف طور پر یہی بات سامنے آتی ہے کہ رشتہ ازدواج سے منسلک ہو کر بجائے خود جنس سے لطف اندوز ہونا شادی کا مستقل مقصود ومطلوب ہے۔ اور قباحت کے کسی شائبے کے بغیر یہ محمود ومستحسن ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ کا مشہور واقعہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی شادی کا علم ہوا تو سب سے پہلے ان سے یہی دریافت فرمایا کہ تم نے

---

[1] صحیح مسلم جلد ۳۔ کتاب الزکوٰۃ، باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف۔

شادی کنواری سے کی ہے یا دواہ سے؟ ان کے اس جواب پر کہ میں نے دواہ سے شادی کی ہے آپ نے رکے بغیر فرمایا:

فعلا بکرا تلاعبها وتلاعبك۔[1] — کیوں نہ تم نے کسی کنواری سے شادی کیا کہ تم اس سے کھیل کرتے اور وہ تم سے کھیل کرتی۔

دوسری روایت میں الفاظ ہیں:

تلاعبها وتلاعبك وتضاحكها وتضاحكك۔[2] — تم اس سے کھیل کرتے اور وہ تم سے کھیل کرتی اور تم اس سے ہنسی مذاق کرتے اور وہ تم سے ہنسی مذاق کرتی۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ نے اپنے جذبات کی قربانی دے کر کنواری کے بجائے دواہ سے نکاح خانگی مصلحت سے کیا تھا۔ ان کے والد کے انتقال کے بعد ان کی نو یا سات بہنیں بے سہارا ہو گئی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کنواری لڑکی سے نکاح کی ترغیب کے مذکورہ ارشاد کے بعد آپ نے اس کی وضاحت فرمائی کہ ان کمسن اور نگرانی کی محتاج بہنوں کے درمیان میں نے کم عمر کنواری اور ناتجربہ کار لڑکی کا لانا پسند نہیں کیا۔ اس وقت ان بہنوں کی نگرانی اور دیکھ بھال کی جو ضرورت ہے اسے عمر رسیدہ دواہ ہی پورا کر سکتی ہے۔[3] کنواری کے مقابلے میں دواہ اپنے اندر مختلف پہلوؤں سے کمی رکھتی ہے۔ اپنے جنسی تسکین کے فطری نقص کے علاوہ بسا اوقات دواہ کا دل اپنے پہلے شوہر سے لگا رہتا ہے۔ اس کی وجہ سے بھی آدمی کی جنسی زندگی مطلوبہ خوش گواری سے محروم رہ سکتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری حدیث میں اس پہلو سے بھی کنواری لڑکی سے نکاح کی تاکید کی ہے:۔

---

[1] بخاری جلد ۲ کتاب النکاح، باب تستحد المغیبة وتمتشط۔ ایضاً: باب طلب الولد و باب تزویج الثیبات۔ مسلم جلد ۴ کتاب الرضاع، باب استحباب نکاح البکر۔ نسائی جلد ۲ کتاب النکاح، باب نکاح الابکار۔

[2] مسلم بحوالہ سابق۔

[3] مسلم بحوالہ مذکور۔ نسائی جلد ۲ کتاب النکاح، باب علی ما تنکح المرأة۔

علیکم بالابکار فانھن اشد حبا واقل خبا۔[1] — کنواری سے شادی کرو۔ اس لئے کہ یہ ٹوٹ کر محبت کرنے والی اور بہت کم کسی کے بہکانے میں آنے والی ہوتی ہیں۔

جنت کی نعمتوں کے بیان میں حوروں کے سلسلے میں قرآن نے بھی بار بار اس کا حوالہ دیا ہے وہ کنواری ہوں گی اور اس سے پہلے جن و انس کسی نے انھیں ہاتھ نہ لگایا ہوگا۔[2]

عورتوں کا ختنہ

نصوص دین کے مطالعہ سے دوسرے پہلو بھی سامنے آتے ہیں جن کا مفاد ہے کہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو کر جنس سے لطف اندوزی بجائے خود اسلام کا ایک مستقل مطلوب و مقصود ہے۔ انہی میں ایک چیز عورتوں کا ختنہ ہے۔ ابتداء اسلام میں عرب میں مردوں کی طرح عورتوں کے بھی ختنے کا رواج تھا۔ اس ختنے میں عورت کی شرمگاہ کے اوپر کا چمڑا جو پیشاب کے راستے سے متصل ہوتا ہے اور جس کی شکل مرغ کی کلغی کے مانند ہوتی ہے۔ اسے کاٹ دیا جاتا تھا۔[3] مردوں کے ختنے کی طرح اس ختنے کی ماہر عورتیں ہوتی تھیں جو یہ خدمت انجام دیتی تھیں۔ حضرت ام عطیہ انصاریؓ کی روایت ہے کہ مدینہ میں ایک خاتون تھیں جو عورتوں کے ختنے کا کام کرتی تھیں۔ ایک موقع پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہدایت دی:

لاتنھکی فان ذلک احظی للمرأۃ واحب للبعل۔[4] — چمڑے کو زیادہ گہرائی سے نہ کاٹو اس لئے کہ اسی صورت میں عورت کو زیادہ لطف ملتا ہے اور شوہر کو زیادہ پسند آتا ہے۔

---

[1] بحوالہ شرح ذھبی للمسلم مع المسلم ۱۴۶/۴۔ [2] صافات: ۴۸، ۴۹، رحمٰن: ۷۲، ۷۴۔

[3] نیل الاوطار: ۲۲۱/۱۔ [4] ابوداؤد جلد ۲۔ کتاب الادب، باب فی الختان۔

اس حدیث کی سند کی بابت اگرچہ امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ وہ قوی نہیں ہے۔ ابوداؤد، حوالہ سابق۔ لیکن حافظ ابن حجر کا کہنا ہے کہ اس کے دوسرے دو شاہد ہیں جس سے اس کی قوت کا سامان ہوتا ہے۔ فتح الباری ۱۰/۳۴۰ دار المعرفۃ، بیروت، محقق ایڈیشن، عبد العزیز بن باز، محمد فواد عبد الباقی اور محب الدین الخطیب۔

روایت کے دوسرے الفاظ ہیں:

اشمّی ولا تنھکی فانہ	ہاتھ سے سنبھال کر کاٹو زیادہ گہرا نہ کاٹو
احظی للزوج واسری للوجہ۔[1]	اس لیے کہ اسی صورت میں شوہر کو زیادہ مزہ ملتا ہے اور چہرہ زیادہ کھلتا ہے۔

اس حدیث سے یہ تو پتہ چلتا ہی ہے کہ صدر اول میں سرجری کا فن کتنا ترقی یافتہ تھا کہ لڑکی کے ختنے کا نازک اور باریک آپریشن آسانی اور بے تکلفی سے کر لیا جاتا، اس سے جنس Sex، کے سلسلے میں اسلام کے نقطۂ نظر کا بھی بہت ہی صاف اور واضح انداز میں پتہ چلتا ہے۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکی کے ختنے میں زائد چمڑے کے کاٹنے میں مبالغہ سے اجتناب کی علت صاف طور پر یہ بیان فرمائی کہ اس سے عورت اور مرد دونوں کو بھرپور جنسی لطف اندوزی میں مدد ملتی ہے۔ ظاہر ہے جنس Sex، کا مقصود اگر صرف اولاد کی طلب ہو تو لڑکی کا ختنہ ہونہ ہو اور جس انداز سے بھی ہو، اس مقصد کے حصول میں اس سے کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ لڑکی کے ختنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہدایت کا واضح اشارہ ہے کہ بذات خود جنس سے لطف اندوزی اسلام کا ایک مستقل مطلوب و مقصود ہے۔ اور اس مطلوب و مقصود کے حصول میں جو چیز بھی معاون اور مددگار ہو اس کا زیادہ سے زیادہ خیال اور لحاظ رکھنے کی ضرورت ہے۔ حکیم الامت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بھی ایک موقع پر ایک ختنہ کرنے والی عورت کو یہی ہدایت فرمائی:

---

[1] المغنی لابن قدامہ: ۱/۷۰۔ خیال رہے کہ مردوں کے ختنے میں بھی آلۂ تناسل Penis، کے کینسر سے بچاؤ کے طبی فائدے کے علاوہ عورت کی بہتر جنسی تسکین کا سامان ہے۔ ختنہ شدہ مرد بے ختنہ مرد کے مقابلہ میں نسبتہً زیادہ دیر تک مجامعت کا عمل کر سکتا اور اس عورت کو بہتر طور پر جنسی تسکین دے سکتا ہے۔ جس کے نتیجے ہی میں اسے مباشرت کی انتہائی لذت Orgasm، حاصل ہو سکتی ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ عورتیں جنھیں ختنہ شدہ اور بے ختنہ دونوں طرح کے مردوں کا تجربہ ہے، وہ دوسرے کے مقابلہ میں پہلے کو ترجیح دیتی ہیں۔ ملاحظہ ہو:۔

Sex Education for Teenagers. P. 57, 58.,

ابق منه شيئا اذا خفضت[1] — کھینچ کر چمڑے کو کاٹو تو اس کا کچھ حصہ باقی رہنے دو۔

مسلک کے لحاظ سے مرد کا ختنہ واجب ہے اور عورت کا ختنہ پسندیدہ اور بہتر ہے[2]۔ اس اس مضمون کی ایک حدیث بھی ہے کہ مردوں کے لئے ختنہ سنت اور عورت کے حق میں پسندیدہ اور بہتر (مکرمہ) ہے[3]۔ دوسرے قول کے مطابق مردوں کی طرح عورتوں کے حق میں بھی ختنہ اسی طرح مشروع ہے[4]۔ چنانچہ امام شافعیؒ کے نزدیک مردوں اور عورتوں دونوں کا ختنہ یکساں طور پر واجب ہے[5]۔ البتہ لڑکے کے ختنے کو علانیہ اور لڑکی کے ختنے کو چھپا کر کرنا مسنون ہے[6]۔ البتہ اس کھینچ کر کاٹنے (خفض) کے سلسلے میں ایک رائے کے مطابق مشرق اور مغرب کی عورتوں کے درمیان فرق کیا گیا ہے۔ مغرب کی عورتوں میں چونکہ زائد چمڑا ابھرا ہوا نہیں ہوتا ہے جب کہ اسی کا کاٹنا مشروع ہے، اس لئے اسے کھینچ کر کاٹنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ مشرق کی عورتوں میں چونکہ اس کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے اسے کھینچ کر کاٹا جائے گا[7]۔ اس کی روشنی میں آج کے حالات میں دنیا کے مختلف خطوں کی صورت کے پیش نظر مقامی طور پر لڑکیوں کے ختنے کے مطلوبہ پسندیدہ طریقے کے سلسلے میں رائے قائم کی جا سکتی ہے۔

وجوب غسل کی مشہور حدیث۔

اذا التقی الختانان وجب الغسل[8] — جب مرد عورت دونوں کے ختنے ایک دوسرے سے مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

---

[1] المغنی لابن قدامہ: ۱/۸۶۔ [2] حوالہ سابق: ۱/۸۵۔

[3] حوالہ مذکور: ۱/۸۶۔ [4] حوالہ سابق۔

[5] شرح النووی مع المسلم: ۳/۱۴۸۔ دار الریان للتراث، القاہرہ (طبع جدید)

[6] فتح الباری: ۱۰/۳۴۳۔ طبع جدید، حوالہ بالا۔ [7] فتح الباری: ۱۰/۳۴۰۔ طبع جدید۔

[8] روایت کے یہ الفاظ مغنی کے ہیں: ۱/۸۶۔ الفاظ کے فرق سے یہ روایت مسند احمد، صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں ہے۔ ترمذی نے اپنی روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس کے الفاظ ہیں: اذا جاوز الختان الختان (باقی اگلے صفحہ پر)

سے پتہ چلتا ہے کہ صدر اسلام میں مردوں کی طرح عورتوں کے ختنے کا بھی عام رواج تھا۔ جس طرح مردوں کا ختنہ ہوتا تھا اسی طرح عورتیں بھی ختنہ کراتی تھیں[۱]۔ کوئی وجہ سمجھ میں نہیں کہ خاص طور پر سرجری کی ترقی کے اس دور میں اس سنت نبویؐ کو زندہ کیوں نہیں کیا جا سکتا۔

موئے زیر ناف کی صفائی

رشتۂ ازدواج کے اندر اسلام کس طرح بھرپور جنسی تسکین کا قائل اور اس کی راہیں تجویز کرتا ہے، اور سلف صالح کو بھی اس کا کس قدر لحاظ رہا ہے، اس کا اندازہ عورت کے موئے زیر ناف کی صفائی کے ایک جزئیہ سے ہوتا ہے۔ موئے زیر ناف کی صفائی میں مرد کی طرح عورت کے لئے بھی استرے اور ریزر کا استعمال (استحداد) مسنون ہے۔ حدیث میں اس کی صراحت ہے[۲]۔ اس پر قیاس کر کے کہا گیا ہے کہ نوچنے اور اکھاڑنے سمیت جس دوسرے طریقے سے بھی بالوں کو زائل کیا جا سکے، سنت کا منشا حاصل ہو جائے گا۔ ساتویں صدی ہجری کے مشہور شافعی امام نوویؒ م ۶۷۶ھ مرد کے حق میں مونڈنے (حلق) اور عورت کے لئے اسی نوچنے اور اکھاڑنے (نتف) کی افضیلت کے قائل ہیں۔ امام موصوف کی اس رائے پر اعتراض کی پہلی وجہ کہ اس سے عورت کو تکلیف اور نقصان ہوگا۔ دوسری وجہ جو اصل دلچسپی کی ہے یہ بیان کی گئی ہے کہ جنسی تسکین کے پہلو سے یہ چیز شوہر کے لئے بھی نقصان دہ ہے۔ اس لئے کہ اس کی وجہ سے مقام کے ڈھیلے پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے کہ تمام اطبار کے اتفاق سے نوچنے اور اکھیڑنے سے مقام ڈھیلا پڑ جاتا ہے[۳]۔ اسی وجہ سے بعض دوسرے لوگ عورت کے حق میں مونڈنے کی ترجیح کے قائل ہیں اس لئے کہ نوچنے اور اکھاڑنے سے

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیں:) وجب الغسل۔ نیل الاوطار: ۲۲۱/۱۔ صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ ہیں: اذا جلس بین شعبها الاربع ومس الختان الختان فقد وجب الغسل۔ صحیح مسلم جلد ۱۔ کتاب الحیض باب بیان ان الجماع فی اول الاسلام کان لا یوجب الغسل الا ان ینزل المنی وبیان نسخه وان الغسل یجب بالجماع۔

[۱] المغنی لابن قدامه: ۸۶/۱۔

[۲] فتح الباری: ۳۴۳/۱۰ طبع جدید، محولہ بالا۔

[۳] حوالہ سابق۔

مقام ڈھیلا پڑجاتا ہے[1] البتہ امام ابن عربی مالکیؒ م ۵۵۲ھ کا کہنا ہے کہ عورت اگر جوان ہو تو اس کے حق میں موئے زیر ناف کے بالوں کا نوچنا اور اکھاڑنا ہی اولیٰ ہے، اس لئے کہ اس کی وجہ سے نوچنے کے مقام پر گدازی اور ابھار پیدا ہوتا ہے جو شوہر کی بہتر جنسی تسکین کا باعث ہے، البتہ اگر عورت ادھیڑ عمر کی ہو تو اس کے حق میں مونڈنا ہی زیادہ بہتر اور مناسب (اولیٰ) ہے اس لئے کہ اس طرح کی عورت کے موئے زیر ناف کے اکھیڑنے کی صورت میں اس کے مقام کا ڈھیلا پڑنا ہی زیادہ قرین قیاس ہے[2] جس سے شوہر کی جنسی تسکین میں خلل اور اس طرح اس کے نقصان کا اندیشہ ہے۔

جوڑ کا نکاح

اسلام میں جوڑ کے نکاح کی ترغیب اور اس کی اجازت بھی اسی حقیقت کی مظہر ہے کہ دین فطرت کے نزدیک اولاد کی طلب اور اس کی ضرورت سے قطع نظر بذات خود جنسی زندگی کی خوشگواری اور فی حد ذاتہ جنس سے لطف اندوزی کسی بھی درجے میں ایسی کوئی چیز نہیں جس پر ناپسندیدگی یا ناگواری کا اظہار کیا جائے۔ اس کے برعکس اسلام نے جوڑ کے نکاح اور اس کی ترغیب اور اجازت دے کر اس کے مطلوب و مقصود ہونے کی صاف صراحت کر دی ہے۔ اسلام کو جوڑ کا نکاح پسند ہے اور وہ اسکی ترغیب دیتا ہے، بے جوڑ نکاح کو وہ ناپسند کرتا ہے۔ اور اپنے ماننے والوں کو اس سے بچنے اور دور رہنے کی تاکید کرتا ہے قرآن و سنت کی مختلف تصریحات و اشارات اس کے حق میں ہیں۔

جوڑ کے نکاح کے سلسلے میں بہت سی باتوں کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ اس کے اصطلاحی نام (کفارت) کی تفصیلات معلوم اور معروف ہیں[3]۔ انہی میں ایک چیز خوبصورتی اور حسن و جمال بھی ہے۔ شادی میں لڑکے اور لڑکی دونوں کا حق ہے کہ ان کا جوڑا جوڑ کے دوسرے اسباب

---

[1] حوالہ مذکور۔ [2] حوالہ سابق۔

[3] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری کتاب اسلام کا تصور مساوات، صفحات ۲۳۶ تا ۲۳۹۔ بحث کفارت مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی ۱۹۸۵ء

وعوامل کے ساتھ من پسند اور قبول صورت ہو۔ حدیث میں شادی میں جن چند چیزوں کا لحاظ رکھا جاتا ہے، ان میں حسن وجمال اور خوب صورتی کو شامل قرار دے کر[1] اس کی صراحت کر دی گئی ہے کہ لڑکا اور لڑکی دونوں کی یہ خواہش کہ ان کا ہونے والا شریک حیات حسن وجمال سے آراستہ اور انھیں ہر طرح سے قابل قبول اور پسندیدہ خاطر ہو جس سے طرفین کی ذہنی اور نفسیاتی تسکین کے علاوہ انکی بھرپور جنسی آسودگی اور اطمینان کا سامان ہو سکے یہ کوئی عیب اور برائی نہیں ہے۔ دوسرے موقع پر یہ فرمایا کہ شادی سے پہلے اپنے شریک حیات کو دیکھ لینا مناسب ہے کہ اس سے رشتۂ نکاح کی پائداری کا سامان ہوتا ہے[2]۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پسندیدگی اور مطلوبیت کی مزید صراحت فرما دی۔ کسی ناشائستگی کے شائبہ کے بغیر مرد وعورت دونوں کا حق ہے کہ وہ شادی سے پہلے اپنے ہونے والے جوڑے کے ہر پہلو سے قابل قبول ہونے کی یقین دہانی حاصل کریں۔ اسی طرح شادی کے بعد لڑکے اور لڑکی دونوں کے لیے طلاق اور علیحدگی کی بالکل جائز اور درست بنیاد ہے کہ شوہر یا بیوی ایک دوسرے کے لئے محض اپنی ظاہری شکل وصورت اور جنسی ناآسودگی کے پہلو سے قابل قبول نہیں ہے۔ مرد تو مرد عورت کو بھی یہ حق اور اختیار اسی طرح حاصل ہے۔ صدر اول کی تاریخ میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔

حضرت رفاعہ قرظیؓ کی بیوی کا مشہور واقعہ ہے۔ حضرت رفاعہؓ نے انھیں تین طلاقیں دیدیں تو ان کی شادی حضرت عبدالرحمٰن بن زبیرؓ سے ہوئی۔ انھیں اپنے دوسرے شوہر سے شکایت ہوئی کہ وہ ان کی بالکل برائے نام اور ناقابل لحاظ جنسی تسکین ہی کی اہلیت رکھتے ہیں۔ وہ اپنا مقدمہ لے کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کسی ناپسندیدگی اور ناگواری کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ ان کا مقدمہ سننے کے بعد آپ مسکرا دئیے ہر چند کہ انھوں نے لفظوں میں اس کا اظہار نہیں کیا لیکن یہ خاتون چاہتی تھیں کہ انھیں اپنے

---

[1] بخاری جلد ۲ کتاب النکاح، باب الاکفاء فی الدین، مسلم جلد ۴ کتاب الرضاع، باب استحباب نکاح ذات الدین۔

[2] ترمذی جلد ۱ ابواب النکاح، باب ماجاء فی النظر الی المخطوبۃ۔ نسائی جلد ۲ کتاب النکاح، باب اباحۃ النظر قبل التزویج۔

دوسرے شوہر سے فوری چھٹکارا مل جائے اور دوبارہ وہ حضرت رفاعہؓ کے پاس واپس چلی جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا۔ اور ان کی اس خواہش پر کوئی نکیر نہیں کی۔ البتہ چونکہ از روئے شرع عورت تین طلاق کے بعد اپنے پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح اسی صورت میں کر سکتی ہے جب کہ دوسرے شوہر سے اس کا ہلکے اور بالکل معمولی انداز ہی میں سہی پورا زن و شوئی تعلق قائم نہ ہو جائے، اس لئے آپؐ نے فرمایا کہ اپنے پہلے شوہر رفاعہ کے پاس تم دوبارہ واپس اسی وقت جا سکتی جب کہ دوسرے شوہر سے تمہارا ہلکا اور معمولی ہی سہی پورا جنسی تعلق قائم ہو جائے۔[1]

اس سے بھی زیادہ صریح واقعہ حضرت ثابت بن قیسؓ کی بیوی کا ہے۔ انھوں نے خدمت اقدسؐ میں حاضر ہو کر صاف لفظوں میں اعتراف کیا کہ دینی اور اخلاقی پہلو سے میرے لئے اپنے شوہر پر کسی جہت سے کلام کا کوئی موقع نہیں ہے۔ لیکن دوسرے اسباب سے ان کو ان سے سخت ناگوری تھی۔ اس لئے انھوں نے اندیشہ ظاہر کیا کہ شوہر کے حقوق میں کوتاہی کر کے اسلام میں رہتے ہوئے کہیں انھیں کفر کی چھوت نہ لگ جائے۔ ان کے شوہر نے انھیں مہر

---

[1] مسلم جلد ۲، کتاب النکاح، باب لا تحل المطلقة ثلاثا لمطلقها حتی تنکح زوجا غیرہ الخ۔ بخاری جلد ۲، کتاب الطلاق، باب اذا طلقها ثلاثا ثم تزوجت بعد العدة زوجا غیرہ فلم یمسها۔ موطا جلد ۲، کتاب النکاح باب نکاح المحلل وما اشبهه۔ نسائی جلد ۲، کتاب النکاح، باب النکاح الذی تحل به المطلقة ثلاثا لمطلقها نیز کتاب الطلاق، باب الطلاق للتی تنکح زوجا ثم لا یدخل بها۔ ایضا، باب طلاق البتة و باب احلال المطلقة ثلثا والنکاح الذی یحلها به۔ ان خاتون نے اپنی یہ شکایت بڑی بے باکی اور جرأت سے اور بالکل کھلے انداز میں اور بڑے صریح لفظوں میں رکھی تھی۔ یہاں تک کہ مجلس میں موجود بزرگ صحابہ کے لئے اس کا انگیز کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ مسلم حوالہ سابق۔ نیز فتح الباری: ۹/۷۷۳، ۳۷۷۔ ان کے دوسرے شوہر کو ان کا یہ دعویٰ تسلیم نہیں تھا۔ انھوں نے محاورے کے سخت الفاظ استعمال کرتے ہوئے فرمایا کہ میں بیوی کی بھرپور جنسی تسکین کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ اصلاً یہ عورت نافرمان ہے اور اس کا دل اپنے پہلے شوہر سے لگا ہوا ہے۔ اس کے لئے یہ مجھ پر الزام تراشی کر رہی ہے۔ فتح الباری: ۹/۳۷۶۔ نیز المغنی لابن قدامہ: ۷/۲۷۷۔

میں ایک پورا باغ دے رکھا تھا۔ چونکہ یہاں جدائی کا مطالبہ عورت کی طرف سے تھا اور مسئلہ کی رو سے یہ خلع کی صورت بن رہی تھی جس میں عورت کے لئے مہر کا واپس کرنا ضروری ہے۔

اس بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم انھیں ان کا باغ واپس کرسکتی ہو، جس کی واپسی ضروری ہے۔ انھوں نے رکے بغیر کہا: ہاں ہاں ضرور۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیسؓ سے کہا کہ اپنا باغ قبول کرو اور انھیں طلاق دیدو[۱]۔ روایت کی تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ خاتون گوری چٹی اور بہت خوب صورت تھیں جب کہ ان کے شوہر اتنے ہی بدصورت بالکل کالے کلوٹے اور پستہ قد تھے۔ انھوں نے اسلام میں رہتے ہوئے کفر کے اندیشے کا اظہار اسی وجہ سے کیا تھا کہ اپنی بڑھی ہوئی طبعی ناگواری کے باعث مبادا شوہر کی نافرمانی اور اس کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہو۔ اور انھیں اس کے لئے خدا کے حضور جوابدہی کرنی پڑے[۲]۔

اسی وجہ سے 'خیار عیب' اسلامی فقہ کی ایک مستقل بحث ہے۔ شوہر اور بیوی جو بھی عیب دار ہو، فریقین میں سے ہر ایک کو اختیار رہے کہ وہ رشتہ نکاح کو لوٹا دے اور اسے مسترد کردے۔ چنانچہ شوہر جن عیوب کی بنا پر نکاح کو لوٹا سکتا اور عورت سے چھٹکارا حاصل کرسکتا ہے اس میں اس کا پاگل پن، کوڑھ، برص اور شرمگاہ کی ایسی بیماری ہی نہیں ہے جس کی وجہ سے اس سے خاص زن وشوئی تعلق قائم کرنے میں رکاوٹ ہو، فقہا کی ایک جماعت کے نزدیک مرد عورت کے کالے ہونے، اس کے گنجے پن اور اس کی شرمگاہ اور منھ کی بدبو کی وجہ سے بھی رشتہ نکاح کو لوٹا سکتا اور عورت سے بالکل جائز طور پر چھٹکارا حاصل کرسکتا ہے[۳]۔ اسی طرح عورت جن عیوب کی بنا پر خلع کے ذریعہ مرد سے علیحدگی حاصل کرسکتی ہے اس میں مرد کا صرف نامرد (عنین)، بدھی (خصی) اور مقطوع الذکر

---

[۱] بخاری جلد ۲ کتاب الطلاق باب الخلع وکیف الطلاق فیہ۔ صحیح بخاری کے علاوہ یہ روایت ابوداؤد و نسائی میں بھی ہے اور اس کی صحت پر سب کا اتفاق ہے بدایۃ المجتہد: ۶۷/۲۔

[۲] فتح الباری: ۳۲۲/۹۔ [۳] بدایۃ المجتہد: ۵۱،۵۰/۲۔

(مجبوب) ہونا ہی نہیں ہے[1]۔ بلکہ اس سے ہٹ کر صرف اس بنا پر کہ عورت محض ظاہری شکل و صورت کی بنا پر مرد کو ناپسند کرتی ہے جس سے اس کی جنسی نا آسودگی کا خطرہ پیدا ہوتا ہے اور اپنی طبعی نفرت کی بنا پر وہ اس کا اندیشہ رکھتی ہے کہ اس کی وجہ سے وہ شوہر کے تئیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ حقوق کی ادائیگی سے قاصر رہے گی تو یہ بھی خلع کے ذریعہ ایسے شوہر سے چھٹکارا حاصل کرنے کی اس کے لئے بالکل جائز اور معقول بنیاد ہے۔ اور اس کی وجہ سے اس کے اوپر کوئی تنقید اور ملامت نہیں ہے[2]۔ جیسا کہ حضرت ثابت بن قیس رضی کی بیوی کے مذکورہ واقعہ کی تفصیل سے واضح ہے۔

قرآن نے اہل جنّت کی نعمتوں کے بیان میں بھی ایک سے زائد بار اس کا حوالہ دیا ہے کہ وہاں ان کو ملنے والی حوروں کی دوسری خصوصیتوں کے علاوہ ان کی ایک خاص خوبی یہ ہوگی کہ وہ اپنے شوہروں کی ہم عمر اور ان کے جوڑ کی ہوں گی۔ اور نعمتوں کی تکمیل کی اس ابدی قیام گاہ میں اس کے مکینوں کو بے جوڑ جنسی تعلق کے تکدر سے ہمیشہ کے لئے نجات ہوگی۔

انا انشأنٰهن انشاءً ۝ فجعلنٰهن ابکارًا ۝ عربًا اترابًا ۝ (واقعہ: ۳۵،۳۷)	ہم نے ان (حوروں) کو بہترین اٹھان پر اٹھایا ہے۔ تو ہم نے انھیں کنواریاں بنایا، شوہروں کے دلوں کو موہنے والیاں اور ان کی ہم عمر
ان للمتقین مفازًا ...... وکواعب اترابًا ۝ (نبا: ۳۱،۳۲)	بے شک (اللہ سے) ڈرنے والوں کے لئے (جنت میں) کامیابی ہے ... اور (ان کے لئے) ابھرے پستانوں والی عورتیں ہوں گی جو (شوہروں کی) ہم عمر ہوں گی۔

---

[1] بدایۃ المجتھد ۲/۵۱۔ المغنی لابن قدامہ ۷/۲۶۷۔

[2] المغنی لابن قدامہ: ۷/۵۱۔

نفل روزوں کی ممانعت

اسلام نے انسان کے داعیۂ جنس کا کتنا لحاظ رکھا ہے اور رشتہ ازدواج کی پابندی کے ساتھ بھرپور جنسی زندگی کی اس نے کتنی سہولتیں بہم پہنچائی ہیں اس کا ایک مظہر یہ ہے کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزے نہیں رکھ سکتی۔ نفلی عبادات کی دین میں جو اہمیت ہے معلوم ہے۔ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ نفلی عبادات کے ذریعہ بندے کو خدا سے وہ قربت و معیت میسر ہو جاتی ہے کہ خدا بندے کا کان ہو جاتا ہے جس سے کہ وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہو جاتا ہے جس سے کہ وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے کہ وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر ہو جاتا ہے جس سے کہ وہ چلتا ہے۔ اور بندہ اس سے جو چیز بھی طلب کرتا ہے، اس کی ہر مراد پوری کی جاتی ہے[1] نفلی عبادات میں نفل روزوں کا خاص مقام ہے۔ حدیث میں اس کی تفصیلات ہیں اور اس کے بڑے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو جنسی عدم تسکین کے بچانے کے لئے شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کو نفلی روزوں کی ممانعت کر دی۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تصوم امرأة وبعلها شاهد الا باذنه[2]

عورت روزہ نہیں رکھ سکتی جب کہ اس کا شوہر گھر پر موجود ہو سوائے اس کے کہ اس کی اجازت ہو۔

رمضان کے روزے مرد عورت دونوں پر یکساں فرض ہیں۔ اور یہ خدا کا حق ہیں جن کے سلسلے میں بندوں کی کسی مداخلت کا سوال نہیں ہے۔ لیکن اسے ہٹ کر شوہر گھر پر موجود ہو تو حدیث کی رو سے عورت کسی طرح کا نفل روزہ اس کی اجازت کے بغیر نہیں رہ سکتی

---

[1] بخاری جلد ۲۔ کتاب الرقاق، باب التواضع، نیز مسند احمد: ۶/۲۵۶۔

[2] بخاری جلد ۲۔ کتاب النکاح، باب صوم المرأة باذن زوجها تطوعا، ابوداؤد جلد ۱۔ کتاب الصیام، باب المرأة تصوم بغیر اذن زوجها۔

ہے حضرت صفوان بن معطلؓ کا واقعہ اس باب میں بہت مشہور ہے۔ ان کی بیوی دوسری نفلی عبادات کے ساتھ کثرت سے نفلی روزے رکھتی تھیں۔ حضرت صفوان جوان آدمی تھے جو زیادہ دیر بیوی سے دور نہیں رہ سکتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے بیوی کو نفل روزوں سے منع کرنا چاہا۔ وہ اپنی شکایت لے کر خدمت اقدسؐ میں حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفوان کی تصویب فرمائی۔ ارشاد ہوا:

لا تصوم امرأة الا باذن زوجها[1] — عورت اپنے شوہر کی اجازت کے ساتھ ہی (نفلی) روزہ رکھ سکتی ہے۔

روزہ فرض ہو کہ نفل اس کا وقت طلوع فجر سے سورج ڈوبنے تک ہے۔ اس کے بعد رات کا پورا وقت ہے جس میں شوہر بیوی سے مباشرت کر سکتا اور اس سے ہر طرح سے جنسی لطف و تسکین حاصل کر سکتا ہے۔ رمضان کی راتوں میں بھی اس کی پوری اجازت ہے۔ لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے علاوہ عام دنوں میں دن کے بارہ چودہ گھنٹے کے وقفے کو بھی جنسی تسکین کی محرومی کے ساتھ گوارہ نہ کیا۔ اور نفلی عبادات کے مقابلے میں آپؐ نے جنسی تسکین کو قابل ترجیح قرار دیا۔

عورت کی طرح مرد بھی اگر کثرت سے نفلی روزے رکھے اور دوسری نفلی عبادات میں مشغول ہو جس سے عورت کی جنسی تسکین کا حق مارا جاتا ہو تو اس کے لئے بھی ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ اس سلسلے میں حضرت ابو درداءؓ صحابی کا واقعہ بہت مشہور ہے جو دن میں کثرت سے نفلی روزے رکھتے اور راتیں تہجد اور نوافل میں گزارتے۔ یہاں تک کہ ان کے اس طرز عمل کی وجہ سے ان کی بیوی نے بن سنور کر رہنا چھوڑ دیا اور بالکل بجھی بجھی سی رہنے لگیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں یہ بات آئی تو آپؐ نے اس سے منع فرمایا۔ اور خدا کے حق کی ادائیگی کے ساتھ بیوی کے حقوق کی ادائیگی کی بھی اسی طرح تاکید فرمائی۔[2] نفلی روزوں ہی کا حکم رات

---

[1] ابوداؤد، حوالہ سابق۔

[2] بخاری جلد ۱، کتاب الصوم، باب من اقسم علی اخیہ لیفطر علیہ فی التطوع۔

کی نفلی نمازوں کا ہے۔ چنانچہ فقہ کی تصریحات کے بموجب عورت شوہر کی اجازت کے بغیر تہجد اور رات کی نفلی نمازوں میں اس طرح مشغول نہیں ہو سکتی جس سے شوہر کا حق مارا جائے۔ اس طرح رات میں کثرت سے جگنے اور اس کی تکان کی وجہ سے عورت کا حسن وجمال بھی متاثر ہوتا ہے جو شوہر کا حق ہے اور اسے اس سے محروم کرنا صحیح نہیں ہے۔ البتہ دوسری سنتوں اور واجب نمازوں خاص طور پر موکدہ سنتوں کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ ان کے سلسلے میں شوہر کو اپنی بیوی پر قدغن لگانے کا کوئی اختیار نہیں ہے[1]

طہارت ونظافت کا اہتمام

اسلام میں طہارت ونظافت کی جو اہمیت ہے معلوم ہے۔ حدیث میں اس کی ایک صورت وضو کو نصف ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے[2]۔ اس طہارت ونظافت میں جنسی تسکین کا بھی ایک پہلو ہے۔ اس کا تعلق حیض ونفاس سے فراغت کے بعد عورت کے غسل کے طریقہ سے ہے۔ حیض کا غسل کرنے والی عورت کے لئے مسنون ہے کہ وہ غسل کے بعد خوشبو سے ترکیا ہوا روئی یا کپڑے کا کوئی ٹکڑا یا ایسی ہی کوئی دوسری چیز اپنی اندام نہانی میں رکھ لے۔ نفاس سے فارغ ہونے والی عورت کے لئے یہ مستحب ہے۔ اس سلسلے میں اس کا حکم بھی وہی ہے جو حائضہ عورت کا ہے[3]۔ اس خوش بو کے استعمال کی بہت سی حکمتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک بات یہ کہی گئی ہے کہ اس سے عورت کے جلد حمل قرار پانے کا امکان پیدا ہوتا ہے۔ جو اسلام میں ازدواجی زندگی کا اولین واہم ترین مطلوب ومقصود ہے۔ صحیح اور راجح بات یہ ہے کہ اس کا اصل مقصود عضو مخصوص کی پاکی اور صفائی اور اس بدبو کا ازالہ ہے جو دوران حیض اس مقام سے خون کے جاری ہونے سے پیدا ہو جاتی ہے[4]۔ حیض کے بعد غسل کا یہ طریقہ

---

[1] رد المحتار مع الدر المختار: ۹۱۵/۲۔ المطبعۃ العثمانیہ، مصر ۱۳۲۴ھ۔

[2] مسلم جلد ۱۔ کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء۔

[3] شرح نووی للمسلم مع المسلم: ۱۵۰/۱۔ نیز: فتح الباری: ۲۸۵/۱۔

[4] شرح نووی للمسلم، حوالہ سابق۔ فتح الباری، حوالہ سابق۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاتون کو سکھایا جنھوں نے آپؐ سے یہ مسئلہ دریافت کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ...... اشارے اور کنائے کی زبان میں انھیں یہ مسئلہ سمجھایا، حضرت عائشہ صدیقہؓ نے الگ سے انھیں اس کی تفصیلات سے آگاہ کیا۔[1]

عبودیت و قربت خداوندی کے پہلو سے طہارت و پاکیزگی اسلام کا امتیاز ہے موجودہ تہذیب میں اس کا کوئی تصور نہیں ہے۔ جدید تہذیب بہت ہاتھ پیر مارنے کے بعد ابھی ستھرائی اور نظافت تک پہنچی ہے۔ لیکن واقعہ ہے کہ آج سے چودہ سو سال پہلے اسلام نے اسے بھی جس معیار بلند تک پہنچا دیا تھا، جیسا کہ مذکورہ تفصیل سے واضح ہے، جدید تہذیب آج بھی اس کی ہمسری تو کیا اس کے قریب بھی پہنچنے سے قاصر ہے۔ حیض و نفاس سے فراغت کے بعد طہارت کا یہ طریقہ اپنے اندر جنسی تسکین کا بھی سامان رکھتا ہے۔ خوشبو کا استعمال معلوم ہے صحت افزا ہے۔ ساتھ ہی یہ شہوت انگیز بھی ہے۔ پاکی کا یہ طریقہ ایک طرح سے عورت کے بناؤ سنگار کا جز ہے جس سے مرد کے لیے اس کی کشش میں اضافہ ہوتا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقے کی تعلیم دے کر بالواسطہ رشتہ ازدواج کے اندر بھرپور جنسی زندگی حوصلہ افزائی کی ہے۔ اور جنس Sex سے لطف اندوزی کے لیے فضا کو زیادہ سے زیادہ سازگار بنایا ہے۔

مباشرت ایک اچھی عادت

یہاں تک کہ اسلامی مفکرین نے مباشرت و مجامعت کو بذات خود ایک اچھی عادت قرار دیا ہے۔ پانچویں صدی عیسوی کے مسیحیت کے ترجمان سینٹ آگسٹائن نے تو جیسا کہ گزرا یہ کہا تھا کہ: "اولاد کی طلب کے بغیر عورت سے مقاربت جرم ہے"۔ لیکن سلف کے حوالہ سے ہمارے علامہ ابن قیمؒ م ۷۵۱ھ کا کہنا ہے کہ چند وہ اچھی عادتیں جنھیں آدمی کو کبھی

---

[1] بخاری جلد ۱۔ کتاب الحیض، باب دلک المرأۃ نفسھا اذا تطھرت من الحیض وکیف تغتسل و تاخذ فرصۃ ممسکۃ فتتبع بھا اثر الدم۔ نیز۔ باب غسل المحیض۔ مسلم جلد ۱۔ کتاب الحیض، باب استحباب استعمال المغتسلۃ من الحیض فرصۃ من مسک فی موضع الدم۔

نہیں چھوڑنا چاہیے ان میں سے ایک مباشرت اور مجامعت ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ جس کنویں سے پانی نہیں نکلتا وہ خشک ہو جاتا ہے[1]۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو کر نکاح کے مطلوبہ مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے، اس کے ان حدود و آداب کی رعایت کے ساتھ جس کی تفصیلات گزریں، آدمی جنس سے بھرپور طریقے پر لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ اسلام اس پر کوئی قدغن نہیں لگاتا نہ اس کے لئے کوئی رکاوٹ کھڑی کرتا ہے۔ بلکہ بوجوہ اس کی ترغیب دیتا اور اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ سلف میں ایسے لوگ گزرے ہیں جنھوں نے بہت سرگرم جنسی زندگی گزاری ہے۔ اور امت میں انھیں مرجعیت کا مقام حاصل ہے۔ سنن نسائی کے مصنف امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی م ۳۰۳ھ صحاح ستہ کے مصنفین میں سے ایک ہیں۔ ان کے حالات میں جہاں ان کی علمی امامت و سیادت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ وہ رات و دن کے بیشتر اوقات میں عبادت و ریاضت میں لگے رہتے تھے۔ حج اور جہاد کی پابندی ان کے معمولات میں تھی۔ صوم داؤدی، ایک دن کے ناغے سے مسلسل نفلی روزے کا وہ اہتمام رکھتے تھے۔ ساتھ ہی ان کے حالات میں ایک بات یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ:

وکان کثیر الجماع۔[2] اور وہ کثرت سے مباشرت کرنے والے تھے۔

ان کے چار بیویوں کے علاوہ دو لونڈیاں بھی تھیں۔ بیویوں کی طرح سے ان باندیوں کے لئے بھی ان کی طرف سے باری مقرر تھی[3]۔ سرگرم جنسی زندگی کی اسی ضرورت سے امام موصوف اپنی غذاؤں کا بھی خاص اہتمام رکھتے تھے۔ وہ کثرت سے عمدہ مرغ کا گوشت استعمال کرتے تھے جو خاص طور پر ان کے لئے خریدے جاتے اور انھیں اہتمام سے فربہ کیا جاتا تھا۔[4]

---

[1] زاد المعاد فی ھدی خیر العباد: ۲۴۹/۳۔ [2] ابن کثیر م ۷۷۴ھ، البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ: ۱۲۳/۱۱۔ مطبعۃ السعادۃ، مصر (بدون سنہ)

[3] حوالہ سابق۔ [4] شمس الدین ذہبی م ۷۴۸ھ/۱۳۴۸ء تذکرۃ الحفاظ: ۶۹۹/۲، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد دکن ۱۳۷۶ھ/۱۹۵۷ء، طبع ثالثہ۔

لسان الحق حضرت فاروق اعظم رضؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ کا شمار علماء صحابہؓ اور زہاد صحابہ میں ہوتا ہے۔ ان کے بارے میں آتا ہے کہ وہ روزے سے افطار کھانے کی کسی چیز سے پہلے مباشرت سے کرتے تھے۔ اسی طرح رمضان کے مہینے میں لبسا اوقات وہ عشا کی نماز سے پہلے اپنی تین باندیوں سے مباشرت کر چکتے تھے۔[1] صحابی رسولؐ حضرت عبداللہ بن عمر کے اس عمل کو چاہے ان کی روایتی شدت پسندی پر محمول کیا جائے۔ لیکن ان کے اس طرز عمل سے نفس مباشرت کے ایک اچھے اور پسندیدہ عمل ہونے میں کوئی شک اور شبہ نہیں ہوسکتا ہے۔

جنسی زندگی کا طویل وقفہ

اس کے علاوہ قرآن وحدیث کے مطالعہ سے ایک بات یہ بھی سامنے آتی ہے کہ اسلام جنسی زندگی کے وقفے کو زیادہ سے زیادہ طویل دیکھنا چاہتا ہے۔ حدیث میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی ہے کہ لڑکا جب بالغ ہوجائے تو اس کی شادی جلد کردینی چاہیئے[2] اور بلوغ کی اوسط عمر پندرہ سال ہے۔[3] قرآن کا ایک لطیف اشارہ بھی اس کے حق میں ہے۔ سورہ احقاف میں ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم کے بیان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ووصینا الانسان بوالدیہ	اور ہم نے انسان کو تاکید کی کہ وہ اپنے
احسانا حملتہ امہ	والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اس کی
کرھا ووضعتہ کرھا	ماں اس کے حمل کا بوجھ تکلیف سے اٹھاتی ہے اور
وحملہ وفصالہ ثلثون	اس کو تکلیف سے جنتی ہے۔ اور اس کے حمل اور
شھرا حتی اذا بلغ اشدہ	دودھ چھڑانے میں تیس ماہ لگتے ہیں۔ یہاں تک کہ

---

[1] احیاء علوم الدین: ۲۹/۲ محولہ بالا۔ [2] بیہقی فی شعب الایمان بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح جلد ۲۔ کتاب النکاح، باب الولی فی النکاح واستیذان المراۃ، فصل ثالث۔

[3] تفسیر ابن کثیر: ۱۵۷/۴ نیز تفسیر الجلالین ۶۷/۹، دارالمعرفۃ، بیروت، طبع اولیٰ ۱۴۰۳ھ۔

وبلغ اربعين سنة قال رب اوزعني ان اشكر نعمتك التي انعمت علي وعلي والدي وان اعمل صالحا ترضاه ۔۔۔۔۔۔ (احقاف: ۱۵)

جب وہ اپنی سمجھ کی عمر کو پہنچ جاتا ہے اور چالیس سال کو پہنچ جاتا ہے تو وہ دعا کرتا ہے کہ میرے رب مجھ کو توفیق دے کہ تیرے احسان کا شکر ادا کرسکوں جو کہ تو نے میرے اوپر اور میرے باپ کے اوپر کئے ہیں۔ اور یہ (توفیق ارزانی فرما) کہ میں نیک کام کروں جو تجھ کو پسند ہو۔۔۔۔۔۔

آیت کریمہ کے عبارۃ النص سے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم اور اس کے اشارۃ النص سے طویل جنسی زندگی کی مطلوبیت کا پتہ چلتا ہے۔ لڑکا چالیس سال کی عمر میں اپنے رب سے اس کے اپنے اوپر اور اپنے ماں باپ کے اوپر احسانات کی شکر گزاری کی توفیق کی دعا مانگ رہا ہے۔ جو اس کا اشارہ ہے کہ اس عمر میں اس کے ماں باپ بقید حیات ہوں۔ رب کے ساتھ ماں باپ کی شکر گزاری کا یہ صریح تقاضا ہے۔ سورۂ لقمان میں والدین کے حقوق کی ادائیگی کی تلقین اور خدا تعالیٰ کی شکر گزاری کے ساتھ والدین کی شکر گزاری کی تاکید کے بعد مشرک والدین کے سلسلے میں یہ فرما کر کہ اگر توحید کے مقابلے میں وہ اپنی اولاد پر شرک کے لئے دباؤ ڈالیں تو ان کی بات نہیں مانی جائے گی اور بندے کے حق کے مقابلہ میں خدا کے حق کو ترجیح دی جائے گی، قرآن نے والدین کی شکر گزاری کے ساتھ ان کے بقید حیات ہونے کی صراحت کر دی ہے:

ووصينا الانسان بوالديه حملته امه وهنا على وهن وفصاله في عامين ان اشكر لي ولوالديك الى المصير ۔ وان جاهداك على ان تشرك بي ما ليس لك به علم

اور ہم نے انسان کو تاکید کی کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے)۔ اس کی ماں کمزوری پر کمزوری اٹھا کر اس کے حمل کا بوجھ اٹھاتی ہے اور اس کا دودھ چھڑانا ایک سال میں ہوتا ہے۔ (نیز اسے حکم دیا کہ) تم میرے اور اپنے ماں باپ کے شکر گزار بنو۔ تم کو میرے ہی پاس پلٹ کر آنا ہے۔ اور اگر تمہارے ماں باپ تم کو اس بات پر

فلا تطعهما وصاحبهما فی الدنیا معروفا واتبع سبیل من اناب الیّ ثم الیّ مرجعکم فانبئکم بما کنتم تعملون ○

(لقمان: ۱۴، ۱۵)

مجبور کریں کہ تم میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو ساجھی ٹھہراؤ جس کے بارے میں تم کو کچھ پتہ نہیں ہے تو تم ان کی بات نہ مانو۔ البتہ دنیا میں (بدستور) ان کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرتے رہو اور ان کے راستے کی پیروی کرو جو میری طرف جھکنے والے ہوئے پھر تم سب کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ تو میں تم کو آگاہ کروں گا اس سے جو تم (دنیا میں) کرتے رہے تھے۔

حدیث میں اس امت کی اوسط عمر ساٹھ سے لے کر ستر سال کے درمیان بتائی گئی ہے[1]۔ اولاد کی طرف سے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا موقع خاص طور پر ان کی بڑھاپے کی عمر ہے جیسا کہ دوسرے موقع پر اس کی صراحت کر دی گئی ہے[2]۔ جو حدیث بالا کی رو سے یقیناً ساٹھ سال سے پہلے ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔ ساٹھ سال کے اس پاس آدمی کے سامنے اس کی اولاد چالیس سال کی ہو جائے یہ جبھی ہو سکتا ہے جب کہ اولاد کی شادی بیس برس کی عمر سے کچھ پہلے سترہ اٹھارہ برس کی عمر میں ہو جائے۔ اس کے ساتھ ہی قرآن وسنت کی تصریحات سے ثابت ہے کہ آخری عمر تک شوہر بیوی کے جنسی تعلق کے جاری رہنے میں کوئی حرج اور قباحت نہیں ہے۔ ہندوستان اور اس جیسے ملکوں کے رواج کے برعکس کہ ایک خاص عمر کے بعد ادھیڑ اور بوڑھی عمر کے مردوں اور عورتوں کے جنسی تعلق کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ مسلمان معاشرہ بھی اس برائی کے

---

[1] ترمذی جلد ۲۔ ابواب الدعوات، باب بلا ترجمہ ص ۱۹۴۔ قال الترمذی ھذا حدیث غریب حسن من حدیث محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانعرفہ الا من ھذا الوجہ وقد روی عن ابی ھریرۃ من غیر ھذا الوجہ۔

[2] اسراء: ۲۳، ۲۵۔

اثرات سے محفوظ نہیں ہے۔ اولاد کسی قدر سیانی ہو جائے اور باپ دوسری شادی کر لے تو اس کی برائی کی جاتی ہے اور بسا اوقات کھلے بندوں اس پر لعنت ملامت کی جاتی ہے۔ ایسی مثالیں بھی پائی جاتی ہیں کہ اولاد براہ راست باپ کے مقابلہ پر آجاتی ہے۔ اور اپنی دوسری ماں اور اس کی ہونے والی اولاد کی جانی دشمن بن جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بسا اوقات اس جرم کی پاداشس میں وہ باپ کو دیس بدر بھی کر دیتی ہے۔ اور اس کی زندگی ہی میں اس کے مکان اور جائداد پر قابض ہو کر دوسری بیوی سے ہونے والی اس کی اولاد کے لیے اس میں کوئی حصہ باقی نہیں رہنے دیتی ہے[1]۔

قرآن نے اولوالعزم انبیاء کے واقعات نقل کئے ہیں۔ جن کو بڑھاپے کی عمر میں معمول کے جنسی تعلق کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اولاد عطا کی۔ اس سلسلے میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام

---

[1] ان سطور کے لکھنے والے کی ذاتی معلومات ہیں۔ ادھیڑ عمر میں اپنی پہلی بیوی کی وفات کے کافی عرصہ بعد دوسری شادی کے جرم کے مرتکب دیندار مسلمان باپ کے ساتھ اس کے جوان باغی لڑکوں نے یہی سلوک کیا۔ اپنے آبائی گاؤں کو ترک کر کے بچارے کو سسرال میں پناہ لینی پڑی۔ موصوف کی دوسری بیوی سے بیٹے بیٹیاں دونوں ہیں۔ لیکن باپ کی موروثی جائداد میں شرکت کے لیے اپنے غضبناک اور بپھرے ہوئے بھائیوں کے مقابل میں کھڑے ہونے کا بھی ان کے ہاں کوئی تصور نہیں ہے۔ مزید حیرت کی بات یہ کہ روایتی طور پر یہ پورا دیندار گاؤں اس صورتحال پر پوری طرح مطمئن ہے اور کسی سمت سے اس کے سلسلے میں کوئی بے چینی اور اضطراب دیکھنے میں نہیں آتا۔ جب کہ بہت سے فقہا کے نزدیک جب کہ باپ اس کی ضرورت محسوس کرے، لڑکے کے لیے اس کی شادی کا انتظام کرنا لازم ہے۔ (المغنی لابن قدامہ: ۷/۵۸۷، ۵۸۸۔ مکتبۃ الجمہوریۃ العربیہ، مصر) جس کے لیے بشرط گنجائش اسے مجبور کیا جائے گا (المغنی: ۷/۵۸۲، حوالہ سابق۔ حنابلہ کی طرح حضرات حنفیہ کے یہاں بھی اگر باپ کو بیوی کی ضرورت ہو اور بیٹا مالدار ہو تو اس کے اوپر اپنے ایسے باپ کا نکاح کرنا واجب ہے۔ (فتاوی عالمگیری ۱۵۲/۲۔ کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند۔ نیز الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۹۲۷۔ مطبعۃ عثمانیہ (مصر) ۱۳۲۴ھ مالکیہ اور حضرات شوافع کے یہاں بھی بیٹے کے اوپر باپ کے اس حق کو اسی طرح تسلیم کیا گیا ہے۔ عبدالرحمن الجزیری: الفقہ علی المذاہب الاربعۃ: ۴/ مطبعۃ دار المأمون، القاہرہ، طبع اولیٰ ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۱ء۔

کی مثال سب سے نمایاں ہے۔ قرآن نے مختلف مقامات پر صراحت کی ہے کہ دونوں میاں بیوی بالکل بوڑھے ہو چکے تھے جب ان کو فرشتے کی طرف سے اولاد کی خوشخبری سنائی گئی۔[1] قرآن کے کسی اشارے سے یہ بات نہیں نکلتی کہ یہ اولاد انھیں معجزاتی طور پر عطا کی گئی ہو۔ جس کا مطلب ہے کہ یہ معمول کے زن وشوئی تعلق کا نتیجہ تھی۔ جس کی بڑھاپے اور بڑھی ہوئی عمر میں بھی انبیائی شریعت میں اسی طرح اجازت ہے جس طرح اس کی اجازت جوانی کے جوش وجذبے کے دنوں میں ہے۔

دوسرے جلیل القدر پیغمبر حضرت زکریا علیہ السلام کے سلسلے میں قرآن نے اور بھی کھلے لفظوں میں بیان کیا ہے کہ یہ میاں بیوی بالکل ہی بوڑھے اور اس عمر میں اولاد سے یکسر نا امید تھے۔ لیکن اسی عمر میں ان بزرگوں کو اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بشارت سنائی۔[2] دوسرے موقع پر قرآن نے صراحت کر دی کہ یہ اولاد انھیں کسی معجزاتی طریقے پر عطا نہیں کی گئی۔ بلکہ ان کی بیوی کو اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لئے تیار کر دیا تھا۔ اور وہ معمول کے زن وشوئی تعلق کے نتیجے میں وجود میں آئی تھی:

ووھبنا لہ یحییٰ و اصلحنا لہ زوجہ (انبیاء ۸۹)	اور ہم نے ان کو یحییٰ عطا کیا۔ اور ان کی (پیدائش) کے لئے ہم نے ان کی بیوی کو کارآمد بنا دیا۔

سب سے نمایاں مثال ہمارے آخری پیغمبر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ جنھوں نے روایات کے اختلاف سے اپنی زندگی میں کل گیارہ یا بارہ شادیاں کیں۔[3] اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ انتقال کے وقت آپؐ کے ہاں نو بیویاں تھیں۔ جن میں ایک کے علاوہ بقیہ آٹھوں کے یہاں آپ کی باری مقرر تھیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے انتقال کے بعد آپؐ کی دوسری تمام شادیاں پچاس سال کی عمر کے بعد ہوئیں۔ حدیث وسیرت کا

---

[1] سورۂ ھود: ۷۱، ۷۵۔ سورۂ ذاریات: ۲۸، ۳۰۔

[2] آل عمران: ۳۸-۴۱۔ مریم: ۲-۱۲۔ [3] زاد المعاد فی ھدی خیر العباد: ۱/۱۰۵-۱۱۳۔

[4] زاد المعاد: ۱/۱۱۴۔

کا ذخیرہ بھرا ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر کے آخری حصہ تک سرگرم جیسی زندگی گزاری اور بڑھاپے کی عمر میں بھی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے آپ کے معمول کے جنسی تعلقات سے بھرپور طریقے پر استوار اور برقرار رہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جسے نسائی نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعندہ تسع نسوۃ یصیبھن الا سودۃ فانھا وھبت یومھا ولیلتھا لعائشۃ[1]	رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو ان کے ہاں نو بیویاں تھیں اور ان میں سے ہر ایک سے آپ کے سرگرم جنسی تعلقات استوار تھے۔ سوائے ایک حضرت سودہ کے جنھوں نے اپنے دن اور اپنی رات سے حضرت عائشہ کے حق میں دستبرداری اختیار کر لی تھی۔

جہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑھی ہوئی قوت مباشرت کا سوال ہے تو معلوم ہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسری چیزوں کے ساتھ مجامعت و مقاربت کی قوت بھی تیس مردوں کے برابر عطا کی گئی تھی[2] جب کہ دوسری روایت میں یہ قوت تیس کے بجائے چالیس مردوں کے برابر بتائی گئی ہے[3]

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باجماع امت، امت میں سب سے افضل[4] آپ کے پہلے خلیفہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ جن کا وصال بھی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرح ترسٹھ سال کی عمر میں ہوا[5] آپ نے بھی اپنی زندگی میں یکے بعد دیگرے چار شادیاں کیں۔

---

[1] سنن نسائی جلد ۲۔ کتاب النکاح، باب ذکر امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وازواجہ وما اباح اللہ عزوجل لنبیہ۔

[2] زاد المعاد فی ھدی خیر العباد: ۱/۱۵۱۔

[3] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر للمناوی ۴/۹۹ موسسۃ قرطبہ، توزیع: دار احیاء السنۃ النبویۃ۔

[4] شرح العقائد النسفیۃ/ ۱۰۷، ۱۰۸۔ کتب خانہ رشیدیہ، دہلی۔

[5] ابوجعفر محمد بن جریر الطبری م ۳۱۰ھ: تاریخ الطبری، (باقی اگلے صفحہ پر)

دو شادیاں آپ کی زمانہ جاہلیت میں ہوئی تھیں، باقی دو اسلام لانے کے بعد ہوئیں۔ آخری شادی آپ کی حضرت حبیبہ بنت خارجہ انصاریہؓ سے ہوئی۔ دیکھنے کی بات ہے کہ آپؓ کے انتقال کے وقت یہ حمل سے تھیں۔ آپ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم آپ کی وفات کے بعد ان کے بطن سے پیدا ہوئیں[۱]

جنسی قوت کی بحالی اور اضافے کی بعض تدابیر

اس بحث کے آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مرد و عورت کی جنسی قوت کی بحالی اور اضافے کی بعض تدابیر کی بھی نشاندہی کر دی جائے جس سے کہ ایک مسلمان خاوند و عورت کو اپنی جنسی زندگی کو خوش گوار سے خوش گوار تر کرنے میں مدد ملے اور اس مقصد سے مروجہ غلط اور نقصان دہ چیزوں کے استعمال سے وہ اپنے کو محفوظ رکھ سکیں۔ اسلام میں حدود و آداب کی رعایت سے جنسی سرگرمی عبادت اور کار ثواب ہے اور اس کا آخری نقطہ مباشرت و مجامعت، جیسا کہ گزرا، ایک اچھی اور عمدہ عادت ہے تو مرد و عورت کے لیے اس کے اسباب کی فراہمی اور اس قوت کی بحالی اور اضافے کی تدابیر کا اختیار کرنا بھی اسی طرح عمدہ اور پسندیدہ اور کار عبادت اور کار ثواب ہوگا۔ معلوم ہے کہ عام حالات میں مرد و عورت کے لئے مباشرت کا عمل جائز ہے، لیکن مرد مرد کے اوپر اپنی عورت کی مناسب جنسی تسکین 'تحصین'، کے اس کے اوپر واجب ہونے کی نسبت سے[۲] دوسرے پہلو سے یہ اس کے اوپر فرض و واجب ہے۔ اسی کو پلٹ دینے سے اگر عورت کے اندر ایسی

(بقیہ گزشتہ صفحہ کا حاشیہ:-) تاریخ الرسل والملوک: ۲۰/۴ ۳/، دار المعارف قاہرہ، تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم ۱۳۶۴ھ/۱۹۴۴ء۔ نیز، ابو الحسن علی ابن ابی الکرم المعروف بابن الاثیر الجزری م ۶۳۰ھ: الکامل فی التاریخ: ۲۸۷/۲۔ دار الکتاب العربی، بیروت، طبعہ سادسہ ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء

[۱] تاریخ الطبری: ۲۵/۴ ۳/، ۲۶/۴۔ محولہ بالا، ایضاً: الکامل فی التاریخ: ۲۸۹/۲۔ طبع مذکور

[۲] تفصیل کے لئے اسی کتاب میں 'جماع کے آداب' میں جماع کے وقفہ کی بحث۔ نیز ہمارا رسالہ: پردیس کی زندگی اور اسلام' میں اسی عنوان سے بحث 'بیوی کا حق تحصین'، مطبوعہ مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی۔ بار اول ۱۹۹۰ء۔

کوئی کمزوری ہو جس سے مرد، مناسب جنسی تسکین نہ ہو پاتی ہو تو مرد کی طرح عورت کے لئے اس کمزوری کا ازالہ بھی اسی طرح واجب ہوگا۔ اس لئے کہ اصول ہے کہ جب ایک واجب کا حصول کسی چیز پر موقوف ہو تو اس کا حصول بھی اسی طرح واجب اور لازم ہو جاتا ہے: مالا یتم الواجب الا بہ فھو واجب[1]۔ اس سے خود بخود واضح ہے کہ عمر کے تقاضے یا کسی دوسری وجہ سے مرد و عورت کے اندر جنسی کمزوری یا اس پہلو سے کسی کمی کے احساس کی صورت میں اس کو ٹالنا، چھپانا یا نظر انداز کرنا کسی صورت میں مناسب نہیں ہے۔ مرد کے لئے اپنے تئیں تو یہ ذمہ داری ہے ہی عورت کی اس طرح کی کسی کمزوری کی صورت میں بھی دونوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ مل کر اس کے ازالے کے لئے فکر مند ہوں، نامطلوب حیا کے بند میں گرفتار ہو کر اپنی زندگی کو اجیرن نہ ہونے دیں۔ اور سماج اور معاشرے کی رضامندی کی سستی قیمت پر خدا تعالیٰ کی ناراضگی اور ناپسندیدگی کا سودا نہ کریں۔ ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے خود اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیلؑ سے قوت مجامعت کی شکایت کی۔ جس کے ازالہ کے لئے انھوں نے گیہوں اور گوشت سے تیار کئے گئے کھچڑے جیسے کھانے "ہریسہ" کی ترغیب دی۔ ساتھ ہی فرمایا کہ اس سے چالیس مردوں کے برابر قوت باہ پیدا ہوتی ہے[2]۔ جب کہ دوسری روایت میں آتا ہے یہ کھانا "ہریسہ" حضرت جبرئیلؑ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے جنت سے لائے تھے۔ اور اس کے کھانے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر چالیس مردوں کے برابر طاقت پیدا ہو گئی[3]۔ جس سے امت کے دوسرے

---

[1] تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۷۰۔ طبع مذکور۔ [2] محمد نصر الدین الالبانی: سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ: ۲/۱۸۱، مکتبۃ المعارف، الریاض ۱۴۰۸ھ، طبع اولیٰ۔

[3] حوالہ سابق/۱۸۱۔ علامہ البانی نے حسب روایت اپنے اس سلسلہ میں ان روایات کی نسبت سے سخت تنقید کی رخ کیا ہے۔ حوالہ مذکور صفحات ۱۷۹ تا ۱۸۳ صحیح بات یہ ہے کہ ان کے بعض طریقے مرسل ہیں تو دوسرے مرفوع جیسا کہ مصنف کے یہاں خود اس کی صراحت ہے۔ نیز یہ (باقی اگلے صفحہ پر)

افراد کی نسبت سے بھی حسب احوال جنسی قوت کے اضافے کی تدابیر کی پسندیدگی واستحباب کا ثبوت نکلتا ہے۔ عام افراد امت کے لئے اس سلسلے میں سب سے پہلے جو چیز لحاظ کرنے کی ہے وہ یہ کہ صحت کے عام اصولوں کی رعایت کے علاوہ جنسی قوت میں اضافے کا سب سے مناسب اور فطری ذریعہ بھی عمدہ اور مقوی غذاؤں کا استعمال ہے۔ اس مقصد سے عطائیوں اور نیم حکیموں کی طرف سے آلۂ تناسل پر لگانے اور ملنے کے جو بہت سے تیل اور پاوڈر وغیرہ فروخت کئے جاتے ہیں، نیز مردوں اور عورتوں کو بعض انجکشنس لگائے جاتے ہیں، وہ کسی فائدے کے بجائے اکثر وبیشتر نقصان کے موجب ہیں، جن سے دوسری طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ اسی طرح اس مقصد سے افیون یا شراب وغیرہ، شریعت میں حرام ہونے کے ساتھ، صرف وقتی جوش اور ہیجان پیدا کرتے ہیں۔ جب کہ ان کے کثرت استعمال سے آگے چل کر آدمی کے بالکل ہی نامرد Impotent. ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ ہمارے قدما کے یہاں قوت مردمی میں اضافے کے لئے چار چیزوں کے

(بقیہ گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) روایت متعدد طریقوں سے مروی اور اس کے دوسرے شواہد ہیں، جس کی علامہ مناوی کے یہاں بھی صراحت ہے۔ فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ۱/۹۹، ۱۰۰۔ محولہ بالا۔ اور حدیث کے مسلمہ اصول سے کثرت روایت سے اس کے مضمون میں قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ فیض القدیر میں اس موقع پر عام افراد امت کی نسبت سے مقوی باہ ادویہ وتدابیر کے استعمال کے عدم ندب واستحباب بلکہ اس کی کسی قدر نامطلوبیت وناپسندیدگی کی بات اس عموم کے ساتھ صحیح نہیں۔ عام حالات میں محض لطف ولذت کے مقصد سے چاہے صرف گنجائش ہو وہ بھی مطلق نہیں لیکن بیوی کے حق تحصین کی ادائیگی کے پس منظر میں جس کے امام غزالی قائل ہیں: احیاء: ۲/۵۰، محولہ بالا۔ یہ چیز مندوب ومستحسن ہی نہیں بلکہ بسا اوقات واجب ہو جاتی ہے۔ مخصوص فرد اپنے حالات میں بیوی کی مکمل جنسی تسکین سے قاصر ہو تو اس کے لئے ان تدابیر کا استعمال واجب اور ضروری ہے جس سے کہ وہ اپنے اوپر عائد ہونے والے اس واجب کی تعمیل کا حق ادا کر سکے۔ اس لئے کہ اصول ہے جیسا کہ گزرا، مالا یتم الواجب الا بہ فھو واجب۔

ف ۵ Sex Education for Teenagers. P. 64.65

استعمال کو مفید بتایا گیا ہے۔(۱) گورنے کا گوشت (۲) اطریفل کبیر (۳) پستہ (فستق) اور (۴) 'جرجیر' نامی سبزی جو پانی میں پیدا ہوتی ہے اور جسے ہماری اردو زبان میں 'ترمرا یا تارامیرا' بتایا گیا ہے۔[۲] جنسی کمزوری کے عام احساس کی صورت میں خارجی استعمال کے لئے ایک عمدہ، سادہ اور آسان چیز مباشرت سے قبل 'عضو' پر نرم ہاتھ سے دیسی گھی یا بالائی کی مالش ہے۔ غذا کی جنس سے اس موقع پر انڈے اور دودھ کا استعمال خاص طور پر مفید مطلب ہے۔ دودھ کے سلسلے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول کی صراحت روایات میں ہے۔ سیدہ عائشہؓ سے اپنی پہلی ملاقات کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی دودھ پیا، ساتھ اُن محترمہ کو بھی پیش کیا۔[۳]

حفظانِ صحت کے عام اصولوں کی رعایت، ساتھ ہی ان وقتی تدبیروں کے باوجود جنسی کمزوری کی صورت میں بلا تاخیر اہلِ حکیم اور ڈاکٹر کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے۔

اسی طرح عورت اگر کسی وجہ سے اپنے شوہر کی بھرپور جنسی تسکین عطا کرنے سے کمزوری کا شکار ہو تو اس کے لئے بھی یہ مسئلہ اسی طرح فوری توجہ کا طالب ہے۔ مرد کے اپنے تعاون اور مدد کے ساتھ خود اسے بھی امراضِ نسواں کی ماہر خواتین ڈاکٹروں سے بروقت رجوع کرنا چاہیے۔

---

[۱] احیاء علوم الدین: ۲/۲۰، بحوالہ بالا۔

[۲] حافظ ابن قیم نے اسغری چیز جرجیر کے بجائے 'خرّوب' زاد المعاد: ۴/۴۰۹، اردو میں اس کا ایک ترجمہ 'ترہ تیزک' کیا گیا ہے ڈاکٹر آفتاب احمد شاہ: آداب مباشرت/۷۶، ۱۴۱۵ھ ۱۹۹۴ء، لیکن اس کی صحیح نشاندہی ہنوز نہیں ہو سکی۔ [۳] پچھلے مضمون جماع کے آداب کا عنوان: 'تواضع و دلداری'

مانعِ حمل تدابیر کا مسئلہ

نظریہ جنس پر گفتگو میں مانع حمل تدابیر کا مسئلہ ہمیشہ سے بڑی اہمیت کا حامل رہا ہے، طب کی موجودہ ترقی کے دور میں اس کی اہمیت مزید بڑھ گئی ہے جدید تہذیب جس طرح جنس Sex کے دوسرے بے شمار معاملات و مسائل میں بے اعتدالی اور عدم توازن کا شکار ہے، مانع حمل تدابیر کے سلسلے میں اس کا رویہ بھی اسی بے اعتدالی اور عدم توازن کا مظہر ہے، چنانچہ آج یورپ کامیاب مانع حمل تدابیر کی ایجاد پر بغلیں بجا رہا ہے کہ اس کی بدولت اولاد اور ان کے مسائل کے جھنجھٹ سے نجات پاکر بے خوف و خطر جنس سے لطف اندوزی کے لئے اس کے لئے میدان صاف ہوگیا ہے۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ یورپ کے ملکوں میں شرحِ پیدائش خطرناک حد تک کم ہوگئی ہے۔ اولاد کی فطری ضرورت کو پورا کرنے کے لئے لے پالک اور دوسرے ذرائع سے ہندوستان اور تیسری دنیا کے دوسرے ملکوں سے کمسن بچوں کی درآمد کے ذریعہ اس کمی کو پورا کیا جارہا ہے۔[1]

---

[1] یہاں تک کہ اس طرح بچوں کی درآمد نے یورپ میں بچوں کے مستقل کاروبار کی صورت اختیار کرلی ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو" سہ روزہ دعوت نئی دہلی" یکم دسمبر ۱۹۸۸ء مطابق ۲۰ ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ جائزہ بعنوان "متبنّیٰ ہندوستانی بچے اور غیر ملکی سرپرست" اٹلی کا ایک گارڈن "انٹی مو" بچوں کے اس طرح کے کاروبار کا سب سے بڑا اور مشہور مرکز ہے۔ جہاں خوب صورت، تندرست اور معصوم بچوں کی خرید و فروخت کے علاوہ خوب صورت تندرست حاملہ عورتوں کو پیشگی رقم (بقیہ صفحہ آئندہ پر)

اسلام خدا کا آخری دین ہونے کے ناطے زندگی کے دوسرے تمام مسائل کی طرح اس مسئلہ کا بھی موزوں اور متوازن حل پیش کرتا ہے۔ وہ حالات کے تقاضے سے معقول حدود کے اندر مانع حمل تدابیر اپنانے کی اجازت بھی دیتا ہے اور جہاں اس طرح کی کوئی مصلحت کارفرما

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) دے کر یہ معاہدہ بھی کیا جاتا ہے کہ مستقبل میں ہونے والا بچہ پیشگی رقم دینے والے کے سپرد کیا جائے گا۔ اٹلی کے گوشے گوشے سے بے اولاد والدین اس بازار میں اکٹھا ہوتے ہیں، جہاں ایک بچہ کی نیلامی کی قیمت کم از کم پانچ لاکھ لیرا (ہندوستانی چالیس ہزار روپیہ) سے لے کر بارہ لاکھ لیرا تک ہوتی ہے۔ محتاط اندازے کے مطابق اس منڈی میں سالانہ کم سے کم ۵۰۰ بچوں کی نیلامی ہوتی ہے۔ اٹلی میں یہ کاروبار اس قدر بڑھ گیا ہے کہ دولت کمانے کے لالچ میں کچھ عورتیں ہر سال حاملہ ہو رہی ہیں اور ہر سال ایک بچہ کو پیشگی بیچ رہی ہیں۔ امریکہ اور یورپ کے دوسرے ممالک میں گود لینے کا جو رجحان بڑھ رہا ہے اس کے نتیجے میں بے اولاد جوڑوں کے جذبات جگا کر بیوپاری لوگ چاندی لوٹتے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق گزشتہ سال صرف امریکا میں ۲۰۵۰ جوڑوں نے قانونی یا غیر قانونی طریقے سے بچوں کو گود لیا۔ ملاحظہ ہو پندرہ روزہ تعمیر حیات، ندوۃ العلماء لکھنؤ ۲، دسمبر ۱۹۸۸ء مطابق ۱۴ رجمادی الاول ۱۴۰۹ھ۔ رپورٹ بعنوان: بچے جنم دینے سے پہلے بیچ دیا گیا۔ تازہ اطلاعات کے مطابق طویل خانہ جنگی کا شکار لبنان بھی بے اولاد مغربی جوڑوں کے لئے ایک اچھا مارکٹ ثابت ہو رہا ہے۔ جہاں بچوں کو گود لینے کے نام پر لبنانی دلالوں اور جعلساز ڈاکٹروں اور وکیلوں کی سازشوں سے باقاعدہ ان کی تجارت ہو رہی ہے۔ گود لینے کا خواہش مند مغربی جوڑا مختلف شکل وشباہت کے اعتبار سے ایک لبنانی بچے کی ۵ ہزار سے ۱۵ ہزار ڈالر تک قیمت ادا کرتا ہے۔ اس کاروبار میں صرف اس سال کے اوائل سے اب تک تقریباً چھ سو لبنانی بچوں کو غیر ملکیوں نے گود لیا جن میں سے کم سے کم پانچسو غیر ملکی جوڑوں کو لبنانی دلالوں کے توسط سے غیر قانونی طور پر فروخت کر دئے گئے۔ بحوالہ قومی آواز، نئی دہلی ۲۹ اکتوبر ۱۹۸۹ء مطابق ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ خبر بعنوان: لبنان بے اولاد مغربی جوڑوں کا سپر بازار، مغربی ممالک میں اس مقصد سے ایشیا، لاطینی امریکہ اور مشرقی یورپ کے مختلف ملکوں سے بچوں کی درآمد اور خرید وفروخت کی مزید تفصیل کے لئے دیکھئے مضمون "مغربی ممالک میں بچوں کی درآمد کا رجحان" تلخیص کردہ از جناب سید خورشید عالم۔ سہ روزہ دعوت نئی دہلی ۱۶ دسمبر ۱۹۹۱ء مطابق ۸ رجمادی الثانی ۱۴۱۲ھ۔

نہ ہو وہ اس کی زیادہ سے زیادہ حوصلہ شکنی کرتا اور اس سے بچنے اور دور رہنے کی تلقین کرتا ہے۔

صدرِ اوّل کا نمونہ

اسلام کے صدرِ اول میں منع حمل کا ایک ہی طریقہ معروف اور مروج تھا۔ عزل withdrawal یا Coitus interrupts, یعنی بیوی سے مقاربت کے وقت اس کے آخری لمحات میں مرد کا اپنی منی کو باہر خارج کرنا۔ اس سلسلے میں صحیح بخاری کی روایت ہے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:

کنا نعزل والقرآن ینزل۔[1]	ہم عزل کرتے تھے دریں حالیکہ قرآن کے نزول کا سلسلہ جاری تھا۔

ان ہی کی دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

کنا نعزل علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم والقرآن ینزل۔[2]	ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عزل کرتے تھے دریں حالیکہ قرآن کے نزول کا سلسلہ جاری تھا۔

اس کی وضاحت روایت کے ایک راوی حضرت سفیان بن عینیہؒ اس طرح کرتے ہیں:

لو کان شیئاً ینھی عنہ لنھانا عنہ القرآن۔[3]	اگر یہ کوئی ایسی چیز ہوتی جس سے منع کیا جانا ضروری ہوتا تو قرآن ضرور ہم کو اس سے منع کرتا۔

حضرت جابرؓ کی روایت میں مسلم کے الفاظ میں اس کی مزید صراحت ہے۔ فرماتے ہیں:

---

[1] بخاری جلد ۲۔ کتاب النکاح، باب العزل۔ مسلم جلد ۴۔ کتاب النکاح۔ باب حکم العزل۔

[2] بخاری حوالہ سابق۔

[3] مسلم، جلد ۴۔ کتاب النکاح۔ باب حکم العزل۔

كنا نعزل على عهد رسول رسول الله صلى الله عليه وسلم فبلغ ذالك نبى الله صلى الله عليه وسلم فلم ينهنا۔[1]

ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عزل کرتے تھے تو یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی لیکن آپ نے ہمیں منع نہیں فرمایا۔

یہ روایات منع حمل کی اس تدبیر (عزل) کے جواز کے سلسلے میں صریح ہیں۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کی ایک روایت سے بھی یہی بات سامنے آتی ہے۔ اس کے الفاظ ہیں:

ان رجلا قال یا رسول الله ان لی جاریة وانا اعزل عنها وانا اکره ان تحمل وانا ارید ما یرید الرجال وان الیهود تحدث ان العزل موؤدة الصغری قال کذبت یهود ولو اراد الله ان یخلقه ما استطعت ان تصرفه[2]

ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میری ایک لونڈی ہے اور میں اس سے عزل کرتا ہوں اور مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ وہ حاملہ ہو لیکن میں (اس سے) وہ ضرورت پوری کرنا چاہتا ہوں جو دوسرے تمام مردوں کو ہوتی ہے۔ جب کہ یہود یہ بیان کرتے ہیں کہ عزل چھوٹے پیمانے پر زندہ درگور کرنے کے برابر ہے۔ آپ نے فرمایا یہود جھوٹ کہتے ہیں۔ اگر اللہ کسی کو پیدا کرنا چاہے تو تم اسے (کسی صورت) روک نہیں سکتے۔

اس کے مقابلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری احادیث ہیں جن سے اس فعل کی حرمت و ممانعت کا اشارہ نکلتا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے صریح صحیح مسلم کی روایت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک موقع پر عزل کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔

ذالك الوأد الخفى۔[3]

یہ پوشیدہ طور پر زندہ درگور کرنے کے

---

[1] مسلم، حوالہ مذکور [2] ابوداؤد جلد ا۔ کتاب النکاح، باب ماجاء فی العزل۔ [3] صحیح مسلم، جلد ۴، کتاب النکاح، باب جواز الغیلة وکراهة العزل

برابر ہے۔

بعض دوسری روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انداز کلام کا بھی یہی منشار سمجھا گیا ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کی ایک روایت ہے، فرماتے ہیں:

سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن العزل فقال لا علیکم ان لا تفعلوا ذاکم فانما ھو القدر[۱]	نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا تمہارا کیا نقصان ہے اگر تم ایسا نہ کرو۔ اصل چیز تو قضاو قدر کا فیصلہ ہے۔

اس کے متعلق روایت کے ایک راوی محمد بن سیرین کہتے ہیں:

قولہ لا علیکم اقرب الی النھی[۲]	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمایا کہ "تمہارا کیا نقصان ہے اگر تم ایسا نہ کرو" ممانعت سے زیادہ قریب ہے۔

صحیح مسلم ہی میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی دوسری روایت ان الفاظ میں ہے:

قال ذکر العزل عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ومَا ذاکم قالوا الرجل تکون لہ المرأۃ ترضع فیصیب منھا ویکرہ ان تحمل منہ والرجل تکون لہ الامۃ فیصیب منھا ویکرہ ان تحمل منہ قال فلا علیکم ان لا تفعلوا ذاکم فانما ھو القدر[۳]	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عزل کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس کی مزید تفصیل کرو۔ لوگوں نے کہا آدمی کی عورت ہوتی ہے جو دودھ پلا رہی ہوتی ہے تو وہ اس سے اپنی جنسی خواہش پوری کرتا ہے لیکن وہ یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ حمل سے ہو اسی طرح آدمی کی لونڈی ہوتی ہے تو وہ اس سے اپنی جنسی خواہش پوری کرتا ہے لیکن اسے پسند نہیں کرتا کہ وہ حمل سے ہو۔ آپ نے فرمایا تمہارا کیا نقصان ہے اگر تم ایسا نہ کرو۔

۱،۲،۳۔ مسلم، جلد ۳، کتاب النکاح باب حکم العزل۔

اصل چیز تو قضا و قدر کا فیصلہ ہے۔

اس کے متعلق اس کے ایک راوی ابن عون کہتے ہیں کہ میں نے اس روایت کو حضرت حسن بصری کے سامنے بیان کیا تو انھوں نے فرمایا:

واللہ لکأنّ ھٰذا زجر[1] — خدا کی قسم اس سے تو زیادہ تر تنبیہ کا پہلو نکلتا ہے۔

عزل کا جواز

امام غزالی نے اس سلسلے کی تمام روایات کے استقصار اور اس کے متعلق علمار کے مختلف مسالک کا تذکرہ کرنے کے بعد جس رائے کو سب سے زیادہ صحیح قرار دیا ہے وہ یہ کہ یہ جائز ہے:

والصحیح عندنا ان ذالک مباح[2] — صحیح بات ہمارے نزدیک یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔

وہ روایات جن سے 'عزل' کی حرمت اور ممانعت کا اشارہ نکلتا ہے اور جن کی بنیاد پر علمار کی ایک جماعت اسے مکروہ کہتی ہے، اس ممانعت اور کراہیت کو وہ تنزیہ اور ترک فضیلت پر محمول کرتے ہیں۔ اپنے موقف کو مختلف دلائل سے مضبوط کرتے ہوئے آگے وہ اس سلسلے میں مزید فرماتے ہیں

ولیس ھٰذا کالاجھاض والوأد، لان ذالک جنایۃ علی موجود حاصل[3] — اور یہ بچے کو ختم کرنا اور اسے زندہ درگور کرنا نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس جرم کی صورت اس وقت بنتی ہے جب اس کا ارتکاب کسی زندہ اور موجود چیز کے ساتھ کیا جائے۔

آخر میں ایک مثال کے ذریعہ وہ اپنے موقف کی مزید تائید کرتے ہیں:

---

[1] صحیح مسلم حوالہ سابق   [2] احیاء علوم الدین ۵۲/۲

[3] حوالہ سابق۔

وكيفما كان فماء المرأة ركن في الانعقاد فيجري الماءان مجرى الايجاب والقبول في الوجود الحكمي في العقود، فمن اوجب ثم رجع قبل القبول لا يكون جانيا على العقد بالنقض والنسخ۔[1]	بات جو بھی ہو اصل یہ ہے کہ عورت کا مادہ بھی حمل کے استقرار میں ایک عامل ہے، اس مسئلہ میں مرد و عورت دونوں کے مادوں کی وہی حیثیت ہے جو حکم کے ثبوت کے لئے عقود و معاملات کے دائرے میں ایجاب و قبول کی ہوتی ہے تو جو شخص (اپنے طور پر) کسی عقد کو واجب کرے پھر (خود ہی) اس سے رجوع کر لے اس سے پہلے کہ دوسرا فریق اسے قبول کرے تو ایسا شخص اس عقد کی نسبت سے اسے توڑنے اور اسے ختم کرنے کا مجرم نہیں ہوگا۔

سورۂ بقرہ کی آیت کریمہ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ[2] الخ کی ایک تفسیر بھی یہی بیان کی گئی ہے:

قوله (نساؤكم حرث لكم) قال كيف شئت ان شئت عزلا اوغير عزل۔[3]	اللہ تعالیٰ کا قول کہ (تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں) فرمایا کہ تم (ان کے پاس) جیسے چاہو آؤ۔ مطلب یہ کہ چاہے عزل کرتے ہوئے آؤ یا بغیر عزل کے آؤ۔

فقہاء کی ایک جماعت کے نزدیک "عزل" مکروہ ہے۔ اس کی کراہت کی روایت حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کی گئی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بھی اس کی روایت کی جاتی ہے، اس کی وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اس سے افزائش نسل جو اسلام کا اہم ترین مقصود ہے، اس میں کمی واقع ہوتی ہے اور

---

[1] حوالہ مذکور [2] بقرۃ: ۲۲۳

[3] احکام القرآن للجصاص ۱/۱۶۰

بیوی کو مباشرت کی مطلوبہ لذت حاصل نہیں ہوتی ہے۔ جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کی پیدائش کے اسباب کو زیادہ سے زیادہ اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے[۱]۔ لیکن اس صورت میں بھی ضرورت کے تحت اس کی اجازت برقرار رکھی گئی ہے اور ضرورت کی جو تفصیل کی گئی ہے اس میں بڑی وسعت ہے۔ چنانچہ اس میں صدر اول کی اس عام ضرورت کے علاوہ کہ آدمی نے باندی سے شادی کی ہو اور اس ڈر سے کہ اس سے پیدا ہونے والی اولاد ماں کی طرف سے غلام ہوگی، اسے بارآور نہ ہونے دے یا مثلاً اسی طرح کی صورت حال کہ آدمی کی باندی ہو جس سے مقاربت کی اسے اجازت ہو لیکن ساتھ ہی اسے اس کو فروخت کرنے کی بھی ضرورت ہو اور اس کی وجہ سے وہ اسے حاملہ نہ ہونے دینا چاہے اس لئے کہ ام ولد باندی جو ماں ہو جائے پھر اس کا آقا اسے بیچ نہیں سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت علیؓ کے سلسلے میں روایت ہے کہ آپ اپنی باندیوں سے عزل کرتے تھے۔ البتہ اگر آدمی اس طرح کی کسی ضرورت کے بغیر عزل کرے تو اسے مکروہ کہا گیا ہے لیکن یہ حرام نہیں ہے۔ عزل کے جواز کی اسی طرح کی ضرورتوں میں ایک ضرورت اسے قرار دیا گیا ہے جو ہندوستان جیسے ملکوں کے لئے خاص اہمیت کی حامل ہے کہ دارالحرب میں ہو اور طبیعت کا تقاضا ہو کہ وہ اپنی بیوی سے مقاربت کرے۔ لیکن اس اندیشے سے کہ اولاد یا کثرتِ اولاد دارالحرب میں اس کے لئے مسائل پیدا کرے گی وہ بیوی کو بارآور ہونے نہ دے بلکہ عزل سے کام لے[۲]۔ دارالحرب کے مسائل سے ہٹ کر نفس الاطلاق زمانہ کے فساد کو بھی عزل کے جواز کے لئے مؤثر تسلیم کیا گیا ہے[۳]۔ یہاں تک کہ زمانہ کے فساد سے کثرت اولاد کے مسائل سے آدمی کامیابی سے عہدہ برآنہ ہو سکے اور اولاد کے بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو، آزاد عورت سے بھی اس کی رضامندی کے بغیر بھی آدمی عزل کر سکتا ہے[۴]۔

حضرات صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کی طرف سے ضرورت و عدم ضرورت

۱؎ المغنی لابن قدامہ ۲۳/۷ ۲؎ الدر المختار مع رد المحتار ۵۲۲/۲

۳؎ رد المحتار مع الدر المختار ۵۲۲/۲ ۴؎ رد المحتار مع الدر المختار ۵۲۱/۲

سے قطع نظر مطلق عزل کی رخصت اور اجازت کی روایت کی گئی ہے۔ یہ حضرات ہیں:
حضرت علیؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، زید بن ثابتؓ، حضرت جابرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت حسن بن علیؓ، حضرت خباب بن الارتؓ، اور تابعین میں سے حضرت سعید بن المسیبؒ، حضرت طاؤسؒ اور حضرت امام نخعیؒ، ائمہ ثلاثہ حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ اور حضرات حنفیہ کا بھی یہی مسلک بیان کیا گیا ہے[۱]۔ ابن قدامہ حنبلی نے اس موقع پر حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا ذکر نہیں کیا ہے۔ لیکن حنابلہ کے سرخیل علامہ ابن تیمیہؒ کا کہنا ہے کہ عزل کو اگرچہ علماء کی ایک جماعت نے حرام کہا ہے لیکن عورت کی اجازت ہو تو ائمہ اربعہ کا مسلک یہ ہے کہ یہ جائز ہے[۲]۔ عام طور پر مسئلہ بھی یہی ہے کہ آزاد عورت سے اس کی اجازت کے بغیر عزل کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ لونڈی سے اس کی اجازت کے بغیر عزل کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک روایت بھی ہے جسے حضرت عمر بن الخطابؓ سے امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے:

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يعزل عن الحرة الا باذنها[۳]

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ آدمی آزاد عورت سے اس کی اجازت کے بغیر عزل کرے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ مباشرت کی لذت آزاد عورت کا حق ہے اور باندی کو یہ حق حاصل نہیں ہے اگرچہ باندی کے بیوی ہونے کی صورت میں ایک بات یہ کہی گئی ہے کہ آزاد شوہر اس سے بھی عزل اس کی اجازت کے ساتھ ہی کر سکتا ہے[۴]۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت کو انزال عام طور پر مرد کے بعد ہوتا ہے۔ اسی لئے جماع کے آداب میں کہا گیا ہے کہ اپنی ضرورت پوری کر لینے کے بعد مرد کو چاہئے کہ بیوی کے ساتھ اسی حال میں کچھ دیر مزید

---

[۱] المغنی لابن قدامہ ۲۳/۷۔ [۲] فتاوی ابن تیمیہ ۳۲/۱۰۸۔

[۳] المغنی ۲۴/۷، فتح الباری ۹/۲۴۷۔

[۴] المغنی لابن قدامہ: ۲۴/۷۔

رکا رہے تاکہ وہ بھی اس سے اپنا حصہ وصول کرلے[1] جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

عزل کے محرکات

صدر اول کے اس عام محرک کے علاوہ کہ آدمی کی باندی ہوتی اور اس پر مالکانہ حقوق کی بقاء کے لئے اسے صاحب اولاد نہ ہونے دے کر اس سے عزل کرتا[2] یا مثلاً وہ اپنے حالات کے لحاظ سے آزاد عورت کے بجائے لونڈی سے شادی کرتا اور اس اندیشے سے کہ اس سے ہونے والی اولاد ماں کی طرف سے غلام ہوگی اس کے ساتھ عزل سے کام لیتا، عزل کے دوسرے دائمی محرکات بھی ہو سکتے ہیں۔ گو کہ ان محرکات کو ترک فضیلت پر محمول کیا جائے اور انھیں خلاف اولیٰ کہا جائے لیکن امام غزالیؒ صراحت کرتے ہیں کہ یہ محرکات کسی بھی دلیل سے ممنوع و محظور نہیں ہیں۔ جس طرح کہ مثلاً صدر اول کے اپنی لونڈی کو لونڈی باقی رکھنے کے محرک کو کسی بھی درجے میں ممنوع و محظور قرار نہیں دیا گیا۔[3] عزل کے ان دائمی محرکات میں بڑی وسعت ہے۔

۱۔ مرد عورت کے حسن و جمال اور اس کی گدازی جسم کو باقی رکھنا چاہتا ہے تاکہ وہ اس سے لمبے عرصے تک فائدہ اٹھا سکے یا عورت کی صحت یا دوسرے اسباب سے اسے اندیشہ ہو کہ وہ بچے کی پیدائش کا بوجھ نہیں اٹھا سکے گی اور اس کی جان خطرے میں پڑ جائے گی۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ عزل کے اس محرک کو بھی ممنوع و محظور قرار نہیں دیا جا سکتا۔

۲۔ اسی طرح کوئی شخص سمجھتا ہے کہ اولاد کی زیادتی سے اس کے لئے تنگی اور پریشانی میں بھی اسی قدر اضافہ ہوگا اس کو کمانے کے لئے زیادہ محنت کرنی پڑے گی اور کمائی کے غلط راستوں پر بھی پڑ جانے کا خطرہ ہے اس خطرے اور اندیشے سے بھی

---

[1] احیاء علوم الدین ۲/۵۰۔ [2] اس محرک کی مزید مثالوں کے لئے ملاحظہ ہو: بخاری جلد ۲۔ کتاب النکاح، باب العزل۔ مسلم جلد ۳۔ کتاب النکاح، باب حکم العزل۔ ابوداؤد جلد ۱۔ کتاب النکاح، باب ما جاء فی العزل۔ [3] احیاء علوم الدین: ۲/۵۲۔

اگر کوئی عزل کرتا ہے تو یہ منع نہیں ہے۔ اس لئے کہ پریشانی اور مسائل جتنے کم ہوں گے آدمی دین پر عمل اور اس کے تقاضوں کی ادائیگی بھی اسی کے مطابق زیادہ بہتر طریقے پر کر سکے گا یہ صحیح ہے کہ کمال اور فضیلت اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے اور اس کے وعدے پر اطمینان رکھنے ہی میں ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے:

وما من دابۃٍ فی الارض الا علی اللہ رزقھا۔[1] زمین پر کوئی ذی روح نہیں ہے جس کی روزی خدا کے یہاں سے مقرر نہ ہو۔

اس سے ہٹ کر آدمی کمال کے درجے سے گرتا اور فضیلت کو چھوڑتا ہے۔ لیکن یہی بات آگے کے حالات پر نظر اور ان کی پیش بندی، مال کو بچا کر رکھنے اور اسے جمع کرنے کے سلسلے میں کہی جا سکتی ہے۔ پس یہ چیز اگرچہ توکل کے اعلیٰ مطلوب درجے کے منافی ہے لیکن اسے ممنوع و محظور نہیں کہا جا سکتا ہے۔

۳۔ عزل کا ایک محرک یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آدمی لڑکیوں کی پیدائش سے ڈرتا ہو۔ اس لئے کہ ان کی شادی بیاہ میں خاص طور پر بڑے مسائل اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ بلاشبہ ایک فاسد محرک ہے اس کی وجہ سے اگر مطلق شادی ہی سے پرہیز کیا جائے یا شادی کر بھی لی جائے تو سرے سے مباشرت ہی نہ کی جائے تو ایسا کرنے والا شخص یقیناً گنہگار ہوگا۔ لیکن اس کی وجہ سے آدمی اگر شادی کو کچھ موخر رکھے یا کسی وقفے کے لئے مباشرت کو چھوڑے رکھے تو اس کی وجہ سے وہ گنہگار نہیں ہوگا۔ یہی بات عزل کے سلسلے میں بھی صادق آتی ہے۔

۴۔ بعض عورتوں کے مزاج میں ایک خاص طرح کی نفاست اور بلند آہنگی ہوتی ہے۔ دردزہ، نفاس اور بچے کو دودھ پلانے کے مراحل ان کے لئے بہت شاق ہوتے ہیں اور وہ ان سے زیادہ بچنا چاہتی ہیں۔ ماضی میں خوارج

---

[1] سورۂ ھود: ۶۔

کی عورتوں کا خاص طور پر یہ مزاج تھا۔ یہ محرک بھی اگرچہ ایک فاسد محرک ہے لیکن اسے بھی بالکلیہ ممنوع و محظور قرار نہیں دیا جا سکتا۔[1]

اس بحث میں دوسرے نصوص جن سے عزل کی ممانعت اور حرمت ثابت ہوتی ہے، امام غزالیؒ نے ان کا جواب دیا ہے اور انھیں ترک افضل اور کراہیت پر محمول کیا ہے۔[2] عزل withdrawal. یا Coitus interruptus. کا یہ نقصان اپنی جگہ ہے کہ اس کے نتیجے میں زوجین کی بھرپور جنسی تسکین نہ ہو کر وہ ایک طرح کی الجھن اور اضطراب کا شکار ہوتے ہیں۔ مزید برآں منع حمل کی یہ تدبیر بہت زیادہ کامیاب اور قابل اعتماد بھی نہیں ہے۔[3]

---

[1] احیاء، حوالہ سابق ۔ دور جدید میں جواز عزل کی اسی طرح کی ایک مصلحت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ شوہر و بیوی جائز اور ضرورت کے سال چھ ماہ کے لیے سفر میں، جب کہ بیوی کے ساتھ سفر ہمارے پیغمبر فداہ اروا حنا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ سفر کی ناگزیر زحمتوں اور دشواریوں کے پیش نظر، نکاح کے ایک مقصد تسکین جنس پر اکتفا کر کے اس کے دوسرے مقصود افزائش نسل سے بچنا چاہیں۔ دور حاضر میں اس کی دوسری نمایاں مثال تعلیم کے پیچیدہ مسائل سے نبرد آزما شادی شدہ جوڑے کی ہے۔ جو اپنے حالات کے تقاضے سے اس عرصے میں اولاد کے مسئلے سے بچنا چاہے۔ امام غزالی کی بیان کردہ جواز عزل کی مذکورہ مصالح کی روشنی میں اس طرح کی مصلحتوں کو بھی اس مدت میں شوہر و بیوی کی باہمی رضامندی سے، عزل یا منع حمل کی اس جیسی کسی دوسری عارضی تدبیر پر عمل کے جواز میں موثر ہونا چاہیے۔ اور اس کی اسی طرح اجازت اور گنجائش ہونا چاہیے۔ عارضی منع حمل کی متقاضی ایسی ہی دوسری امکانی صورتوں کو بھی اسی پر قیاس کیا جانا چاہیے۔

[2] حوالہ مذکور

[3] Sex Education for Teenagers. P. 110. اپنے موثر ہونے میں اس سے بھی کمزور معاملہ مخصوص ایام میں عورت سے مباشرت کے طریقے safe Period method. کا ہے جس کے مطابق شوہر اپنی بیوی سے مباشرت و مجامعت کا تعلق ماہواری سے آگے (بقیہ صفحہ آئندہ)

جدید مانع حمل تدابیر

گزشتہ ادوار میں جیسا کہ اشارہ گزرا، منع حمل کی عام اور مروج صورت 'عزل' بیوی سے مقاربت کے وقت مادہ منویہ کو اس کی شرمگاہ سے باہر گرانے کی تھی۔ موجودہ دور میں سائنس ٹکنالوجی اور طب وسرجری کی ترقی سے منع حمل کی نت نئی ترقی یافتہ صورتیں ایجاد ہو گئی ہیں اور ان کا استعمال غیر معمولی طور پر بڑھ گیا ہے۔ مشرق ہو کہ مغرب درجات کے فرق سے ان کا ہر جگہ یکساں چلن ہے۔ اسپتالوں اور شفاخانوں میں اس مقصد سے ان کے الگ شعبے قائم ہیں۔ حکومت ریڈیو، ٹیلی ویژن اور ابلاغ عامہ کے دوسرے ذرائع سے پوری قوت سے ان کا پرچار کرتی اور ان کے اختیار کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ اور عوام الناس کے لئے ان تدابیر کو اپنانے کے نت نئے محرکات اور داعیات فراہم کرتی ہے۔ اس وقت ہندوستان کی حد تک منع حمل کی جو تدابیر خاص طور پر مشتہر کی جا رہی ہیں وہ تین ہیں۔

۱۔ نرودھ ۲۔ کاپرٹی ۳۔ اورل پلس (کھانے کی گولیاں)۔

منع حمل کی دوسری جدید تدابیر کو بھی انہی پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔

نرودھ جسے کانڈم بھی کہا جاتا ہے، منع حمل کی یہ تدبیر 'عزل' سے سب سے زیادہ مشابہ ہے۔ حکومتوں کی غیر معمولی دل چسپی سے ربر کے انتہائی ملائم، باریک اور مہین کانڈم کی بہتر اور اعلیٰ کوالٹی ہر جگہ دستیاب ہے۔ بغیر ہوا بھرے لمبے غبارے کی شکل کا یہ مخصوص غبارہ، مباشرت سے قبل مرد اسے اپنے اکڑے ہوئے عضو تناسل پر اسی طرح چڑھا لیتا ہے جس طرح کہ پاؤں پر موزہ اور ہاتھ پر دستانہ چڑھا لیا جاتا ہے۔ اس صورت میں عضو تناسل کے مکمل طور پر ڈھک جانے کے باعث مباشرت میں مرد کی منی عورت کی اندام نہانی کے بجائے اسی کانڈم میں گرتی ہے اس لئے حمل قرار پانے کا ۹۹ فی صد اندیشہ ختم ہو جاتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اور پیچھے کے کچھ خاص دنوں میں قائم کرتا ہے۔ باقی دنوں کو اس مقصد سے غیر محفوظ unsafe. تصور کرتے ہوئے وہ ان میں اپنی بیوی سے مقاربت کرنے سے پرہیز کرتا ہے۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ سابق صفحات ۱۱۰ تا ۱۱۲

منع حمل کے استعمال میں یہ سب سے آسان اور خرچ کے اعتبار سے سب سے سستا اور کامیاب طریقہ ہے۔ اسی لئے منع حمل کی دوسری تمام تدبیروں کے مقابلہ میں اس کا استعمال سب سے زیادہ ہے۔ امریکہ جیسے ملکوں میں شادی شدہ جوڑوں کا چوتھائی حصہ منع حمل کے لئے کانڈم کا استعمال کرتا ہے جب کہ برطانیہ کے لوگوں میں اس کا اوسط اس سے بھی زیادہ ہے۔ ہندوستان میں بھی منع حمل کے لئے استعمال ہونے والی چیزوں میں سب سے زیادہ بکری اسی کی ہے۔[۱]

منع حمل کے سب سے سستے اور آسان طریقے سے قطع نظر نرودھ یا کنڈوم کا ایک دوسرا فائدہ بھی ہے، سرعت انزال کے بیمار مردوں کے لئے اس کا استعمال کافی مفید رہتا ہے اس لئے کہ اس کی وجہ سے عضو تناسل پر رگڑ کم ہونے سے مرد کی مدت انزال بڑھ جاتی ہے۔ اگرچہ بعض دوسرے پہلوؤں سے اس کے اندر کمی اور نقص بھی ہے۔ کنڈوم چونکہ عضو تناسل اور اندام نہانی کے درمیان پردہ بن جاتا ہے اور وہ براہِ راست آپس میں چھو نہیں پاتے اس لئے فطری مباشرت کی لذت بہت کم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اعصابی کمزوری اور کم شہوانی قوت کے مردوں کے لئے کنڈوم کا استعمال بہتر نہیں، اس سے ان کے عضو تناسل کی قوت سرے سے ختم ہو سکتی ہے۔[۲] البتہ کنڈوم کے فوائد میں سے ایک بات یہ ہے کہ آتشک اور سوزاک جیسے مباشرت و مجامعت سے ایک دوسرے میں منتقل ہونے والے امراض[۳] Sexually transmitted disease. S.T.D. یا V.D. Venereal disease. کے لئے یہ اچھے مزاحم کا کام دیتا ہے۔ ساتھ ہی ایک کنڈوم صرف ایک ہی بار استعمال کے لئے ہوتا ہے۔ کنڈوم کی بعض قسمیں چکنی اور خوشبودار

---

[۱] ماڈرن برتھ کنٹرول (اردو) از حکیم خاں، ص ۵۸، ۵۹۔ بیسویں صدی پبلیکیشنز (پرائیوٹ) لیمٹڈ، دریا گنج، نئی دہلی۔ اسی مصنف کے بقول امریکہ میں ضرورت کی عام چیزوں میں کانڈم کی اوسط بکری ۷: ۱ ہے۔ حوالہ سابق، ص ۵۹۔

[۲] حوالہ المذکور، ص ۶۳۔

[۳] ان امراض کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: Sex Education for Teenagers. p. 89-98..

ہوتی ہیں جس سے جنسی عمل کے لطف ولذت کو مزید بڑھایا جا سکتا ہے۔ نیز مجامعت کے آخری لمحات Orgasm. کے بعد عضو کو باہر نکالتے وقت کنڈوم کو ایک یا دو انگلی کے سہارے سے پکڑے رہنا مناسب ہے۔ اس لئے کہ بصورت دیگر عضو تناسل کے سکڑ جانے کے سبب وہ عورت کے عضو مخصوصہ میں پھسل کر رہ جانے سے مسائل پیدا کر سکتا ہے۔[1]

۲۔ منع حمل کی دوسری تدبیر اورل پلس (کھانے کی گولیوں) کا معاملہ عزل سے بھی ہلکا ہے۔ اگرچہ دوسرے پہلوؤں سے اس کا نقصان زیادہ ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ یہ کافی مہنگی پڑتی ہیں۔ ماہواری شروع ہونے کے پانچویں دن سے انھیں کھانا شروع کیا جاتا ہے اور متواتر بیس دن تک ایک ایک گولی روزانہ صبح سویرے کھانی پڑتی ہے۔ اگر بیچ میں ایک دن کا بھی ناغہ ہو جائے تو دوا کی کامیابی مشکوک ہو جاتی ہے۔ بیس دن کے بعد کھانا بند کر دیا جاتا ہے۔ اور اگلی ماہواری کے پانچویں دن پھر کھانا شروع کر دیا جاتا ہے۔ یہ گولی اوسطاً ایک گولی ایک روپیہ سے کم نہیں پڑتی ہے۔[2] دوسرے ان کے متصل اثرات side effects. کافی خراب ہوتے ہیں۔ جدید تحقیقات کی رو سے مانع حمل گولیوں کا امراض قلب سے بڑا قریبی تعلق ہے۔ مزید برآں اس کی وجہ سے خون میں چربی کی مقدار خطرناک حد تک کم ہو جاتی ہے۔[3] اس مقصد کی مختلف گولیوں کی مزاج سے موافقت نیز بعض مخصوص امراض کی شکار عورتوں کے لئے ان میں سے بعض کی عدم موافقت کے لئے ڈاکٹر کی مراجعت ضروری ہے۔ اسی طرح پیچیدگیوں سے بچنے کے لئے چالیس سال سے اوپر کی عمر کی، بیڑی سگریٹ پینے والی ذیابیطس کی شکار، ہائی بلڈ پریشر، پیلیا Jaundice. عارضہ قلب نیز سر کے شدید درد کی بیمار وہ عورتیں جن کی ماہواری منضبط نہ ہو،

---

[1] حوالہ سابق ص ۱۱۲، ۱۱۳۔

[2] ماڈرن برتھ کنٹرول صفحات ۱۱۴، ۱۱۵۔

[3] کھانے کی ان مختلف گولیوں اور ان سے متعلق مزید تفصیل کے لئے Sex Education p 114-118.

ان کے لئے کھانے کی ان گولیوں کا استعمال نہ کرنا ہی مناسب ہے۔[1]

۲۔ کاپرٹی سابقہ لوپ کی ترقی یافتہ صورت، منع حمل کی اس تدبیر کو I.U.C.D. یا intera uterine Contraceptive device. کہا جاتا ہے۔ کاپرٹی جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے یہ تانبے یا پلاسٹک کا انگریزی T کی شکل کا ایک آلہ ہوتا ہے جسے عورت کی بچہ دانی میں فٹ کر دیا جاتا ہے۔ اس سے متصل ایک چھوٹا دھاگہ ہوتا ہے جو عورت کی اندام نہانی Vagina میں قدرے باہر نکلا ہوا ہوتا ہے۔ بعد میں اسی دھاگہ کی مدد سے یہ کاپرٹی نکال دی جاتی یا اس کی جگہ دوسری فٹ کر دی جاتی

---

[1] لندن کے روزنامہ ٹائمز کی رپورٹ بحوالہ سہ روزہ دعوت نئی دہلی۔ ۲۸ نومبر ۱۹۸۹ء مطابق ۱۷ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ۔ ہندوستان میں رعایتی داموں پر دستیاب نئی مانع حمل گولی مالاڈی Mala D. کافی سستی کل ۲ روپیہ ماہوار خرچ کی ہے۔ اس کے استعمال کو بعض دوسری چیزوں کے علاوہ پیڑو کی سوجن، رحم کے کینسر اور پستانوں سے متعلق ہلکی بیماریوں کے خطرے کو کم کرنے میں بھی معاون بتایا جاتا ہے۔ دیکھئے: روزنامہ قومی آواز نئی دہلی ۱۰ نومبر ۱۹۸۹ء مطابق ۹ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ۔ ہندوستانی بازار میں جلد ہی ایک ضبط تولید کی ایسی ہی ایک نئی گولی "سہیلی" اور "چھوٹی" ہے۔ ادویہ سے متعلق ہندوستان کے سرکاری تحقیقی ادارے سنٹرل ڈرگ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی ایجاد کردہ اس نئی اور محفوظ دوا کی خصوصیت اس میں کسی قسم کے ہارمون کا عدم استعمال اور اس کے مابعد مضر اثرات کے نہ ہونے کی توقع ہے۔ تجربات سے ظاہر یہ انتہائی موثر اور محفوظ دوا چھاتی کے ایڈوانس کینسر میں بھی مفید ہے۔ روزنامہ قومی آواز، نئی دہلی۔ ۲۰ فروری ۱۹۹۱ء مطابق ۴ شعبان ۱۴۱۱ھ۔ بی بی سی لندن کی اطلاع کے مطابق امریکہ میں اس مقصد سے ایک کیپسول ایجاد ہوا ہے۔ جس کی ایک تعداد مقامی سن کرنے کے عمل Local anaesthesia کے ذریعہ عورت کے بازو میں پیوست کر دی جائے گی جس سے پانچ سال کی مدت کے لئے وہ بار آور ہونے کے خطرے سے محفوظ ہو جائے گی۔ مذکورہ دواؤں کی طرح اس کیپسول کو بھی مابعد مضر اثرات سے محفوظ بتایا گیا ہے۔ جے این گپتا اور ودیا بھوشن کی مذکورہ کتاب "سکس ایجوکیشن فاؤنڈیشن ایجرس" میں اس کا تذکرہ پہلے سے موجود ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب مذکور صفحہ ۱۱۸۔

ہے۔ اس باریک دھاگے کی وجہ سے مباشرت میں کوئی زحمت نہیں ہوتی ہے۔ اختتام ماہواری کے فوراً بعد فٹ کیا جانے والا یہ آلہ ان دونوں منع حمل کی سب سے مقبول ترین تدبیر تصور کیا جاتا ہے۔ عام حالات میں اسے لگانے اور نکالنے کے دونوں عمل میں کوئی خاص تکلیف نہیں ہوتی ہے۔ اس کے لئے عورت کو بیہوش کرنے اور معمول کی صورت میں اسپتال میں داخل کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ کاپرٹی ایک بار لگ جائے تو بالعموم وہ دو سال کے لئے کافی ہوتی ہے، جس کے بعد اس کی جگہ نئی کاپرٹی لگائی جانی چاہیئے۔ ایسی عورت کو ہر چھ ماہ بعد ڈاکٹر سے مراجعت کرتے رہنا چاہیئے۔ اگرچہ بسا اوقات اس مراجعت کے بغیر بھی ایک کاپرٹی تین چار سال کے لئے کفایت کر جاتی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ ایسی عورت کے پیٹ میں کبھی کبھار مروڑ اور اینٹھن کی شکایت رہتی ہے۔ اسی طرح ماہواری کے دوران خون زیادہ مقدار میں نکلتا ہے۔ مزید I.U.C.D. کا یہ طریقہ ان عورتوں کو استعمال نہیں کرنا چاہیئے جن کے ہنوز بچے نہ ہوئے ہوں۔[ل]

منع حمل کی یہ تدبیر کسی قدر زحمت طلب ہونے کے باوجود کہ اس کے لئے اس کے خاص کلینکس کی طرف مراجعت ضروری ہے، موجودہ حالات میں مختلف پہلوؤں سے سب سے بہتر اور مناسب معلوم ہوتی ہے۔ مرد کی بھرپور جنسی تسکین میں اس کی وجہ سے کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ مباشرت کے وقت عورت کو کوئی خاص احتیاطی تدابیر بھی اختیار نہیں کرنی پڑتیں۔ اس سے عورت کے ماہواری نظام میں تھوڑا سا خلل ضرور رہتا ہے، اسی طرح گھر کے کام کاج میں بھی اسے نسبتۃً احتیاط سے کام لینا پڑتا ہے۔ لیکن منع حمل کی بڑی تکلیف سے جس سے بچنا بسا اوقات عورت کی واقعی ضرورت ہوتی ہے، اس کی بدولت غالب احوال میں اس کو اس سے نجات ملی رہتی ہے۔ اپنی اس حیثیت میں منع حمل کی یہ عمل سے ترقی یافتہ اور اس کے آگے کی تدبیر ہے۔

منع حمل کی اسی سے ملتی جلتی ایک تدبیر ڈوشنگ، ڈوش لینے کی ہے، یعنی کہ مباشرت

ل Sex Education for Teenagers. P 119.

کے بعد مختلف طریقے اپنا کر عورت اپنے طور پر اپنے اندام نہانی کی صفائی کرلے۔ اسی طرح منع حمل کی بعض دیسی تدابیر بھی ہیں۔ عورت اپنی اندام نہانی میں اسپنج یا اسی طرح کی دوسری چیزیں رکھ کر مباشرت کے وقت مرد کے مادہ کو اندر پہنچنے سے روکنے کی کوشش کرتی ہے۔[۸۵] لیکن منع حمل کے یہ طریقے اول تو بہت دشوار طلب ہیں، دوسرے ان کی کامیابی بھی بہت حد تک مشکوک رہتی ہے۔ اسی لئے موجودہ حالات میں اب ان کا استعمال برائے نام یا تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔

منع حمل کی ان تمام عارضی تدبیروں کا حکم عزل کا ہے جس کی تفصیل کی جا چکی ہے۔ امت کے جن علماء اور فقہاء کے نزدیک عزل، مطلق مکروہ ہے۔ ان کے قاعدے کی رو سے منع حمل کی ان جدید تدابیر کا استعمال بھی مکروہ ہوگا۔ ضرورت کے تحت جو لوگ 'عزل' کے جواز کے قائل ہیں، ان کے نزدیک ان تدابیر کا استعمال بھی جائز ہوگا اور جو لوگ کسی شرط اور قید کے بغیر 'عزل' کے مطلق جواز کے قائل ہیں ان کے نزدیک ان تدابیر کا استعمال بلا قید و شرط جائز ہوگا۔

علامہ ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ کی خدمت میں پیش کئے گئے ایک استفسار سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے زمانے میں بھی عورتیں منع حمل کی اس طرح کی تدبیروں کو عمل میں لاتی تھیں، شریعت اسلامی کے اس بے لاگ ترجمان نے بھی اسے صراحتۃً حرام یا ممنوع قرار نہیں دیا ہے۔ بلکہ اس ضمن میں علماء کے مختلف خیالات کے حوالہ کے بعد اسے صرف 'خلاف احوط' قرار دیا ہے۔ اس پورے سوال و جواب کو علامہ کے الفاظ ہی میں نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ موصوف سے سوال کیا گیا:

---

۸۵ ان تدابیر کی مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، حکیم خاں کی کتاب "ماڈرن برتھ کنٹرول" صفحات ۷۰ تا ۸۹۔ نیز Sex Education for Teenagers, P. 112- خیال رہے کہ ڈوشنگ douching کی کثرت سے لڑکیوں کو لیکوریا Leukorrhoea, کی بیماری ہو سکتی ہے۔

Sex Education P. 36.

وسئل رحمہ اللہ عن امرأۃ تنتنع معہا دواء عند الجامعۃ تمنع بذلک نفوذ المنی فی مجاری الحبل فھل ذلک جائز حلال ام لا۔ [1]

آپ سے ایسی عورت کے بارے میں دریافت کیا گیا جو مجامعت کے وقت اپنے ساتھ کوئی دوا رکھتی ہے جس سے اس کا مقصد منی کو حمل کے راستوں میں پہنچنے سے روکنا ہوتا ہے، تو کیا ایسا کرنا جائز اور حلال ہے یا نہیں؟۔

اسی ضمن میں دوسرا سوال نہانے کے بعد اس طرح کی عورت کے نماز اور روزے کے جواز کے سلسلے میں کیا گیا:

وھل اذا بقی ذلک الدواء معہا بعد الجماع ولم یخرج یجوز لھا الصلوٰۃ والصوم بعد الغسل ام لا۔ [2]

اور کیا مجامعت کے بعد اگر دوا کا کچھ حصہ اس کے ساتھ رہ جاتا ہے اور نکلتا نہیں ہے تو کیا اس کے لئے نہانے کے بعد نماز اور روزہ جائز ہے یا نہیں؟

علامہ موصوف ان دونوں سوالوں کا جواب ایک ساتھ دیتے ہیں جس سے آج کے زمانہ میں ضرورت کے تحت اس طرح کی تدابیر اختیار کرنے والی عورتوں کے نماز روزہ کے مسئلہ کی الجھن بھی صاف ہو جاتی ہے:

فاجاب: اما صومھا وصلاتھا فصحیحۃ وان کان ذلک الدواء فی جوفھا۔ واما جواز ذلک ففیہ نزاع بین العلماء، والاحوط انہ لایفعل۔ واللہ اعلم۔ [3]

تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا: جہاں تک اس کے روزے اور نماز کا سوال ہے تو یہ صحیح اور درست ہیں اگرچہ یہ دوا اس کے پیٹ ہی میں کیوں نہ ہو۔ جہاں تک اس کے جواز کا سوال ہے تو اس سلسلے میں علماء کے

---

[1] فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۷۱/۳۲ [2] حوالہ سابق

[3] فتاویٰ مذکور ۲۷۲/۳۲۔ دوسرے ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں اس مقصد سے اونٹ کی مینگنیوں کا بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ مباشرت سے قبل عورت اس مینگنی کو اپنے (بقیہ صفحہ آئندہ)

درمیان راویوں کا اختلاف ہے۔ زیادہ محتاط بات یہ ہے کہ وہ ایسا نہ کرے۔ واللہ اعلم۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ بھی کسی طریقے سے عورت کے لئے اپنی رحم کے منہ کو بند کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔[۱] اس طرح کی مانع حمل تدابیر کے استعمال کے جواز کے لئے زمانہ کے فساد کو ایک قوی مؤثر تسلیم کیا گیا ہے۔ 'عزل کے جواز' کی بحث میں اس کا حوالہ گزر چکا ہے۔[۲] موجودہ حالات میں ان تدابیر کے استعمال کے لئے یہ ایک قوی بنیاد ہے۔

نسبندی

موجودہ زمانہ میں منع حمل کی اس سے آگے کی تدبیر 'نسبندی' یا 'نال بندی' ہے۔ نسبندی یا نال بندی مردوں اور عورتوں دونوں کی ہوتی ہے۔ اس مقصد سے مردوں پر کیا جانے والا یہ آپریشن ویسکٹامی Vasactomy، اور عورتوں پر کیے جانے والا آپریشن سیلفجیکٹامی salpengectomy، یا ٹیوبکٹومی tubectomy کہا جاتا ہے۔ عورتوں کے مقابلے میں مردوں پر کیا جانے والا یہ آپریشن نسبتہً آسان اور کم تکلیف دہ ہوتا ہے۔[۳] عورتوں کی نال بندی کی ایک نئی ترقی یافتہ صورت لیپرواسکوپک ٹیوبکٹومی Leproscopic Tubectomy، کہی جاتی ہے۔ یہ منع حمل کی مستقل اور دائمی تدبیر ہے جسے عام طور پر وہ لوگ اختیار کرتے ہیں جو اپنے خاندان کے مطلوبہ سائز میں بچوں کی ایک خاص تعداد کے بعد اب مزید بچوں کے طلب گار نہیں ہوتے شاذ و نادر اتفاقات کے علاوہ اس آپریشن کے بعد مرد اور عورت بچہ پیدا کرنے کے نااہل ہو جاتے ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ اس سے ان کی شہوانی قوت میں کوئی فرق واقع نہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اندام نہانی میں رکھ لیتی۔ فراغت کے بعد اسے نکال کر پھینک دیا جاتا۔ دیکھئے:

Kanter, H. 1976, Geomedical Monograph Serial I Libya PP Springer Verlog. Berl.n. Heidelberg.

[۱] رد المحتار مع الدر المختار ۲/۵۲۲

[۲] رد المحتار حوالہ سابق۔ [۳] ماڈرن برتھ کنٹرول ص ۱۱۲-۱۱۹۔ محولہ بالا۔

ہوتا بلکہ اس کی وجہ سے بہت سے کمزور صحت کے مرد و عورتوں کی تندرستی میں حیرتناک طور پر اضافہ ہو جاتا ہے[1]۔ مرد کے آپریشن tubectomy. کی صورت میں اس کی جنسی صلاحیت اور مباشرت کی قوت میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا[2]۔

شوافع کی ایک جماعت کے نزدیک مرد آزاد عورت سے بھی اس کی اجازت کے بغیر عزل کر سکتا ہے ان کے نزدیک مرد مطلق کسی شرط اور قید کے بغیر عورت سے عزل کر سکتا ہے۔ مختلف محرکات کے تحت اس کے لئے جب اور جب تک چاہے ایسا کرنا جائز ہے۔ امام غزالیؒ اسی کے قائل ہیں۔ جیساکہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ متاخرین شوافع کے نزدیک یہی زیادہ صحیح مسلک ہے[3]۔ شوافع کی اس جماعت کے مطابق عورت استقرار حمل کے بعد روح پھونکے جانے سے پہلے اگر نطفہ کو ساقط کرا دیتی ہے تو ایسا کرنا جائز ہوگا۔ اسی پر قیاس کرتے ہوئے کہا گیا ہے جس سے موجودہ نسبندی کے سلسلے میں شوافع کی اس جماعت کے نقطۂ نظر کو معلوم کیا جا سکتا ہے۔ بات یہ کہی گئی ہے کہ اگر کوئی عورت ایسی تدابیر اختیار کرتی ہے۔ جس سے اس کے حاملہ ہونے کا امکان سرے سے ختم ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہوگا۔ اس کے سلسلے میں حافظ ابن حجرؒ بعض متاخرین شافعیہ کا عدم جواز کا مسلک نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ جب یہ حضرات 'عزل' کے مطلق جواز کے قائل ہیں تو پھر ان کی طرف سے منع حمل کی مستقل صورت کے عدم جواز کی بات کچھ سمجھ میں نہیں آتی۔ ابن حجرؒ کے الفاظ ہیں:

ویلتحق بھذہ المسئلۃ	اسی مسئلہ سے یہ بات بھی متعلق ہے کہ
تعاطی المرأۃ ما یقطع الحبل من	عورت کوئی ایسی تدبیر اختیار کرے جو سرے
اصلہ وافتی بعض متاخری الشافعیۃ	سے اس کے حمل کے سلسلے ہی کو کاٹ دے۔ متاخرین

---

[1] حوالہ سابق، ص ۱۱۹۔ [2] Sex Education for Teenagers P 120.

اس سلسلے کی مزید تفصیلات کے لئے اسی کتاب کے صفحات ۱۱۹ تا ۱۲۳۔

[3] فتح الباری ۹/ ۲۲۷

بالمنع وهو مشكل على قولهم باباحة العزل مطلقا۔ واللہ اعلم۔[1]

شوافع میں کچھ لوگوں نے اس کی ممانعت کا فتویٰ دیا ہے۔ لیکن یہ حضرات جو عزل کے مطلق جواز کے قائل ہیں تو ان کے اس خیال کے لحاظ سے یہ بات کچھ سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ واللہ اعلم۔

حافظ ابن حجر شافعیؒ کی اس گفتگو سے عورت کی نسبندی کا حکم تو ظاہر ہی ہے مرد کی نسبندی کو بھی اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔

صفائی کی حرمت

نسبندی اور نال بندی سے بھی آگے منع حمل کی تدبیر استقرار حمل کے بعد آپریشن کے ذریعہ عورت کے حمل کو ساقط کرا دینا ہے۔ اسے سرجری کی اصطلاح میں Dilatation and curettage. D & C یا Medical termination of Pregnancy P.M.T عام بول چال میں 'صفائی کرانا' کہا جاتا ہے۔[2] اس صفائی کرانے کے مختلف مرحلے ہو سکتے ہیں۔ عورت کے حمل قرار پا جانے اور اس کی ماہواری menses کے کچھ ہی دن چڑھنے کے بعد، جب کہ طبی تحقیقات سے اس کا پتہ لگانا اور بھی آسان ہو گیا ہے، وہ مزید تاخیر کئے بغیر فوری طور پر اپنی صفائی کرا لے۔ عورت کی صحت و تندرستی کا مسئلہ نہ ہو اور اس کے حق میں خدا ترس اور ذمہ دار ڈاکٹر کی سفارش نہ ہو تو اس صورت میں بھی صفائی

---

[1] فتح الباری ۹/۲۴۹۔

[2] ڈی اینڈ سی کے اس طریقے کا استعمال عام طور پر استقرار حمل کے بارہ ہفتے کے زمانہ کے اندر کے لئے کیا جاتا ہے۔ اسمیں عورت کے بچہ دانی کے منھ کو کھول کر حمل کے موجود مادے کو کسی مشین کے ذریعہ چوس کر یا دوسرے آلات کی مدد سے زائل کر دیا جاتا ہے۔ بارہ ہفتے کے بعد کے جنین کو ضائع کرنا باقاعدہ اسقاط abortion ہے جسے موجودہ ہندوستان کے قانون Medical Termination of Pregnancy Act 1971 کے مطابق علی الاطلاق جائز قرار دے دیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو: Sex Education for Teenagers P. 123.

جرم اور گناہ کا کام ہے۔ امام غزالی جو عزل کے مسئلہ میں سب سے زیادہ توسع کے قائل ہیں اسے صاف لفظوں میں 'جنایت' جرم اور گناہ کا کام قرار دیتے ہیں:

واول مراتب الوجود ان تقع النطفة فی الرحم وتختلط بماء المرأة وتستعد لقبول الحیاة وافساد ذلك جنایة[1]	وجود کے درجات میں پہلا درجہ یہ ہے کہ (مرد کا) نطفہ (عورت کے) رحم میں پڑ جائے۔ اور وہ عورت کی منی کے ساتھ مل جائے۔ اور اس طرح وہ زندگی قبول کرنے کے لیے بالکل تیار ہو جائے تو اس کا بگاڑنا اور خراب کرنا جرم ہے۔

آگے کے مراحل میں 'جنین' کی زندگی میں جس قدر ترقی ہوتی جائے گی صفائی اور اسقاط کا گناہ بھی اسی نسبت سے بڑھتا جائے گا جس کی آخری اور بدترین صورت یہ ہو گی کہ اسقاط کے بعد لڑکا صحیح سالم اور زندہ باہر نکل آئے۔ چنانچہ آگے فرماتے ہیں:

فان صارت مضغة وعلقة كانت الجناية افحش، وان نفخ فيه الروح واستوت الخلقة ازدادت الجناية تفاحشا ومنتهى التفاحش فی الجنایة بعد الانفصال حیا۔[2]	تو اگر وہ خون کی پھٹکی اور گوشت کا لوتھڑا بن جائے تو یہ جرم اور بھی گھناؤنا ہو گا۔ اور اگر اس میں روح پھونک دی جائے اور ڈھانچہ بن کر پوری طرح تیار ہو جائے تو اس جرم کا گھناؤنا پن اور بھی بڑھ جائے گا۔ اس جرم کے گھناؤنے پن کی آخری انتہا یہ ہے کہ حمل کا اسقاط اس حال میں ہو کہ بچہ زندہ اور صحیح سلامت باہر نکل آئے۔

ماں کے پیٹ میں جنین کے اندر زندگی کب آتی ہے اور کب اس میں روح پھونک دی جاتی ہے، امت میں فقہ و قضا کے امام حضرت علیؓ کے مطابق یہ اس وقت ہوتا ہے جب رحم مادر میں نطفہ پر وہ سات ادوار گزر جائیں جن کا انسانی تخلیق کے مراحل کے بیان میں سورۂ مومنون کی ان آیات کریمہ میں حوالہ ہے:

---

[1] احیاء علوم الدین ۲/۵۱۔ [2] حوالہ سابق۔

ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طین ٭ ثم جعلنٰہ نطفة فی قرار مکین ٭ ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظاما فکسونا العظام لحما ثم انشأنٰہ خلقا آخر فتبارک اللہ احسن الخالقین[1]٭ (مومنون: ۱۲-۱۴)

اور ہاں ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اسے ایک محفوظ جگہ میں نطفہ کی صورت میں رکھا۔ پھر نطفہ کو ہم نے خون کی پھٹکی بنایا۔ پھر پھٹکی کو لوتھڑا بنایا۔ پھر لوتھڑے کو ہڈیوں کی صورت دی۔ پھر ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا۔ پھر ہم نے اسے ایک بالکل ہی دوسری رنگ و روپ میں برپا کیا۔ تو کیا شان والی ہے اللہ کی ذات جو بہترین خلقت عطا کرنے والی ہے۔

آخری آیت کریمہ کے ٹکڑے:

ثم انشأنٰہ خلقا آخر

پھر ہم نے اسے ایک بالکل ہی دوسرے رنگ و روپ میں برپا کیا۔

کا مطلب ہے کہ اب جنین کے اندر روح پھونک دی جاتی ہے۔ اس کے بعد اسے ضائع یا ساقط کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے انداز میں آدمی اس رسم جاہلیت کو زندہ کرتا اور اس جرم شنیع کا ارتکاب کرتا ہے جس کے تحت عرب میں جاہلیت، غربت و افلاس اور دوسرے جاہلی محرکات کے تحت معصوم لڑکیاں زندہ درگور کر دی جاتی تھیں۔ چنانچہ اس کے بعد سیدنا علیؓ نے سورۂ تکویر کی وہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی جس میں اس رسم جاہلیت پر روگ لگانے کے لئے قرآن نے انتہائی بلیغ انداز میں روز قیامت خود ان زندہ درگور کی جانے والی لڑکیوں کی پرسش کا حوالہ دیا ہے:

واذا الموؤدة سئلت ٭ بای ذنب قتلت[1]

یر: ۸-۹

اور جب زندہ درگور کی جانے والی لڑکی سے سوال کیا جائے گا کہ اسے کس گناہ (کی سزا) میں موت کے گھاٹ اتارا گیا۔

---

[1] احیاء علوم الدین ۲/۵۲۔

رحم مادر میں جنین کے ان مختلف مراحل کی تکمیل جیسا کہ مختلف روایات میں صراحت ہے چالیس پینتالیس دن کے اندر ہو جاتی ہے۔ انہی روایات کی رو سے اس مدت کے ختم ہونے کے ساتھ ہی فرشتہ اس کے پاس آتا ہے اور اس کی تقدیر کی دفعات کو لکھ کر اس پر آخری طور پر مہر تصدیق ثبت کر دیتا ہے۔[1]

عزل کے متعلق جواز پر قیاس کرتے ہوئے اس طرح کی صفائی کے سلسلے میں آخری چھکدار بات مرد کے نطفہ کے عورت کے رحم میں پڑ جانے کے بعد اس کے اندر روح پھونکے جانے سے پہلے کے مراحل سے متعلق ہے اگرچہ اس سلسلے میں بھی حافظ ابن حجر ایک رائے ان دونوں کے درمیان فرق کرنے کی ظاہر کرتے ہیں۔ مسئلہ بہت نازک ہے۔ اس لئے اس بحث کو بھی ہم علامہ موصوف کے الفاظ ہی میں نقل کرتے ہیں۔ عزل کے مسائل کی تفصیل کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں:

وینتزع من حکم العزل	عزل ہی کے حکم سے ملتا جلتا مسئلہ عورت
معالجة المرأة اسقاط النطفة قبل	کی طرف سے روح پھونکے جانے سے پہلے (مرد کے)
نفخ الروح فمن قال بالمنع	نطفہ کو ساقط کرنے کی تدبیر کرنے کا ہے۔ تو جو لوگ
هناك ففی هذه اولی ومن قال	عزل کی ممانعت کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک

---

[1] مسلم جلد ۸، کتاب القدر، باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن امه وکتابه ورزقه واجله وعمله وشقاوته وسعادته نیز مسند احمد ۳/۹۷، ۱۴۸۔ ان روایات کی مزید تفصیل نیز تخلیق انسانی کے مراحل کی تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو ڈاکٹر معین فاروقی اور محمد رضی الاسلام ندوی کی مشترکہ کاوش "تخلیق انسانی کے مراحل، قرآن، حدیث اور سائنس کی روشنی میں" مقالہ مطبوعہ تحقیقات اسلامی۔ اپریل۔ جون ۱۹۸۹ء۔ استقرار حمل کی کتنی مدت بعد جنین میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ غیر معمولی سائنسی ترقی کے اس دور میں بھی اس سلسلے میں ابھی تک کوئی بات یقین سے نہیں کی جا سکی ہے۔ Sex Education for Teenagers. P. 123 مقالہ مذکور کے مطابق ہمارے یہاں اسلامی علماء مفکرین کے یہاں بھی اس کے سلسلے میں جو مختلف آراء اور اقوال پائے جاتے ہیں اس کی وجہ بھی شاید یہی ہے۔

بالجواز يمكن ان يلتحق به هذا ويمكن ان يفرق بانه اشد لان العزل لم يقع فيه تعاطى السبب ومعالجة السقط تقع بعد تعاطى السبب۔[1]

یہ چیز بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگی۔ اور جو عزل کے جواز کے قائل ہیں تو ان کے نزدیک یہ اس سے ملتا جلتا مسئلہ بھی ہوسکتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں کے درمیان فرق کیا جائے کہ موخر الذکر کا معاملہ زیادہ سخت ہے اس لئے کہ عزل کے اندر پیدائش کے اسباب فراہم نہیں ہوتے اور اسقاط کا معاملہ ان اسباب کی فراہمی کے بعد کا ہوتا ہے۔

صاحبِ درمختار نے بن چاہے حمل کو ساقط کرانے کی اجازت کی مدت چار ماہ قرار دی ہے چنانچہ عورت ایسے حمل کو چار ماہ سے قبل شوہر کی اجازت کے بغیر ساقط کراسکتی ہے۔[2] لیکن صحیح بات وہی ہے جو علامہ ابن عابدین شامی نے کہی ہے کہ ۱۲۰ دن کی اس مدت سے مراد اگر روح پھونکے جانے کی مدت ہو تب تو ٹھیک ہے ورنہ جہاں تک پیدائش کے عمل کا سوال ہے تو وہ اس سے پہلے سے شروع ہو چکا ہوتا ہے۔ روح پھونکے جانے کی اس مدت سے پہلے اگر کوئی عورت اپنا حمل گروانا چاہے تو فقیہ علی بن موسیٰ کا کہنا ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ

فان الماء بعد ما وقع فى الرحم ماٰله الحياة فيكون له حكم الحياة۔[3]

مرد کا نطفہ جب کہ وہ عورت کے رحم میں جا پڑے تو اس کا نتیجہ زندگی ہے۔ اس لئے اس کے اوپر حکم بھی زندگی کا لاگو ہوگا۔

مانع حمل تدابیر — صحیح نقطۂ نظر

جدید و قدیم مانع حمل تدابیر کے استعمال کے سلسلے میں گنجائش اور رعایت کی جو آخری حدود ہو سکتی ہیں، ہم نے اس کی تفصیل کر دی ہے۔ اس تفصیل کو نگاہ میں رکھتے ہوئے

---

[1] فتح الباری ۹/۲۴۹۔ — [2] الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۵۲۲۔

[3] رد المحتار مع الدر المختار ۲/ ۵۲۲۔

موجودہ مسلمان معاشرے کو دیکھا جائے تو معاملہ دو انتہاؤں کے بیچ نظر آتا ہے۔ ایک طرف وہ روایتی دیندار مسلمان ہیں جو کسی حال اور کسی صورت میں کسی بھی قسم کی مانع حمل تدابیر کے استعمال کو یکسر غلط اور ممنوع Taboo. تصور کرتے ہیں۔ دوسری طرف روشن خیال مسلمانوں کا طبقہ ہے جو کسی روک ٹوک کے بغیر بے محابا مانع حمل تدابیر کو اختیار کئے ہوئے ہے۔ یہاں تک کہ ان میں ایسے دیندار مسلمان بھی ہیں جو نماز روزے کے پابند ہیں اور اپنی شبانہ روز زندگی میں عام طور پر احکام شرع کا لحاظ رکھتے ہیں۔ سادہ مزاج اور سادہ ذہن ہیں اور الحادی افکار و نظریات کی گرفت سے آزاد ہیں۔ لیکن ایسے دیندار مسلمانوں کے یہاں بھی استقرار حمل کے بعد لبا اوقات چار چھ ماہ کے جنین کو بھی ساقط کرانے میں کوئی حرج اور تامل محسوس نہیں کیا جاتا ہے۔ عورتوں کی اس طرح (صفائی) کا معاملہ تو بہت عام بات ہے جس میں استقرار حمل کے کچھ وقفہ بعد اور کبھی کبھار جنین کے قابل اعتراض مدت میں داخل ہو جانے کی صورت میں بھی، جدید طبی سہولیات کا فائدہ اٹھا کر ٹھہرے حمل کو ضائع کرا دیا جاتا ہے۔ اور یہ چیز زندگی کا ایک عام معمول بن گئی ہے۔

موجودہ دور میں مانع حمل تدابیر کے روز افزوں اضافہ کا بڑا محرک آبادی کے اضافہ پر کنٹرول اور مہذب دنیا کو کثرت آبادی کی مصیبت سے محفوظ رکھنا ہے جس کا اصلی اور بنیادی سبب فقر و فاقہ کا ہوّا اور غربت و افلاس کا اندیشہ ہے۔ ماہرین سماجیات و معاشیات ہی نہیں، ماہرین جنسیات کو بھی اس کا اعتراف ہے[1]۔ اس سلسلے میں

---

[1] Alex Comfort Sex in Society P. 161, 162. محولہ بالا۔ مفکر اسلام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا شاہکار رسالہ اسلام اور ضبط ولادت، اسی نقطہ نظر کے حاملین کے رد میں ہے، جس میں اسی شدت سے اس نقطہ نظر کی لغویت کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ اس پہلو سے اس کی افادیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ اس مسئلہ کا دوسرا پہلو اس کا موضوع نہیں ہے۔ اس لئے اس میں اس سے بہت کم تعرض کیا گیا ہے۔ اس صورت میں اس دوسرے پہلو کو ہم نے نسبتہً ابھار کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس سے انشاء اللہ اس کا توازن بحال ہو جائے گا۔ انصاف کا تقاضا اور دین کی ترجمانی کی اصل خوبی ہے کہ (بقیہ آئندہ صفحہ)

سب سے زیادہ توسع پر مبنی امام غزالیؒ کے نقطۂ نظر ہی کو پیش نظر رکھا جائے، جو انفرادی سطح پر منع حمل کے اس طرح کے محرک کو بھی ایک جائز محرک تصور کرتے ہیں تو اس سے صرف اس بات کی گنجائش نکلتی ہے کہ مسلمان خاوند و بیوی اپنی باہمی رضامندی سے استقرار حمل سے باز رہنے کی دورِ جدید کی فراہم کردہ مختلف تدابیر کو اختیار کر سکتے ہیں جو اپنے نتیجے کے اعتبار سے منع حمل کی قدیم تدبیر 'عزل' سے مشابہ یا اس سے کچھ آگے اور پیچھے ہوں۔ جس کی آخری حد یہ ہو سکتی ہے کہ حمل قرار پا جانے کے بعد ہفتہ دو ہفتہ کے اندر اس وقفہ سے پہلے پہلے جس کے اندر کہ رحم مادر میں جنین کے اندر روح پھونک دی جاتی ہے، عورت اپنی صفائی کرا سکے۔ اگرچہ اس کے حق میں جواز کے ایک شق ہوتے ہوئے بھی جس کی تفصیل گزری، ہم نے بہت جی کڑا کر کے قلم سے ان سطور کے نکلنے کی اجازت دی ہے۔ اسلام میں بے جا تشدد اور سختی اچھی چیز نہیں اور دین میں رخصت اور رعایت اللہ تعالیٰ کا عظیم ترین عطیہ ہیں۔ اور عزیمت کی طرح زندگی میں رخصتوں سے فائدہ اٹھانے کو بھی اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے[۱]۔ اس دفعہ کی پوری رعایت کرتے ہوئے بھی صحیح بات یہی سمجھ میں آتی ہے کہ حمل ٹھہرنے سے پہلے اپنے حالات کی رعایت سے اس کو روکنے کی جو تدبیریں بھی کر لی جائیں لیکن حمل قرار پا جانے کے بعد جب کہ تقدیر الٰہی اس جان کے ساتھ متعلق ہو گئی اس کے بعد طب و صحت کے مسائل کے بغیر اس کو ضائع کرنے اور اس میں خلل ڈالنے کی توقع کسی مسلمان سے نہیں کی جا سکتی۔ جس کا دل خوف خدا سے معمور ہو اور جو اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد خدا کے دربار میں حاضری اور اس ذات ذوالجلال سے ملاقات کی توقع رکھتا ہو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) شریعت میں جس چیز کو جس مقام پر رکھا گیا ہے، جذبات سے بالا ہو کر اس کو اسی مقام پر رکھا جائے۔ اور اس سہل اور نرم دین میں سختی اور تشدد سے اجتناب کیا جائے۔

[۱] حدیث نبوی جسے احمد اور بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے اور طبرانی نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ بحوالہ الموافقات فی اصول الشریعۃ ۱/۱۲۷ مکتبہ تجاریہ کبریٰ، مصر۔ نیز التیسیر لشرح الجامع الصغیر ۱/۲۷۰۔ دار الطباعۃ العامرہ مصر ۱۲۸۶ھ۔

پچھلے مباحث میں نکاح کے مقاصد کی گفتگو میں بات سامنے آچکی ہے کہ شادی اور نکاح سے اسلام کے پیش نظر بنیادی دو مقاصد ہیں :

۱۔ بقائے نسل اور افزائش نسل۔

۲۔ جنسی تسکین۔

شادی اور نکاح سے اسلام کا اولین مقصود بقائے نسل بلکہ افزائش نسل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں صاف طریقے پر ایسی عورت سے نکاح کی ترغیب دی ہے جو مختلف قرائن سے زیادہ بچہ جننے والی ہو[1]۔ دوسری متعدد احادیث میں آپ نے اس کی روحانی علت بیان فرمائی کہ روزِ قیامت امت کی بڑھی ہوئی تعداد آپ کے لئے فخر و مباہات کا باعث ہوگی[2]۔ مانع حمل کی تدابیر نکاح کے اس مقصودِ اعظم کی راہ مارتی ہیں اور اس کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرتی ہیں۔ زمانۂ نزول قرآن میں اس وقت مانع حمل کی مروج تدبیر "عزل" کے سلسلے میں مختلف احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے اس کا یہی محل ہے یہاں تک کہ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دورِ جاہلیت کی بدترین رسم لڑکیوں کو زندہ درگور کیے جانے کے مماثل قرار دیتے ہوئے، اسے پوشیدہ انداز میں اسی رسم بد کا عنوان قرار دیا:

ذالک الوأد الخفی[3]۔ یہ پوشیدہ انداز میں زندہ درگور کرنا ہے۔

البتہ چونکہ جنسی تسکین کا حصول بجائے خود نکاح کا ایک مستقل مطلوب و مقصود ہے، جیسا کہ اسکی تفصیل کی جا چکی ہے، اس لئے غیر بار آور مباشرت in fertile coitus. میں بھی قلب و نگاہ کی پاکیزگی کے جذبے سے چونکہ آدمی شادی کے ایک مستقل مقصود کو پورا کرتا رہا ہوتا ہے، اسلئے اسلام کی اعتدال پسندی میں اس کی بھی پوری گنجائش نکلتی ہے۔ عزل اور اسی قبیل کی دوسری مانع حمل کی جدید تدابیر، جنکے ذریعہ استقرار حمل کو غالب امکان کی حد تک روک دیا

---

[1] ابوداؤد جلد ۱۔ کتاب النکاح باب فی تزویج الابکار، سنن نسائی جلد ۲۔ کتاب النکاح، باب کراھیۃ تزویج العقیم

[2] ان روایات کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "اسلام میں نکاح کے مقاصد" میں بحث بقائے نسل۔

[3] مسلم جلد ۲۔ کتاب النکاح، باب جواز الغیلۃ وھی وطء المرضع وکراھۃ العزل۔

جاتا ہے بغیر بارآور مباشرت کے ترقی یافتہ ذرائع ہیں۔ لیکن چونکہ اس صورت میں بھی نکاح کے دوسرے مقصودِ اعظم 'جنسی تسکین' کی تکمیل ہوتی ہے، اس لئے مسلمان خاوند و بیوی اپنے حالات کے لحاظ سے ان تدابیر کو اختیار کرتے ہوئے اپنے مولیٰ کی مرضی پوری کر کے بجا طور پر اس کی خوشنودی کی توقع کر سکتے ہیں۔ جواز 'عزل' کے دلائل کے علاوہ بعض دوسرے پہلوؤں سے بھی اس کی توثیق ہوتی ہے، قریب مستقل یا بالکل مستقل، مانع حمل تدابیر کے ساتھ مسلمان خاوند بیوی کی مقاربت گویا بانجھ شوہر و بیوی کی مقاربت ہے جن میں دونوں یا ان میں سے کوئی اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت سے مستقل طور پر محروم ہو۔ قرآن نے خود ایسے بانجھ جوڑے کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے مستقل غیر بارآور جنسی تعلق پر اشارہ کنایہ میں بھی کوئی نکیر نہیں کی ہے:

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يخلق مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ[۵۱]	اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے اور کچھ کو لڑکے اور لڑکیاں ایک ساتھ دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے بالکل بے اولاد رکھتا ہے بے شک وہ علم والا، قدرت والا ہے۔

ان آیتِ کریمہ میں بات جس انداز سے کہی گئی ہے اس سے بانجھ خاوند و بیوی کے سرگرم جنسی تعلق کا اشارہ نکلتا ہے۔ بات یوں کہی گئی ہے کہ خدا جسے چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹوں سے نوازتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے بیٹیاں دونوں سے شاد کام کرتا ہے اور کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جسے ان دونوں سے محروم کر کے بالکل بانجھ بنا دیتا ہے اس سے خود بخود بات نکلتی ہے کہ جس سرگرم جنسی تعلق کے نتیجے میں ایک شخص کو بیٹیاں ملیں اور دوسرے کو بیٹے ملے اور تیسرے کو بیٹے بیٹیاں دونوں ملیں

---

[۵۱] سورۂ شوریٰ، ۴۹-۵۰۔

اسی سرگرم جنسی تعلق کے باوجود جو تھا وہ رہا جو بحکم مشیت ان میں سے ہر ایک سے محروم رہ کر بالکل بے اولاد رہا۔ شادی شدہ زندگی کا ایک وقفہ گزار کر بے اولاد ہونے کی صورت میں خاوند و بیوی کو اولاد پیدا نہ کر سکنے کی صلاحیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ طبی تحقیقات سے اس کی جانچ اور بھی آسانی سے ہو سکتی ہے۔ لیکن اس حقیقت کے باوجود قرآن کسی ہلکے سے ہلکے اشارے میں بھی یہ بات نہیں کہتا کہ اس کے لئے بانجھ جوڑے کی غیر بارآور مباشرت اور سرگرم جنسی زندگی کسی بھی درجے میں قابل اعتراض ہے اور کسی بھی پہلو سے اس پر انگشت نمائی کی جا سکتی ہے۔ مستقل منع حمل تدابیر کے ساتھ غیر بارآور مباشرت اور سرگرم جنسی تعلق بھی بالکل اسی جیسی چیز ہے۔ جس درجے میں ایک بانجھ جوڑے کو اپنی مباشرت کے بارآور ہونے کا امکان ہوتا ہے منع حمل کی آج کی ترقی یافتہ ترین تدابیر میں بھی اس کا امکان اس سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔

اس سے بھی آگے خاص طور پر موجودہ دور کے سیاق میں مانع حمل تدابیر کا ایک پہلو ہے جس پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ مختلف سماجی اور جغرافیائی حالات کے نتیجے میں موجودہ دور میں گزشتہ ادوار کے مقابلہ میں آبادی کے اضافہ کی شرح غیر معمولی طور پر بڑھ گئی ہے۔ ماہرین کے ایک اندازے کے مطابق آئندہ سو سال میں دنیا کی آبادی بڑھ کر دوگنی ہو جائے گی۔ جس میں سے نوے فی صد آبادی غریب اور ترقی پذیر ملکوں میں ہوگی[1]۔ اسلام حالات کی پیش بندی اور پلاننگ کے خلاف نہیں ہے۔ آبادی کی کثرت خاندان کی سطح پر جس طرح فرد کے لئے مسائل پیدا کرتی ہے، حکومتوں کو بھی اس کی وجہ سے اسی طرح کے مسائل کا سامنا ہوتا ہے۔ ذمہ دار اسلامی حکومت بھی خوف خدا اور آخرت کی باز پرس کے احساسات سے سرشار ہوتے ہوئے اپنے حالات کے لحاظ سے آبادی کی پلاننگ کی پالیسی اختیار کر سکتی ہے۔ استقامہ اور صلاحیت تولید

---

[1] روزنامہ قومی آواز نئی دہلی ۲۴ دسمبر ۱۹۸۸ء مطابق ۱۵ جمادی الاول ۱۴۰۹ھ، خبر "انسانی آبادی کی کثرت کرۂ ارض کے لئے خطرہ"۔

سے مستقل نااہلی کی منع حمل تدابیر سے ہٹ کر معقول حدود کے اندر دوسری حکومتوں کی طرف سے بھی فراہم کردہ مانع حمل تدابیر سے استفادہ سے مسلمانوں کو متوحش ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک ہندوستانی ماہر کے مطابق ہندوستانی حکومت کے اعداد و شمار کے مطابق ہندوستان میں ۷۰ فیصد لوگ اپنا پیٹ پالنے کے لئے کافی خوراک نہیں خرید سکتے[۱] جبکہ اقوام متحدہ کی رپورٹ کی رو سے دنیا میں ہر سال پانچ سال سے کم عمر کے ایک کروڑ تیس لاکھ بچے مختلف بیماریوں سے ہلاک ہوجاتے ہیں[۲]۔ اس طرح کے اندازے بھی عام طور پر غریب اور ترقی پذیر ملکوں سے متعلق ہوتے ہیں۔ مسلمان آبادی بھی جو اس طرح کے ملکوں میں مخصوص حالات سے دوچار ہوتی ہے اپنے خاص احوال و ظروف کی رعایت سے کثرت اولاد کے مسئلہ سے بچنے کے لئے مختلف مانع حمل تدابیر سے استفادہ کرتی اور انھیں استعمال میں لاتی ہے تو شریعت کی عطا کردہ رخصت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے لئے اس کی اجازت ہونی چاہیئے۔ خاص طور پر اس صورت میں جب کہ دار الحرب میں قیام کو بذات خود مانع حمل تدابیر اختیار کرنے کی ایک مستقل ضرورت تسلیم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ 'عزل' کے جواز کی بحث میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

مانع حمل تدابیر سے استفادہ کا دوسرا غور طلب پہلو فرد کے اپنے مخصوص حالات اور ترجیحات ہیں۔ عرض کیا گیا کہ موجودہ دور میں مختلف اسباب و عوامل کے باعث آبادی کے اضافہ کی رفتار بہت بڑھ گئی ہے۔ اس وقت صورت یہ ہے کہ اپنی کی بار آوری کی ۴۰، ۴۵ سال کی عمر میں معمول کے جنسی تعلق میں عورت اوسطاً چھ ماہ میں حاملہ ہوجاتی ہے اس صورت میں کسی قسم کی منع حمل تدبیر کے اختیار نہ کرنے کا مطلب ہے ہر سال ڈیڑھ سال میں خاندان کے اندر ایک نیا بچہ زندگی کے دوسرے تقاضوں کو مجروح کئے بغیر، جن کی دنیوی اور دینی دونوں حیثیتیں ہوتی ہیں، اس مسئلہ سے آسانی کے ساتھ عہدہ برا نہیں

۱۔ حوالہ سابق۔ ۲۔ اخبار نذکور ۲۱ ر دسمبر ۱۹۸۹ء مطابق ۲۱ جمادی الاول ۱۴۰۹ھ۔ خبر بچوں کا تحفظ، بیماری اور استحصال کی روک تھام۔

ہوا جا سکتا۔ عورت کی صحت غیر معمولی طور پر اچھی مان لی جائے تو بھی غالب احوال میں زندگی کے دوسرے تقاضوں کی ادائیگی کے ساتھ اس تسلسل سے وہ بچوں کی پیدائش کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتی۔ امت کے سواد اعظم میں اضافہ کے پاک جذبے سے کثرت اولاد مندوب و مستحسن ہے، اور زندگی میں روزی روٹی کی تلاش اور رزق حلال کا حصول گھر کے ذمہ دار مرد کے لئے فرض اور واجب ہے۔ ملازمت، کاروبار، یا زراعت ایسے مرد کا جو بھی روزی روٹی کا ذریعہ ہو اس کا حق ادا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ گھر سے اسے کسی قدر یکسوئی حاصل ہو۔ ہر سال کی اولاد سے مندوب و مستحسن کی طلب میں وہ اس طرح گرفتار ہو جائے اور اپنی ایسی پھنسان کرلے کہ کاروبار اور ملازمت وغیرہ کے فرض و واجب کے حقوق ادا نہ کر سکے، اس طرح کی غیر متوازن زندگی کے لئے دین کی سند بمشکل ہی حاصل کی جا سکتی ہے۔

اس کے علاوہ قرآن نے بچے کو دودھ پلانے کی مکمل مدت دو سال قرار دی ہے۔ اس مدت میں دوسرا بچہ ہونے کا مطلب ہے پہلے بچے کے ساتھ ایسی حق تلفی جس کی تلافی بعد کی زندگی میں آسانی سے نہیں کی جا سکتی۔ دودھ پلانے کی مدت میں مرد کے عورت کے پاس آنے کے لئے 'غیلہ' کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے صاف طریقے پر منع فرمایا اور اسے اولاد کو چھپے طور پر قتل کرنے کے مرادف قرار دیا۔ اسماء بنت یزید کی روایت ہے۔ فرماتی ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

لا تقتلوا اولادکم سرا — چھپے انداز میں اپنی اولاد کے قتل کے درپے نہ ہو۔

آگے اس کی وجہ بیان فرمائی:

فان الغیل یدرک الفارس فیدعثره عن فرسه[1] — اس لئے کہ گھوڑ سوار میں دودھ کٹو ہونے کا اثر ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ یہ کمزوری، ایسے شخص کو

---

[1] ابوداؤد، کتاب الطب باب فی الغیل، ابن ماجہ ابواب النکاح باب الغیل نیز مسند احمد ۵۳/۶ ، ۴۵۷، ۴۵۸۔

گھوڑے کی پیٹھ سے گرا دیتی ہے۔

بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ کی بعض قوموں کے حالات کے مطالعہ سے کہ ان کے یہاں ایسا کیا جاتا ہے اور ان کے بچوں کو اس سے کوئی نقصان نہیں ہوتا، آپ نے اپنے اجتہاد کو کام میں لاتے ہوئے[1] اس سے رجوع فرمایا[2] لیکن پہلی روایت میں آپؐ نے اس کی جو علت بیان فرمائی ہے وہ قابلِ غور ہے۔ جس کا صاف اشارہ ہے کہ جہاں دوسرے ذرائع سے آدمی اس کمی کی تلافی نہ کر سکے اور "غیلہ" سے بچے کو نقصان یقینی ہو تو ایسی صورت میں رضاعت کی مدت میں بیوی سے دور رہنا یا نتیجے کے اعتبار سے دور رہنے کی تدابیر استعمال میں لانا ہی پسندیدہ اور مستحسن ہے۔

جدید تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ بچے کے لئے ماں کے دودھ کا بدل کوئی چیز نہیں ہے۔ دوسرے درجے میں اس کمی کی تلافی کی ایک ہی صورت ہے، معاشی فراغت اور خوش حالی جس کے ذریعہ آدمی مدت رضاعت میں بچے کے لئے معقول و مناسب غذا کا بھی انتظام کر سکے۔ ساتھ ہی اس کی پرورش و نگہداشت کے لئے انّا اور ملازمہ کی بھی خدمات حاصل کر سکے۔ جن والدین کو یہ معاشی فراغت اور خوشحالی میسر نہ جب کہ ترقی پذیر اور تیسری دنیا کے ملکوں کی غالب آبادی کی یہی صورت ہے، ان کے لئے دو بچوں کے درمیان مناسب وقفہ کی پالیسی ہی زیادہ بہتر اور مناسب ہے۔ البتہ ان مانع حمل تدابیر کے دائرے کو استقرار حمل سے پہلے کے زمانے تک محدود رکھنا چاہئے۔ استقرارِ حمل کے بعد جب کہ مشیت ایزدی جنین کے ساتھ متعلق ہو جائے تو جیسا کہ عرض کیا گیا اسے ضائع اور ساقط کرانے کی کوشش بڑی جرأت کی بات ہے۔ اور کسی مسلمان مرد عورت سے اس کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

---

[1] شرح نووی للمسلم مع المسلم ۴۶۸/۱۔

[2] صحیح مسلم جلد ۴۔ کتاب النکاح، باب جواز الغیلۃ وھی وطء المرضع وکراھۃ العزل۔
ابوداؤد، کتاب الطب، باب فی الغیل۔

جہاں اس طرح کے کوئی مصالح اور رکاوٹیں نہ ہوں اور کثرت اولاد کی ندب واستحباب کا زندگی کے دوسرے فرائض وواجبات سے ٹکراؤ نہ ہوتا ہو وہاں کثرتِ اولاد کی پالیسی ہی امت کی محمود ومحبوب پالیسی ہونی چاہیئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث جن میں آپؐ نے زیادتی اولاد کی ترغیب اور حوصلہ افزائی کی ہے۔ قیامت تک کے لئے ہیں اور جہاں اس کی وجہ سے دین کے دوسرے تقاضے اور مطالبات مجروح نہ ہوتے ہوں، وہاں پوری دل جمعی اور شرح صدر کے ساتھ تکثیر نسل کی پالیسی پر عمل کرنا چاہیئے اور کثرت آبادی وغیرہ کے مسائل کے پیشِ نظر دورِ حاضر کے یک طرفہ علی الاطلاق ضبط تولید کے جاہلی پروپیگنڈے سے ذرا بھی متاثر ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جیسا کہ تفصیلات گزریں۔ کثرت اولاد کے لئے اسلام نے دینی اور دنیوی ہر طرح کے محرکات فراہم کئے ہیں۔ ان کا تقاضا ہے کہ دینی حقوق وفرائض کی ترتیب میں جہاں کثرت اولاد سے کوئی خلل نہ ہو، اسلامی معاشرے کو دل کھول کر اپنے دین کی اس پالیسی پر کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ کئے بغیر عمل کرنا چاہیئے۔

البتہ ایک صورت ہے جہاں مانع حمل تدابیر کا استعمال پسندیدہ اور مستحسن ہی نہیں واجب اور ضروری ہے۔ عورت کی صحت وتندرستی اور اس کی زندگی کی بقا کا مسئلہ ہو اور دیندار اور ذمہ دار ڈاکٹر کی سفارش ہو کہ کسی خاص وقفے تک وہ بچہ کی پیدائش کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی ہے، اس وقفہ میں اگر مرد مکمل صبر Complete abstinence. سے کام نہ لے سکے تو مانع حمل تدابیر کا استعمال لازم ہے۔ مرد کی اخلاقی ذمہ داری اور عورت کے ساتھ حسن معاشرت کا تو تقاضا ہے ہی کہ اس حالت میں وہ اسے بار آور کرنے سے پرہیز کرے۔ عورت کا قانونی حق ہے کہ مانع حمل تدابیر کو لازم کر کے وہ اپنے کو بار آور نہ ہونے دے۔ عزل کے سلسلے میں آزاد عورت کی اجازت کے بغیر مرد اگر اس سے عزل نہیں کر سکتا تو معقول وجوہ سے اگر وہ حمل کو انگیز نہ کر سکتی ہو تو مرد زبردستی اس کے مصالح کو نظر انداز کرتے ہوئے اسے بار آور بھی نہیں کر سکتا۔ اس طرح کی صورت حال میں عورت بدرجۂ مجبوری قانونی چارہ جوئی کر سکتی اور ریاست کا تحفظ بھی حاصل کر سکتی ہے۔

آج کے حالات میں نئے شادی شدہ جوڑے کی نسبت سے ماہرین کی یہ رائے بھی مناسب ہی معلوم ہوتی ہے کہ شادی کے فوراً بعد بلا قصد و ارادہ بیوی کے حاملہ ہو جانے کے بجائے عام حالات میں اس کے لئے چھ مہینے سے لے کر سال بھر تک کا وقفہ رکھنا مناسب ہے۔ جس سے کہ اچانک اور کسی تیاری کے بغیر اولاد کے مسئلہ سے دوچار ہو جانے کے بجائے نئے دولہا دلہن کے لئے کچھ سوچنے سمجھنے اور اس کے لیے حالات کو موافق اور سازگار بنانے کا موقع مل سکے۔ بے پناہ ادبیت کے علاوہ اپنی معنویت کے پہلو سے بھی ہمارے مذکورہ ماہرین جنسیات کا یہ جملہ ہر طرح سے پسند کرنے کا ہے جس کے اردو ترجمہ کا حق ادا کرنا مشکل ہے: They better had discussed Instead of crashlanding on a baby.[1] and planned it. (بچے پر کریش لینڈ[2] کرنے کے بجائے، بہت بہتر ہو کہ نئے دولہا دلہن پہلے سے اس مسئلہ پر گفتگو کریں اور اس کا منصوبہ بنا لیں)۔

---

[1] Sex Education for Teenagers. P. 124.

[2] کریش لینڈ، ہوائی جہاز کا کسی اچانک خرابی یا ہنگامی ضرورت کے پیش نظر ہوائی اڈے کے بجائے عام جگہ پر اتر جانا، جو بالعموم پر خطر اور جان جوکھم ہوتا ہے۔

جوڑے کے انتخاب کے معقول حدود

اسلام کے نظریۂ جنس کی تفصیل میں اب صرف ایک مسئلہ جوڑے کے انتخاب کے معقول حدود کا باقی رہ جاتا ہے۔ دورِ جدید کا نظریۂ جنس جس مثالی بے اعتدالی کا شکار ہے اس کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ شادی سے پہلے ہی ہونے والے جوڑے سے ان کے میلان اور مزاجوں کی سازگاری کی جانچ پرکھ کے لئے بھرپور جنسی تعلقات قائم کر لینے میں کوئی حرج محسوس نہیں کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ مطلق بے قید جنسی زندگی Permissiveness. کے مقابلہ قبل از دواج جنسی اباحیت Premarital Sexual Permissiveness ہی جدید تہذیب کا اصل مسئلہ رہ گیا ہے۔ جسے یورپ میں سماجی زندگی کی ایک مسلمہ قدر Value. کی حیثیت سے تسلیم کر لیا گیا ہے۔ ڈیٹنگ Dating. پیٹنگ Petting. اور نیکنگ Necking. اس بے قید جنسی رویے کے نئے طرز و انداز ہیں، جن پر کتاب کے باب اول میں تفصیل سے گفتگو کی جا چکی ہے۔ اسلام مسئلہ جنس کو جو آداب سکھاتا ہے، اور زندگی کے دوسرے تمام مسائل کی طرح کچھ حدود و قیود کا پابند کرتا ہے جس طرح شاہراہ اعتدال سے ہٹنا نہیں، شادی سے پہلے جوڑے کے انتخاب کیلئے انتہائی معقول حدود و آداب کی تعیین کر کے اس مسئلہ سے بھی وہ اسی خوبی کے ساتھ عہدہ برآ ہوتا ہے۔ دورِ جدید کی بھی یہ عجیب بدذاقی ہے کہ ۔۔۔ دس پانچ روپیہ کا معمولی سامان بھی اگر وہ سیل بند اور مہر بند نہ ہو تو اسے لینے کے لئے تیار نہیں، لیکن جس عورت کو وہ اپنا شریک حیات بنانے جا رہا ہو، اس کے

سلسلے میں اس کو اس کی ذرا پروا نہیں کہ وہ اپنی عفت وعصمت کو بچائے ہوئے ہے یا شادی سے پہلے ہی وہ اس کے تار وپود کو پوری طرح بکھیر چکی ہے۔

شادی سے پہلے جوڑے کا انتخاب واقعی ایک اہم مسئلہ ہے۔ آدمی جس کسی کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے جارہا ہو اس کے متعلق بجا طور پر اسے یہ اطمینان ہونا چاہیئے کہ وہ ہر پہلو سے اس کے لئے قابل قبول ہو۔ لیکن اس بات کے پتہ لگانے کا یہ انتہائی نامعقول طریقہ ہے کہ شادی سے پہلے ہی شادی کے تمام مراحل سے گزر جانے کے بعد اس کا فیصلہ کیا جائے۔ اور جانچ پرکھ کا یہ سلسلہ کسی قید اور بندش کے بغیر یوں ہی برابر چلتا رہے۔ اسلام نے اس مسئلہ کو انتہائی معقول ومتوازن طریقے پر حل کرنے کا سامان کیا ہے۔ اس نے شادی سے پہلے لڑکے اور لڑکی کو کسی آزمائش میں ڈالے بغیر اور ان کی عفت وعصمت کے ادنیٰ درجے میں بھی متاثر ہوئے بغیر، امکان کی آخری حد تک ہونے والے جوڑے کے مزاج وطبیعت کی مناسبت وسازگاری اور ان میں سے ہر ایک کے مفادات کے تحفظ کا سامان کیا ہے۔ اس سلسلے میں اسلام نے سب سے پہلا جتن یہ کیا ہے کہ شادی کے معاملہ کو تمام تر ہونے والے جوڑے کی مرضی پر موقوف نہ کرکے اس مسئلہ میں اس نے اولیاء، یعنی لڑکے اور لڑکی کے قریبی رشتہ داروں کو دخیل بنایا ہے۔

شادی میں اولیاء کا دخل

بالغ وہوشمند لڑکے اور لڑکی کے فہم وشعور اور ان کے ارادہ واختیار کی عظمت واہمیت کے تمام تر اعتراف کے باوجود اسلام کو اس عظیم نفسیاتی حقیقت کا ادراک ہے کہ شادی سے پہلے اس کے خواہش مند لڑکے اور لڑکی کی عمر جنسی جذبات کے ہیجان وتلاطم کی عمر ہوتی ہے۔ جذبات کے اس تلاطم میں اس کی توقع شاذونادر ہی کی جاسکتی ہے کہ اپنی جنسی پیاس بجھانے کے علاوہ شادی اور نکاح کے دوسرے مصالح اور اس کی طویل المیعاد تقاضوں اور عواقب پر وہ نگاہ رکھ سکیں گے۔ چنانچہ قرآن نے شادی کا حکم دیا تو اس کے لئے سب سے پہلے اس کے لئے معاشرہ کے ذمہ دار افراد کو مخاطب

کیا۔

وَانکحوا الایامٰی منکم والصالحین من عبادکم و اماءکم (نور: ۳۲)

اور تم میں سے جو بے نکاح ہوں اسی طرح تمہارے غلاموں اور باندیوں میں سے جو کام کے ہوں ان کا نکاح کر دو۔

اس آیت کریمہ میں خطاب لڑکی اور لڑکے کے لیۓ باپ اور ان کے قریبی رشتہ داروں اور شریعت کے اصطلاحی الفاظ میں ان کے 'اولیاء' سے ہے جن کے لیۓ اپنی زیر تولیت لڑکیوں اور لڑکوں کی شادی اور اس کے لیۓ فکرمندی ان کی اخلاقی اور قانونی ذمہ داری ہے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں آیت کریمہ کو اس باب کے تحت درج کیا ہے کہ 'ولی کے بغیر نکاح کی درستگی کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا۔[1] اس سلسلے کی دوسری آیات کریمہ میں بھی خطاب انہی 'اولیاء' سے ہے۔ اس کے ذریعہ قرآن نے شادی اور نکاح کے اہم ترین مسئلہ میں ان کی ذمہ داری کو یاد دلایا ہے۔[2] حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمادیا کہ:

لانکاح الا بولی۔[3] ولی کے بغیر کوئی نکاح نہیں ہوسکتا۔

---

[1] بخاری جلد ۲، کتاب النکاح، باب من قال لانکاح الا بولی الخ۔

[2] بخاری، حوالہ سابق۔ بدایۃ المجتھد: ۹/۲-۔

[3] ابوداؤد جلد ۱، کتاب النکاح، باب فی الولی۔ ابوداؤد کے علاوہ یہ روایت ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی ہے۔ اور ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ فتح الباری: ۹/۱۴۴-۱۔ امام ترمذی نے اس کی سند کے مختلف طریقوں میں مرسل اور موصول ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔ لیکن اس کے موصول ہونے کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔ ترمذی جلد ۱، ابواب النکاح، باب لانکاح الا بولی۔ اس کے علاوہ یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مرفوعاً طبرانی میں بھی ہے۔ جس کی سند میں اگرچہ کلام ہے۔ لیکن طبرانی ہی کے یہاں دوسرے واسطے سے اس کی اسناد حسن ہے۔ فتح: ۹/۱۵۰۔ یہ روایت جو حضرت ابوموسیٰ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے علاوہ حضرت عائشہؓ سے بھی ہے، ابن قدامہ حنبلی نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔ المغنی: ۹/۶-۳۴۴۔ حضرت عائشہؓ کی حدیث کو امام ترمذی نے بھی حسن قرار دیا ہے۔ ترمذی حوالہ سابق (بقیہ صفحہ گزشتہ)

شادی کے معاملہ میں اولیا کے دخل کی اہمیت کا اندازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری حدیث سے بھی ہوتا ہے۔ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایما امرأۃ نکحت بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل فنکاحھا باطل فنکاحھا باطل۔[1]

جو کوئی عورت بھی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرتی ہے تو اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے۔

ولی کی اجازت اور اس کی مرضی کے بغیر نکاح درست نہیں ہو سکتا۔ علما صحابہ میں سے حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابوہریرہؓ اور دوسرے بہت سے حضرات کا یہی مسلک ہے۔ فقہا تابعین کی جماعت سے بھی یہی بات منقول ہے۔ ان میں حضرت سعید بن المسیبؒ، حضرت حسن بصریؒ، قاضی شریحؒ، حضرت ابراہیم نخعیؒ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور دوسرے حضرات شامل ہیں۔ اسی کے قائل حضرات ابوسفیان ثوریؒ، امام اوزاعیؒ، امام مالکؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اسحاق بن راہویہؒ بھی ہیں۔[2] نکاح درست نہ ہونے کا مطلب ہے کہ نکاح باطل ہوگا جیسا کہ حضرت عائشہؓ کی مذکورہ روایت میں صراحت ہے۔ دوسرے بہت سے حضرات صحابہ و تابعین اور جمہور اہل علم کا یہی مسلک ہے۔ ولی کے بغیر نکاح درست ہی نہیں ہو سکتا۔ مشہور شافعی مفسر اور محدث ابن المنذر ۳۱۸ھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ۱۳۰/۱۔ صحیح مسلم کے شارح امام نووی بھی اس روایت کی صحت کے قائل ہیں۔ شرح نووی للمسلم مع المسلم: ۱/۵۵۰م۔

[1] ترمذی جلد ۱، ابواب النکاح، باب لا نکاح الا بولی۔ ابوداؤد جلد ۱، کتاب النکاح، باب فی الولی قال الترمذی ھذا حدیث حسن۔ اس کے علاوہ یہ حدیث ابوعوانہ، ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم کے یہاں بھی ہے اور ان سب نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ فتح الباری: ۱۵۰/۹۔

[2] جامع ترمذی: ۱/۱۳۰ ابواب النکاح باب لا نکاح الا بولی۔

کے بقول حضرات صحابہؓ میں کسی ایک سے اس کے خلاف منقول نہیں ہے[۱]۔ امام مالک سے مشہور روایت کے مطابق ولی کی اجازت صحت نکاح کے لئے شرط ہے جس کے بغیر نکاح درست ہی نہ ہوگا، دوسری روایت کے مطابق یہ شرط فرض نہیں بلکہ سنت ہے۔ یہ صحت کے شرائط میں سے نہیں بلکہ تمام کے شرائط میں سے ہے یعنی کہ اس کے بغیر نکاح گویا صحیح معنوں میں مکمل نہیں ہوگا[۲]۔ امام ابوحنیفہؒ، امام زفرؒ، امام شعبیؒ اور زہریؒ، جن کے نزدیک عورت ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح کر سکتی ہے۔ یہ حضرات بھی اس کے لئے شرط لگاتے ہیں کہ عورت کو یہ اجازت اسی صورت میں حاصل ہوگی جب کہ وہ 'کفو' سے یعنی اپنے جوڑ کی شادی کرے[۳]۔ عورت اگر 'غیر کفو' سے یعنی 'بے جوڑ' کی شادی کرے تو ولی کو اختیار رہوگا چاہے وہ اس رشتے کو باقی رہنے دے یا اسے فسخ کرادے[۴]۔

ولایت کے درجات میں فرق

اسلام نے عین عقلی اور فطری بنیادوں پر لڑکے اور لڑکی اور ان میں بھی شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کے درمیان 'ولایت' کے درجات میں فرق کیا ہے۔ چنانچہ بالغ مرد جو آزاد ہوں اور جو اپنے معاملات کا آپ اختیار رکھتے ہوں، تمام فقہا کا اتفاق ہے کہ ان کے سلسلے میں نکاح کی صحت کے لئے ان کی رضامندی اور رشتہ کا ان کے لئے قابل قبول ہونا ضروری ہے[۵]۔ ان کا باپ یا کوئی بھی ان کا بڑا ان کی مرضی کے بغیر ان کا نکاح نہیں کر سکتا۔ بالغ لڑکے کے جوڑے کے انتخاب میں باپ یا اس کے قائم مقام کا دخل اخلاقی ہے۔ 'ولایت' کا خاص اثر لڑکی کے سلسلے میں ظاہر ہوتا ہے جو اخلاقی ہی نہیں بلکہ لڑکی کے ولی کا قانونی حق ہے۔ حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح کے بموجب کنواری اور شوہر آشنا لڑکی کے درمیان 'ولایت' کے درجہ میں فرق

۱۔ نیل الاوطار: ۱۱۹/۶۔ ۲۔ بدایۃ المجتہد: ۹،۸/۲۔

۳۔ بدایہ: ۸/۲۔ ۴۔ نیل الاوطار: ۱۱۹/۶۔

۵۔ بدایۃ المجتہد: ۴/۲۔

اسی طرح ہے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تُنکح الایم حتی تستامر ولا تُنکح البکر حتی تُستاذن قالوا یا رسول اللہ وکیف اذنھا قال ان تسکت[۱]

شوہر آشنا کی شادی نہیں کی جا سکتی جب تک اچھی طرح اس کی مرضی معلوم نہ کر لی جائے۔ اور کنواری کی شادی نہیں کی جا سکتی جب تک کہ اس کی اجازت حاصل نہ کر لی جائے لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ اس کی اجازت کی کیا صورت ہوگی۔ فرمایا کہ وہ خاموش رہے۔

دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں جس سے اس کے مفہوم کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

الایم احق بنفسھا من ولیھا والبکر تستاذن فی نفسھا واذنھا صماتھا[۲]

شوہر آشنا اپنے ولی کے مقابلہ میں اپنے معاملہ کی زیادہ حق دار ہے اور کنواری سے اس کے معاملے میں اجازت لی جائے گی اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے۔

لغت میں 'ایم' کے معنی اس عورت کے ہیں جس کا شوہر نہ ہو قطع نظر اس کے کہ وہ کمسن ہے یا عمر رسیدہ، کنواری ہے یا شوہر آشنا۔[۳] دوسری روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمادی ہے کہ یہاں اس سے دواہ اور شوہر آشنا عورت مراد ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی دوسری روایت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

۱۔ بخاری جلد ۲۔ کتاب النکاح، باب لا ینکح الاب وغیرہ البکر والثیب الا برضاھا۔ مسلم جلد ۲۔ کتاب النکاح، باب استئذان الثیب فی النکاح بالنطق والبکر بالسکوت نیز ابوداؤد جلد ۱۔ کتاب النکاح، باب فی الاستیمار۔

۲۔ مسلم حوالہ سابق۔

۳۔ شرح نووی للمسلم مع المسلم: ۱/۴۵۵۔

الثیب احق بنفسہا من ولیہا والبکر تستأمر واذنہا سکوتہا۔[1] | وہ اپنے ولی کے مقابلہ میں اپنے معاملہ کی زیادہ حقدار ہے اور کنواری سے اس کے معاملے میں اجازت طلب کی جائے گی اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے۔

دوسری روایت میں اس کی مزید تفصیل کردی:

الثیب احق بنفسہا من ولیہا والبکر یستاذنہا ابوہا فی نفسہا واذنہا صماتہا۔[2] | وہ اپنے ولی کے مقابلہ میں اپنے معاملہ کی زیادہ حق دار ہے اور کنواری سے اس کے معاملہ میں اس کا باپ اجازت لے گا اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے۔

ان روایات سے واضح ہے کہ کنواری کے مقابلہ میں شادی شدہ عورت کو اپنے جوڑے کے انتخاب میں زیادہ دخل حاصل ہے۔ روایت میں اس کی تعبیر دو طریقوں سے کی گئی ہے۔ ۱۔ ایک لفظ 'استئمار' ہے "لا تنکح الایم حتی تستأمر" استئمار کی اصل ہے 'طلب الامر' یعنی حکم طلب کرنا۔ جس کا مطلب ہے کہ ولی اس طرح کی عورت کا رشتہ نہیں کرسکتا جب تک کہ صاف طور پر اس کا حکم طلب نہ کرلے۔ وہ اس کا رشتہ اسی وقت کرے گا جب کہ وہ کھلے انداز میں اس کا حکم دیدے۔ اگرچہ اسی سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس کے معاملے میں 'ولی' بالکل بے دست و پا نہیں ہے۔ شوہر کے انتخاب کا حق اصلاً تو عورت ہی کو حاصل ہے۔ لیکن ولی کا بھی اس میں بہر حال دخل ہے۔ اسی طرح 'استئمار' میں 'تاکید المشاورۃ' باہمی مشورہ کی تاکید کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ جس کا منشا ہے

---

[1] مسلم، حوالہ مذکور۔ [2] مسلم بحوالہ سابق۔ ابوداؤد مجلد ا، کتاب النکاح، باب فی الثیب۔ امام داؤد فرماتے ہیں 'ابوہا' کا اضافہ غیر محفوظ ہے۔ ابوداؤد حوالہ سابق۔ امام بیہقی کے مطابق بھی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اس روایت میں 'ابوہا' کا اضافہ غیر محفوظ ہے۔ امام شافعیؒ کا کہنا ہے۔ یہ اضافہ ابن عیینہ کا ہے جسے انھوں نے اپنی روایت کردہ حدیث میں بڑھا دیا۔ فتح الباری: ۹/۱۶۲۔

کہ اصلاً یہ معاملہ اسی عورت کے حوالہ ہے جس سے مشورہ طلب کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ اس طرح کی عورت کے معاملہ میں ولی کے لئے صاف طور پر اس کی اجازت طلب کرنا ضروری ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ اگر وہ صاف طور پر کسی رشتہ سے منع کر دیتی ہے تو تمام فقہاء کے اتفاق سے ولی کے لئے اس سے رک جانا ضروری ہوگا[1]۔ ۲۔ دوا د عورت کے سلسلے میں دوسری بات یہ کہی گئی ہے کہ اپنے ولی کے مقابلہ میں وہ اپنے معاملہ کی زیادہ حق دار ہے۔ 'احق بنفسہا من ولیہا'۔ اس کا مطلب ہے کہ اپنے نکاح کے معاملہ میں اس عورت کا بھی حق ہے اور اس کے ولی کا بھی حق ہے۔ البتہ ولی کے مقابلہ میں اسکا حق بڑھا ہوا ہے۔ اس کا اثر یہ ہوگا کہ مثال کے طور پر اگر ولی اس کا نکاح 'کفو' جوڑ کے رشتے سے کرنا چاہے اور وہ انکار کرے تو اسے اس کے لئے مجبور نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ خود 'کفو' جوڑ کے رشتے سے نکاح کرنا چاہے اور ولی اس سے انکار کرے تو اس کو اس کے لئے مجبور کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اگر ولی کا اصرار بدستور جاری رہے تو قاضی مداخلت کر کے عورت کا نکاح خود کر دے گا[2]۔

روایت کے دوسرے ٹکڑے میں کنواری کے سلسلے میں کہا گیا ہے کہ اس کا نکاح اسی وقت کیا جائے گا جب کہ اس سے اجازت لے لی جائے 'لا تنکح البکر حتی تستاذن'، تو اس سے خود بخود واضح ہے کہ اس کا تعلق اس صورت سے ہے جب کہ لڑکی بالغ اور سمجھ دار ہو۔ اس لئے کہ کمسن اور نابالغ لڑکی جسے سمجھ ہی نہ ہو کہ اجازت کسے کہتے ہیں اور جس کی خاموشی اور ناراضگی دونوں برابر ہو اس سے اجازت طلب کرنے کے کوئی معنی نہیں ہیں[3]۔ پھر یہ اجازت طلبی جس کا حدیث میں حکم دیا گیا ہے مختلف اولیا کی نسبت سے اس کے درجہ میں فرق ہے۔ امام شافعی، ابن ابی لیلی، امام احمد اور اسحاق بن راہویہ وغیرہ دوسرے حضرات کا کہنا ہے اگر لڑکی کا ولی باپ اور دادا ہو تو

---

[1] فتح الباری: ۹/۱۲۱۔ [2] شرح نووی للمسلم مع المسلم: ۱/۴۵۵م۔

[3] فتح الباری ۹/ ۱۸۲۔

اجازت طلبی مندوب و مستحسن ہو گی۔ اسی طرح باپ اور دادا اس کی اجازت طلبی کے بغیر بھی نکاح کر دیں تو یہ نکاح درست ہو گا۔ اس لئے کہ ان دونوں کے اندر اپنی بیٹی اور پوتی کی نسبت سے جو کمال درجے کی شفقت و محبت پائی جاتی ہے اس کی وجہ سے اسے کسی قسم کا ضرر اور نقصان نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر ولی باپ دادا کے علاوہ کوئی دوسرا ہو تو لڑکی سے اجازت طلب کرنا واجب ہو گا اور اس سے پہلے اس کا نکاح کرنا درست نہ ہو گا۔ دوسری طرف امام اوزاعیؒ، امام ابوحنیفہؒ اور ان کے ہم خیال دوسرے ائمہ ہیں جن کے نزدیک ہر کنواری کے سلسلے میں جو بالغ ہو اجازت طلبی واجب ہے[1]۔

روایت میں آگے کنواری کی نسبت سے کہا گیا ہے کہ اس کی خاموشی اس کی اجازت ہے: "اذنھا ان تسکت" "اذنھا صماتھا" اس سے متبادر طور پر یہ بات نکلتی ہے کہ اس کا تعلق ہر کنواری اور ہر ولی سے ہے۔ اور لڑکی کی خاموشی علی الاطلاق نکاح کی صحت کے لئے کافی ہے۔ یہی بات زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ اگرچہ بعض شوافع کا کہنا ہے کہ ولی اگر باپ یا دادا ہو تو ان کی اجازت طلبی مستحب ہے اور اس صورت میں لڑکی کی خاموشی کافی ہے۔ لیکن اگر ولی باپ دادا کے علاوہ کوئی دوسرا ہو تو اس کا بولنا ضروری ہے۔ اس لئے کہ باپ دادا سے اسے جو حیا اور حجاب ہوتا ہے، کسی دوسرے کی نسبت سے یہ بات نہیں ہوتی ہے۔ لیکن زیادہ صحیح بات وہی ہے جو جمہور کا مسلک ہے کہ تمام اولیا کی نسبت سے لڑکی کی خاموشی کافی ہے اور اس کی رضامندی کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ حدیث عام ہے اور حیا و حجاب کنواری لڑکی کے اندر بہر صورت پایا جاتا ہے۔ البتہ دواہ اور شوہر آشنا کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ اس کے لئے بولنا ضروری ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ بلا لحاظ اس کے کہ اس کا ولی باپ دادا ہے یا کوئی اور۔ اس لئے کہ مرد کا تجربہ کر لینے کی وجہ سے اس کی بڑھی ہوئی شرم و حیا بڑی حد تک کم ہو جاتی ہے[2]۔

---

[1] شرح نووی للمسلم مع المسلم: ۱/ ۴۵۵۔ [2] شرح نووی للمسلم، حوالہ سابق۔

لیکن زیادہ صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ دواہ کے لئے ہر حال میں کھل کر اپنی مرضی بتا دینے پر اصرار نہیں ہونا چاہیئے۔ عرف وعادت اور حالات اور ماحول کے لحاظ سے اس میں لچک رکھنے کی ضرورت ہے۔ ہندوستان جیسے ملکوں میں روایتی دیندار گھرانے کی لڑکیاں جن کا فطری شرم وحجاب غیر معمولی حد تک بڑھا ہوتا ہے، اکثر اوقات کم عمری میں بیوہ ہو جانے کی صورت میں دوسرے رشتے کے سلسلے میں اپنی مرضی بتانے کے معاملے میں ان کا حجاب کنواری لڑکیوں سے کم نہیں ہوتا ہے۔ اس طرح کی صورتحال میں غالب احوال میں اگر قرائن سے کوئی چیز اس کے خلاف نہ جاتی ہو تو لڑکی کی خاموشی کو اس کی رضامندی کی دلیل سمجھا جانا چاہیئے۔ دوسری انتہا حیا شکن جدید تہذیب وتعلیم کی پروردہ نام نہاد مسلمان خاندانوں کی ہے جن کی کنواری لڑکیاں نہ صرف اپنے من پسند رشتے کے سلسلے میں کھل کر اپنی رائے ظاہر کر سکتی ہیں، بلکہ ان کی طرف سے اپنے اولیا کو ذرا خاطر میں لائے بغیر بالکل بے جوڑ اور انمل رشتہ طے کر لینے اور ایسے رشتے رچا لینے کی مثالیں بھی کم نہیں ہیں۔

لڑکی اور لڑکا اگر کمسن اور نابالغ ہوں تو تمام فقہا کا اس پر اتفاق ہے کہ باپ ان کی مرضی معلوم کئے بغیر بجبر ان کا نکاح کر سکتا ہے[1] لڑکی کمسنی میں بیوہ اور شوہر آشنا ہو جائے جب بھی ولی کا یہ اختیار اس پر اسی طرح باقی رہتا ہے[2]۔

اولیا کی تفصیل

بالغ لڑکا جو اپنے معاملات کا آپ مالک ہو، اس کے سلسلے میں بات آچکی ہے کہ اپنے جوڑے کا انتخاب بڑی حد تک اس کی مرضی پر موقوف ہے۔ اس کے سلسلے میں باپ کی ذمہ داری قانونی سے زیادہ اخلاقی ہے۔ ترغیب نکاح کی مشہور حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرہ کے جوانوں کو خطاب بھی اس مقصد سے براہ راست

---

[1] بدایۃ المجتہد: ۲/۴۔ [2] الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۴۱۷۔ مزید تفصیل کے لیے ہمارا رسالہ کمسنی کی شادی اور اسلام، دہلی ۱۹۹۰ء

کیا ہے۔ اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ بخاری و مسلم کی مشہور روایت ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج۔[1] اے نوجوانوں کی جماعت تم میں سے جو شادی شدہ زندگی کے تقاضے پورے کر سکے وہ شادی کر لے۔

ولایت کا خاص دخل اور ولی کے اختیارات کا خاص اثر (لڑکی) کے سلسلے میں ظاہر ہوتا ہے۔ فقہاءِ اسلام نے نصوصِ دین اور مصالحِ شرعیہ کے گہرے مطالعہ اور تجزیہ سے اولیاء کی ایک ترتیب مقرر کی ہے جو عقل و فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق اور امکان کی آخری حد تک رشتۂ نکاح کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ اس ترتیب کی رو سے آزاد عورت کے نکاح کا سب سے زیادہ حقدار اس کا باپ ہے۔ امام شافعیؒ اسی کے قائل ہیں۔ اور امام ابوحنیفہؒ سے بھی مشہور روایت اسی کی ہے۔ پھر باپ کا باپ یعنی لڑکی کا دادا اور اس کے اوپر جہاں تک جا سکے۔ پھر عورت کا بیٹا اور اس کے بیٹے کا بیٹا یعنی عورت کا پوتا اور اس کے نیچے جہاں تک جا سکے۔ پھر عورت کے باپ شریک بھائی (علاتی بھائی جس کی ماں دو اور باپ ایک ہو) کا بھی یہی درجہ ہے۔ پھر بھائیوں کے لڑکے یعنی عورت کے بھتیجے اور اس کے نیچے جہاں تک جا سکیں۔ پھر عورت کے چچا پھر ان کی اولاد یعنی عورت کے چچیرے بھائی اور اس کے نیچے جہاں تک جا سکیں۔ پھر عورت کے باپ کے چچا۔ اس ترتیب کا خلاصہ یہ کہ عورت یا لڑکی کے جو رشتہ بحیثیت عصبہ اس سے زیادہ قریب اور مرنے کے بعد اس کی میراث کے زیادہ حق دار ہوں گے۔ ان کا عورت کی ولایت کا حق بھی اسی نسبت سے بڑھا ہوگا۔[2] اسی اصول کی بنیاد پر امام مالکؒ اور دوسرے ائمہ باپ کے مقابلہ میں لڑکے

---

[1] بخاری جلد ۲۔ کتاب النکاح باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج۔ الخ۔ مسلم جلد ۴، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت الیہ نفسہ ووجد مؤنہ۔ الخ

[2] [illegible]

کو ولایت کا زیادہ حق دار قرار دیتے ہیں۔ اس لئے کہ باپ کے مقابلہ میں لڑکی کی میراث کا وہ زیادہ حق دار اور بحیثیت عصبہ اس کی پوزیشن زیادہ مضبوط ہوتی ہے[۱]۔ فرائض کی اصطلاح میں جن لوگوں کو ذوی السہام اور ذوی الارحام کہا جاتا ہے۔ ولایت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ جمہور علماء امت کا یہی مسلک ہے[۲]۔

---

[۱] بدایۃ المجتہد: ۲/۱۳۔ المغنی: ۶/۴۶۰۔ [۲] نیل الاوطار: ۶/۱۸۱۔ رشتہ کی قربت کی بنیاد پر میت کا ترکہ پانے والوں کی موٹی تین قسمیں ہیں: ۱۔ ذوی الفروض۔ ۲۔ عصبات اور ۳۔ ذوی الارحام۔ ذوی الفروض جنھیں اسی وجہ سے ذوی السہام بھی کہا جاتا ہے میت کے وہ رشتہ دار ہیں جن کے حصے کتاب اللہ میں مقرر کر دیے گئے ہیں، عصبات میت کے وہ رشتہ دار جو اصحاب الفروض کا حصہ نکال لینے کے بعد اس کے تمام ترکہ کے وارث ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی عدم موجودگی میں پورے ترکہ کو تنہا سمیٹ لیتے ہیں۔ عصبات کی مختلف قسمیں ہیں۔ یہاں اس سے مراد خاص طور پر عصبہ بنفسہ یعنی میت کے ددھیالی رشتے ہیں جن کے اور میت کے درمیان کسی عورت کا واسطہ نہ ہو۔ مردوں میں یہ رشتے ہیں: بیٹا، باپ، دادا، پوتا، بھائی اور بھتیجا وغیرہ، ذوی الارحام، میت کے ددھیالی اور ننھیالی رشتے دار جو ذوی الفروض یا عصبہ نہ ہوں اور میت میں اور ان میں کسی عورت کے واسطہ سے رشتہ ہو۔ مردوں میں یہ رشتے ہیں: مثلاً نانا، نواسہ اور ماموں وغیرہ۔ یہاں ذوی السہام کے ولایت کا حق نہ رکھنے سے مراد وہ مرد ذوی الفروض ہیں جنھیں صرف اسی حیثیت سے حصہ ملتا ہے، اور وہ عصبہ نہیں ہوتے۔ مثلاً: اخیافی (ماں شریکی) بھائی یعنی سوتیلا بھائی جس کی ماں ایک اور باپ دو ہوں۔ بخلاف باپ اور دادا کے جو ذوی الفروض بھی ہیں اور عصبہ بھی اور جنھیں ان دونوں ہی حیثیتوں سے حصہ ملتا ہے۔ امام مالک اور دوسرے فقہاء جو بحیثیت عصبہ باپ کے مقابلہ میں بیٹے کی مضبوط پوزیشن کی وجہ سے ولایت کے معاملہ میں اسے باپ پر مقدم قرار دیتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ عصبات کی ترتیب میں بیٹا اول درجہ کا عصبہ ہے اور باپ درجہ دوم میں ہے۔ ترکہ کی تقسیم میں بسا اوقات بیٹے کا حصہ باپ سے بڑھ جائے گا۔ باپ ذوی الفروض کی حیثیت سے اپنا متعین حصہ ⅙ لے کر الگ ہو جائے گا اور عصبہ اول کی حیثیت سے تنہا لڑکا میت کا کل ترکہ سمیٹ لے گا۔ اس لئے کہ عصبات کا اصول ہی یہ ہے کہ ہر قریبی عصبہ اپنے بعد والے عصبہ کو محروم کر دیتا ہے۔

ولایت کا قانونی حق تمام تر مردوں کو حاصل ہے۔ عورتوں کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ دل جوئی اور خاطر داری کے نقطہ نظر سے لڑکیوں کے معاملہ میں ان کی ماؤں سے مشورہ کر لینا مناسب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مرفوع روایت ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

'امروا النساء فی بناتھن۔[۵] عورتوں سے ان کی لڑکیوں کے معاملہ میں مشورہ کرو۔

اس روایت میں صیغہ امر کا استعمال کیا گیا ہے جس کا مقتضا بظاہر وجوب ہے۔ لیکن امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ یہاں 'امر' مقصود نہیں ہے۔ اس سے مقصود صرف ماؤں کی دل جوئی اور ان کی خاطر داری ہے۔[۶]

منگیتر کو دیکھنے کی اجازت

جوڑے کے انتخاب کے معقول حدود کی تعیین میں ولی کے دخل کو تسلیم کرنے کے ساتھ، جیسا کہ تفصیل گزری، اسلام نے لڑکی کو خواہ وہ کنواری ہو یا شادی شدہ دونوں کو با اختیار رکھا ہے کہ ہونے والا رشتہ ان کی پسند کے مطابق اور اس کے سلسلے میں ہر پہلو سے ان کو پورا اطمینان ہو اسلامی نظام زندگی میں اس کی بالادست پوزیشن کے پیش نظر آگے مرد کو اجازت ہے کہ وہ شادی سے پہلے اپنی منگیتر کو دیکھ سکتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں صاف طور پر اس کی ترغیب دی ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

۵؎ ابوداؤد، جلد ا، کتاب النکاح، باب فی الاستیمار۔ مسند احمد: ۲/۳۴۔

۶؎ فتح الباری: ۹/۱۵۲۔ خیال رہے کہ جدید ماہرین جنسیات کے نزدیک بھی جوڑے کے انتخاب mate selection کا سب سے درست طریقہ یہی ہے کہ والدین اور قریبی اعزہ کی طرف سے کی ہوئی شادیوں arranged marriages میں ہونے والے جوڑے کی پسند و ناپسند اور ان کے نقطۂ نظر کا لحاظ رکھا جائے۔ Sex Education for Teenagers P. 51. طبع مذکور۔

اذا خطب احدکم المرأۃ فان استطاع ان ینظر الی ما یدعوہ الی نکاحھا فلیفعل۔[1]	جب تم میں کا کوئی شخص کسی عورت کو شادی کا پیغام دے تو اگر وہ اس کے سراپا سے وہ کچھ دیکھ سکے جس سے اس کو نکاح کی ترغیب ملتی ہو تو وہ ایسا کرلے۔

یہ روایت ابوداؤد کی ہے۔ ابن ماجہ میں حضرت محمد بن مسلمہؓ کی روایت کے الفاظ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا القی اللہ فی قلب امرئ خطبۃ امرأۃ فلا باس ان ینظر الیھا۔[2]	جب اللہ تعالیٰ کسی مرد کے دل میں کسی عورت کے رشتے کی بات ڈالے تو کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اس کو دیکھ لے۔

دوسرے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حکمت بھی بیان فرمادی۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے کسی خاتون کو نکاح کا پیغام دینا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

انظر الیھا فانہ احری ان یودم بینکما۔[3]	اس کو دیکھ لو۔ اس لئے کہ اس صورت میں اس کی زیادہ توقع ہے کہ تمہارے درمیان محبت والفت کا رشتہ مضبوط ہوگا۔

---

[1] ابوداؤد جلد ۱، کتاب النکاح، باب الرجل ینظر الی المرأۃ وھو یرید تزویجھا، مسند احمد: ۳/ ۳۳۴-۳۶۰۔ قال الحافظ لروایۃ ابی داؤد وسندہ حسن وصححہ ابن حبان والحاکم، فتح الباری: ۹/ ۱۴۳۔ ایضاً قال: ورجالہ ثقات، نیل الاوطار: ۶/ ۱۱۰ ورجال احمد رجال الصحیح، نیل الاوطار حوالہ سابق۔

[2] ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب النظر الی المرأۃ اذا اراد ان یتزوجھا مسند احمد: ۴/ ۴۹۳، ۲۲۵، ۲۲۶ قال الشوکانی، حدیث محمد بن مسلمۃ اخرجہ ایضاً ابن حبان والحاکم وصححاہ، نیل الاوطار: ۶/ ۱۱۰۔

[3] ترمذی ج ۱، ابواب النکاح، باب ماجاء فی النظر الی المخطوبۃ۔ نسائی، جلد ۲، کتاب النکاح، باب اباحۃ النظر قبل التزویج۔ ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب النظر الی المرأۃ اذا اراد ان یتزوجھا۔ قال الحافظ وصححہ ابن حبان، فتح الباری: ۹/ ۱۴۳۔

"یودم بینکما" کا مطلب ہے:

احری ان تدوم المودة بینکما[1]	اس کی زیادہ توقع ہے کہ تمہارے درمیان الفت و محبت کا رشتہ مضبوط اور پائیدار ہوگا۔

یا:

تحصل الموافقة والملائمة بینکما[2]	تمہارے درمیان سازگاری اور بہتر میل ملاپ قائم ہوگا۔

یہ دراصل الفت و محبت کے انتہائی مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کے لفظی معنی ہوتے ہیں۔ اندرونی چمڑے کا ایک دوسرے سے ملنا۔ "ادمہ" اندرونی چمڑے کو کہتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں بشرہ کا لفظ ہے۔ جس کے معنی اوپری چمڑے کے ہیں[3]۔ دوسری روایات میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی سے پہلے منگیتر کو دیکھنے کی ترغیب اور تاکید کی ہے[4]:

قرآن حکیم کی ایک آیت سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ معلوم ہے کہ بیک وقت چار بیویوں سے زیادہ کی اجازت امت میں آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے۔ سورۂ احزاب میں اس وقت آپ کے نکاح میں موجود نو ازواج مطہرات[5] کے علاوہ کوئی نئی شادی کرنے یا موجودہ بیویوں میں سے کسی کو طلاق دے کر ان کی جگہ پر کوئی نیا رشتہ کرنے کی اجازت کو موقوف کرتے ہوئے قرآن نے کہا:

لایحل لك النساء من بعد	اس کے بعد آپ کے لئے دوسری
ولاان تبدل بهن من ازواج ولواعجبك	عورتیں حلال نہیں ہیں نہ یہ (حلال ہے) کہ آپ

---

[1] ترمذی حوالہ سابق [2] نیل الاوطار: ۶/۱۱۱۔

[3] احیاء علوم الدین: ۲/۳۹ [4] مسلم جلد ۲، کتاب النکاح، باب ندب النظر الی وجه المراة وکفیها لمن یرید تزویجها۔ نسائی جلد ۲، کتاب النکاح، باب اباحة النظر قبل التزویج۔ نیز مسند احمد: ۲/۲۸۶

[5] تفسیر الجلالین: ۱/۵۵۸۔

حسنهن (احزاب: ۵۲)	ان کے بدلے دوسری بیویاں کر سکیں اگرچہ ان کا حسن وجمال آپ کے دل کو موہنے والا ہو۔

آیت کریمہ کا آخری 'ولو اعجبك حسنهن' ٹکڑا ہے ان کا حسن وجمال تمہارے دل کو موہ لے" اس سے صاف اشارہ نکلتا ہے کہ شادی سے پہلے آدمی اپنی منگیتر کو دیکھ سکتا ہے۔ کسی عورت کا حسن وجمال آدمی کا دل اسی وقت موہ سکتا ہے جب کہ وہ اسے اچھی طرح سے دیکھ سکے[1]۔ اگرچہ ضمناً اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ آپ کے پیش نظر کچھ دوسرے نکاح بھی تھے جو اس اجازت کی منسوخی کے باعث رو بہ عمل نہ لا سکے۔ شادی کی نیت ہو تو آدمی اپنی منگیتر کو نیچے اوپر غور سے دیکھ سکتا ہے۔ اس کے حق میں خود صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی شہادت موجود ہے۔ بخاری کی روایت ہے۔ ایک خاتون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور اپنے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے لئے پیش کیا۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خاتون کو جس طرح دیکھا اس کی تفصیل یہ ہے:

فصعّد النظر الیھا وصوّبه۔[2]	تو آپ نے انھیں اوپر نیچے نگاہ ڈال کر اچھی طرح دیکھا۔

اس مقصد سے منگیتر کو دیکھنے کے لئے اس کی پیشگی اجازت یا اطلاع بھی ضروری نہیں ہے۔ مسند احمد کی روایت میں خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی صراحت کی ہے:

اذا خطب احدکم امرأ ۃ فلا جناح علیہ ان ینظر الیھا اذا کان انما ینظر الیھا لخطبته وان کانت	جب تم میں کا کوئی شخص کسی عورت کو شادی کا پیغام دے تو اس کے لئے کوئی حرج نہیں ہے کہ اس کو دیکھ لے۔ البتہ اس کو اس کا

---

[1] مفاتیح الغیب: ۶/۲۹۶ [2] بخاری جلد ۲، کتاب النکاح، باب النظر الی المرأۃ قبل التزویج۔ نسائی جلد ۲، کتاب النکاح، باب التزویج علی سور من القرآن۔

لا تعلم[1]	دیکھنا رشتہ کی غرض سے ہی ہونا چاہئے۔ (اس صورت میں) عورت کو اس کا پتہ نہ ہو جب بھی وہ اسے دیکھ سکتا ہے۔

ایسی عورت کو چھپ چھپا کر دیکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ ابوداؤد کی مذکورہ روایت میں حدیث کے راوی حضرت جابر بن عبد اللہ صحابی رسولؐ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں:

فخطبت جارية فكنت اتخبأ لها حتى رأيت منها ما دعاني الى نكاحها وتزويجها فتزوجتها۔[2]	تو میں نے ایک لڑکی کو شادی کا پیغام دیا تو میں اس کے لئے چھپ کر بیٹھتا تھا یہاں تک کہ میں اس کے سراپا سے وہ کچھ دیکھ لیا جس سے مجھ کو اس سے نکاح اور شادی کی ترغیب ہو گئی۔ چنانچہ میں نے اس سے شادی کرلی۔

دوسرے صحابی رسولؐ حضرت محمد بن سلمہؓ کا بھی ایسا ہی واقعہ ہے۔ فرماتے ہیں۔ میں نے ایک خاتون کو نکاح کا پیغام دیا تو پھر میں انھیں چھپ کر دیکھنے لگا۔ اس پر کچھ لوگوں کی طرف سے ان پر اعتراض بھی کیا گیا:

فقيل اتفعل هٰذا وانت صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم۔	تو ان سے کہا گیا کہ آپ ایسا کرتے ہیں جب کہ آپ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔

اس کے جواب میں انھوں نے اسی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حوالہ دیا جو اوپر گزری:

اذا القى الله فى قلب امرء خطبة امرأة فلا باس ان ينظر اليها۔[3]	جب اللہ تعالیٰ کسی مرد کے دل میں کسی عورت کے رشتے کی بات ڈال دے تو کوئی حرج

---

[1] مسند احمد: ۵/ ۴۲۴۔ [2] ابوداؤد جلد ۱۔ کتاب النکاح، باب الرجل ینظر الی المرأۃ وھو یرید تزویجھا، نیز مسند احمد: ۳/ ۳۳۴۔

[3] ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب النظر الی المرأۃ اذا اراد ان یتزوجھا۔

نہیں ہے کہ وہ اسے دیکھ لے۔

مرد اس طرح کی عورت کے کن کن اعضا کو دیکھ سکتا ہے، اس سلسلے میں فقہا و محدثین کی طرف سے بہت سی باتیں کہی گئی ہیں۔ مرد منگیتر کے چہرے، ہتھیلی اور پیروں کو دیکھ سکتا ہے، اس کے گداز حصوں کو دیکھ سکتا ہے۔ آگے اور پیچھے کے خاص حصہ کے علاوہ اس کے پورے جسم کو دیکھ سکتا ہے۔ اس سلسلے میں جہاں تک چہرے کے دیکھنے کا سوال اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے[1]۔ امام مالکؒ چہرے کے ساتھ دونوں ہتھیلیوں کی اجازت دیتے ہیں۔ امام اعظمؒ اس کے ساتھ دونوں پیروں کا اضافہ کرتے ہیں[2]۔ جسم کے گداز حصوں کی اجازت کے قائل امام اوزاعی ہیں[3]۔ جو اس کے ساتھ ہی عورت کو ایک سے دو بار اور گہری نظر ڈالنے کی بھی اجازت دیتے ہیں[4]۔ دوسرے فقہا ہیں جو دونوں شرمگاہوں کے علاوہ عورت کے پورے جسم کی اجازت کے قائل ہیں[5]۔ لیکن زیادہ صحیح بات وہی جو امام احمد بن حنبلؒ سے روایت کی گئی ہے۔ کہ چہرے، ہتھیلی اور پیر کے علاوہ عورت کا ہاتھ اور اس کے جسم کے دوسرے حصے جو کسی بھی شخص پر نگاہ ڈالتے ہوئے احاطہ میں آجاتے ہیں، منگیتر کو دیکھنے کی اجازت میں اس کے یہ تمام حصے شامل ہیں[6]۔ منگیتر کی پنڈلیاں دیکھنے کے سلسلے میں خلیفہ ثانی کی ایک مثال بھی موجود ہے[7]۔ حضرت جابرؓ بن عبد اللہ کی مذکورہ روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جو الفاظ ہیں وہ اس سب کو حاوی ہیں:

اذا خطب احدکم المراۃ فان	جب تم میں کا کوئی شخص کسی عورت کو
استطاع ان ینظر الی مایدعوہ الی	شادی کا پیغام دے تو اگر وہ اس کے سراپا سے

---

[1] المغنی لابن قدامہ: ۶/۵۵۲۔ [2] بدایۃ المجتہد: ۲/۳۔

[3] المغنی: ۶/۵۵۲۔ شرح نووی للمسلم مع المسلم: ۱/۴۵۶۔ نیل الاوطار: ۶/۱۱۱۔

[4] فتح الباری: ۹/۱۴۴۔

[5] بدایۃ المجتہد: ۲/۳۔

[6] المغنی لابن قدامہ: ۶/۵۵۳۔ [7] المغنی، حوالہ سابق، نیل الاوطار: ۶/۱۱۰/۱۱۱۔

نکاحھا فلیفعل۔[1] وہ کچھ دیکھ سکے جس سے اس کو اس سے نکاح کی ترغیب ہو تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔

مسند احمد کی روایت میں اسے مزید کھول دیا ہے:

اذا خطب احدکم المرأۃ فقدر أن یری منھا بعض ما یدعوہ الیھا فلیفعل۔[2]

جب تم میں کا کوئی شخص کسی عورت کو شادی کا پیغام دے اور وہ اس کے سراپے کچھ وہ دیکھ سکے جس سے اس کا اس کی طرف میلان بڑھے تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔

تنہائی اور خلوت کی ممانعت

لیکن مرد اپنی منگیتر کو زیادہ سے زیادہ دیکھ ہی سکتا ہے۔ اس سے زیادہ اسے کسی چیز کی اجازت نہیں ہے۔ شرم و حیا سے عاری اور عفت و عصمت کے تصورات سے ناآشنا جدید خدا بیزار تہذیب نے تو ہونے والے جوڑے سے بعد کی شادی شدہ زندگی میں میل موافقت اور طبیعت و مزاج کی ہم آہنگی کی نام نہاد جانچ پرکھ کے لئے قبل از ازدواج جنسی اباحیت Premarital Sexual Permissiveness کا ایک پورا فلسفہ کھڑا کیا ہے جس میں ڈیٹنگ اور پیٹنگ کی آڑ میں شادی سے پہلے ہی شادی کے تمام مراحل طے کر لئے جاتے ہیں۔ اور جانچ پرکھ کا یہ سلسلہ ایک سے زائد بار مسلسل اور لگاتار جاری رہتا ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے اس کی تفصیل پیش کی جا چکی ہے۔ تازہ اطلاعات کے مطابق ہمارے ملک ہندوستان میں بھی یہ لعنت کسی نہ کسی درجہ میں روشناس ہو چکی ہے[3]۔ اسلام

---

[1] ابوداؤد، جلد ۱، کتاب النکاح، باب الرجل ینظر الی المرأۃ وھو یرید تزویجھا۔

[2] مسند احمد ۳/۳۶۰۔ [3] پونے Pune. کے ایک ادارے ٹائمس ریسرچ فاؤنڈیشن کے جائزے کے مطابق جس میں مختلف مضامین و موضوعات کے ۵۰۰ طالب علموں لڑکوں اور لڑکیوں سے شادی سے پہلے ہونے والی بے تکلفی ڈیٹنگ dating. کی بابت سوال کئے گئے ہیں اس سوال جواب کی روشنی میں جہاں بہت سے نوجوانوں کی طرف سے اسے وقت، پیسہ اور (بقیہ صفحہ آئندہ)

کے نزدیک یہ آوارگی اور جنسی انارکی قابل تصور بھی نہیں۔ اس کے نزدیک اپنی منگیتر سے میل موافقت اور مزاج کی یکسانیت کی جانچ، ہونے والی بیوی کی شکل وصورت اور دوسرے تمام پہلوؤں سے اس کی طرف سے اطمینان کے لئے اجازت کی آخری حد یہی ہے کہ مرد اس لچک کے ساتھ جس کی تفصیل اوپر گزری، صرف اپنی منگیتر کو دیکھ سکتا ہے۔ اس کے ساتھ تنہائی اور خلوت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ فقہ میں صراحت کی گئی ہے:

ومن اراد ان یتزوج امرأۃ فلہ ان ینظر الیہا من غیر ان یخلوبہا۔[۱]

جو شخص کسی عورت سے شادی کرنی چاہے تو وہ اس کو دیکھ سکتا ہے۔ البتہ اس کے لئے اس کے ساتھ خلوت کی اجازت نہیں ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) قوت کا ضیاع قرار دیا گیا تو دوسرے وہ ہے جو اسے پر لطف ذریعہ تفریح Wonderful Pastime, تسلیم کرتے ہیں۔ کالج کے نوجوان جو بالکل ہی روایت شکن نہیں ہیں ان کی ناقابل لحاظ تعداد ہی نے اتفاقیہ ڈیٹنگ کی تائید کی۔ لیکن یہ لوگ بھی بہرحال پرانے زمانہ کے جنسی علیحدگی Sexual Segragation, کے رواج کی تائید میں نہیں تھے۔ یہ ضرور ہے کہ ہندوستانی کالجوں کے طالب علم کسی ایک شخص (لڑکا یا لڑکی) کے ساتھ ڈیٹنگ کرنے کے بجائے اس مقصد سے گروپوں کی صورت میں جانا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ الا یہ کہ شادی کا ارادہ ہو تو تنہائی کی ڈیٹنگ میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ زیادہ سے طالبعلموں نے جنس مخالف کے ساتھ آپس میں گھلنے ملنے کی تائید کی گو کہ انھوں نے لازمی طور پر ڈیٹنگ نہ کی ہو۔ قطع نظر اس سے کہ انھوں نے سرگرم طریقہ پر ڈیٹنگ کی ہو یا نہ کی ہو لیکن ان طالب علموں کا احساس یہی ہے کہ زندگی کی یہ وہ حالت ہے جس سے ہر ایک کو گزرنا چاہیئے اس سے ہمیں جنس مخالف کو سمجھنے کا بہت موقع ملتا ہے۔ جس سے بعد کی زندگی میں سہولت اور آسانی رہتی ہے۔ دوسرے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں نے بھی مختلف انداز سے شادی سے پہلے ملاپ 'ڈیٹنگ' کی تائید کی۔ ملاحظہ ہو انڈین اکسپریس نئی دہلی۔ ۲ر جنوری ۱۹۸۹ء جائزہ بعنوان Mixed reaction to 'dating' in India, ہندوستان میں ڈیٹنگ کے سلسلے میں ملا جلا ردعمل۔

[۱] المغنی لابن قدامہ: ۶/۵۵۶۔

اسلام میں غیر عورت کے ساتھ خلوت قطعی حرام ہے۔ منگیتر کے سلسلے میں شریعت نے صرف اس کو دیکھنے کی اجازت دی ہے۔ خلوت اور تنہائی کی نسبت سے اس کی حرمت اسی طرح قائم ہے۔ اس کے علاوہ تنہائی کی صورت میں یہ اندیشہ اپنی جگہ ہے کہ آدمی سے کسی ممنوع اور حرام کا ارتکاب ہو جائے[1]۔ حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما ہی دیا ہے:۔

لا یخلون رجل بامرأۃ الا کان ثالثہما الشیطان[2]۔	ہرگز ہرگز کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ ملے کہ اس صورت میں ان کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے۔

مرد کے لئے شادی سے پہلے منگیتر کو دیکھنے کی اجازت ہے تو اس میں بھی یہ بات شامل ہے کہ اس کا یہ دیکھنا شادی اور نکاح کے مقصد سے ہونا چاہیئے۔ منگیتر کو لذت وشہوت اور گناہ بھری نگاہ سے دیکھنا صحیح نہیں ہے:

ولا ینظر الیہا نظرۃ تلذذ وشہوۃ ولا لریبۃ[3]۔	وہ اسے لذت اور شہوت کی نگاہ سے اور کسی طرح کا نقصان پہنچانے کی نیت سے نہ دیکھے۔

صالح کی روایت میں امام احمد بن حنبلؒ نے اسی کی صراحت کی ہے:

ینظر الی الوجہ ولا یکون عن طریق لذۃ[4]۔	وہ (عورت کے) چہرے کو دیکھ سکتا ہے لیکن اس کے ساتھ لذت شامل نہیں ہونی چاہیئے۔

یہ کمیاں اور کمزوریاں شامل نہ ہوں تو منگیتر کو سادہ انداز ہی سے نہیں بلکہ ایک سے زائد بار غور سے اور گہرائی کے ساتھ دیکھا جاسکتا ہے۔ چنانچہ آگے ہے:

---

[1] المغنی: ۵۵۳/۶۔ [2] ترمذی جلد ۱۔ ابواب الرضاع، باب ماجاء فی کراہیۃ الدخول علی المغیبات [3] المغنی لابن قدامۃ: ۵۵۳/۶۔

[4] حوالہ سابق۔

ولہ ان یردد النظر الیھا ویتامل محاسنھا لان المقصود لایحصل الا بذالک۔[1]

وہ عورت کو ایک سے زائد بار دیکھ سکتا ہے اور اس کے حسن وجمال کی جگہوں پر نگاہ جما کر دیکھ سکتا ہے اس لئے کہ یہ مقصد اس کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

لیکن جیسا کہ تفصیل گزری یہ آخری سہولت ہے جو جوڑے کے انتخاب میں کسی خواہش مند مرد کو حاصل ہو سکتی ہے، غیر دین پسند معاشرے میں آج کے ڈیٹنگ اور پیٹنگ کے طور طریقوں کا اسلام کے ہاں کوئی تصور نہیں ہے۔

---

[1] حوالہ مذکور۔

باب سوم

جنس کے منحرف رویّے اور اسلام

رشتۂ ازدواج میں باندھ کر اسلام جنس Sex. کو جن حدود و آداب کا پابند بناتا ہے، اس کی تفصیل کتاب کے دوسرے باب میں گزری، اب جنس کے منحرف رویوں Deviant ways of Sex. کے سلسلے میں اسلام کے نقطۂ نظر کو معلوم کرنا ہے۔ اسلام زندگی میں جنس کی اہمیت کو پوری طرح تسلیم کرتا ہے۔ لیکن اس کے اظہار کے لئے مرد اور عورت کا شادی کے رشتے میں منسلک ہونا ضروری ہے۔ رشتۂ ازدواج سے باہر مرد اور عورت سے فطری جنسی تعلق کو اسلام سخت ترین جرم قرار دیتا ہے جو موجب تعزیر ہے۔ جنس کے پیچھے دیوانی جدید تہذیب نے شادی کے ادارے کی جو دھجیاں بکھیری ہیں اس کی تفصیل کتاب کے باب اول میں آچکی ہے۔ اس کے ساتھ ہی جنس کے منحرف رویوں کے دروازے کو بھی دور جدید نے بالکل چوپٹ کھول دیا ہے۔ ہم جنس پرستی Homosexuality. جیسے قبیح و شنیع فعل کو مہذب دنیا کی مختلف پارلیمنٹوں میں باقاعدہ منظوری دی جا چکی ہے۔ عورتوں کی ہم جنس پرستی اور خود لذتی کے لئے دروازہ بالکل کھلا ہوا ہے۔ وقار و شائستگی وغیرہ کے جو پیمانے جدید دنیا نے مقرر کئے ہیں ان جرائم اور برائیوں کا ان سے کوئی ٹکراؤ نہیں ہے رشتۂ ازدواج سے ہٹ کر جنس سے بھرپور طریقے پر لطف اندوز ہونے کے ساتھ دور حاضر کے سماجی حیوان کو جنس کے منحرف رویوں سے مستفید ہونے میں بھی کوئی رکاوٹ اور پابندی نہیں ہے۔ اسلام جو رشتۂ ازدواج سے باہر جنسی تعلق کو سخت ترین جرم قرار دیتا ہے، جنس کے منحرف رویئے بھی اس کے نزدیک اسی طرح جرم اور گناہ ہیں۔ ان جرائم کے

سلسلے میں بھی اس کا رویہ ایسا ہی سخت ہے، انھیں بھی وہ ایسا ہی قابل ملامت تصور کرتا اوران پر بھی وہ ایسی ہی پابندیاں اور بندشیں عائد کرتا ہے ۔

امرد پرستی

جنس کے منحرف رویوں میں سب سے بدترین جرم مرد کا مرد سے غیر فطری جنسی تعلق ہم جنس پرستی یا امرد پرستی Homosexuality. ہے۔ جیسا کہ تفصیلات گزریں مہذب دنیا کی مختلف پارلیمنٹوں نے اس جرم کے لیے باقاعدہ سند جواز عطا کردی ہے۔ اور وہاں سماج کے ہر طبقہ میں اس پر عمل کرنے والے لوگ موجود ہیں۔ لیکن اسلام اس غیر فطری فعل کو سخت ترین جرم اور گناہ قرار دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے دستور اساسی - قرآن میں ایک جلیل القدر پیغمبر حضرت لوط علیہ السلام کی دعوت کا اہم ترین نکتہ اسی جرم کی اصلاح قرار دیا گیا ہے۔ جن کی قوم اپنی شومئ قسمت سے اس فعل بد کی ایسی عادی ہو چکی تھی کہ پیغمبر کی مستقل تہدید و تنبیہ کے باوجود وہ اپنی حرکت سے باز آنے کے لیے تیار نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ عذاب الہٰی سے یہ پوری قوم اس طرح تیس نہس کر دی گئی کہ آج روئے زمین پر اس کا کہیں نام و نشان تک نہیں ہے۔

ولوطا اذ قال لقومه اتاتون الفاحشة ما سبقكم بها من احد من العالمين ○ انكم لتاتون الرجال شهوة من دون النساء بل انتم قوم مسرفون ○ (الاعراف: ۸۰، ۸۱)[1]	اور یاد کرو لوط کو جب اس نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ کیا تم اس کھلی ہوئی بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو جسے تم سے پہلے دنیا والوں میں سے کسی نے نہیں کیا۔ تم اپنی شہوانی خواہش کی تکمیل کے لیے عورتوں کے بجائے مردوں کے پاس آتے ہو۔ بات یہ ہے کہ تم حد کو پھاندنے والے لوگ ہو۔

آنجناب کی اس تہدید و تنبیہ کا تذکرہ دوسرے مقامات پر بھی ہے:۔

---

[1] نیز: عنکبوت: ۲۹، ۲۸۔

۱۔ اتاتون الذکران من العالمین ۵ وتذرون ماخلق لکم ربکم من ازواجکم بل انتم قوم عادون ۵ (شعراء: ۱۶۵، ۱۶۶)	کیا دنیا والوں میں ایک تم ہی ہو جو مردوں کے پاس (شہوانیت سے) آتے ہو۔ اور تمہارے رب نے تمہارے لئے (عورتوں سے) جو تمہارے جوڑے پیدا کئے ہیں تم ان کو چھوڑتے ہو۔ بات یہ ہے کہ تم سرکش لوگ ہو۔
۲۔ ائنکم لتاتون الرجال شھوۃ من دون النساء بل انتم قوم تجھلون ۵ (نمل: ۵۵)[1]	آخر یہ کیا معاملہ ہے جو تم عورتوں کے بجائے (شہوانیت کے ساتھ) مردوں کے پاس آتے ہو۔ بات یہ ہے کہ تم نادان لوگ ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں بھی اس فعل بد پر شدید ترین وعیدیں سنائی ہیں اور اسے سخت ترین جرم قرار دیا ہے۔ ایک موقع پر فرمایا:

ملعون من عمل قوم لوط۔[2]	اس شخص پر لعنت ہے جو قوم لوط کا عمل کرتا ہے۔

مسند احمد میں روایت کے الفاظ ہیں:

لعن اللہ من عمل قوم لوط۔[3]	اللہ اس شخص پر لعنت کرتا ہے جو قوم لوط کا عمل کرتا ہے۔

اسی طرح حضرت جابرؓ کی روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان اخوف ما اخاف علی امتی عمل قوم لوط[4]	سب سے زیادہ خطرناک چیز جس کا مجھکو اپنی امت پر اندیشہ ہے وہ قوم لوط کا عمل ہے۔

---

[1] حضرت لوط علیہ السلام کی اس تنبیہ و تہدید اور ان کی دعوت کا تذکرہ دوسرے مقامات پر بھی ہے: ہود ۷۷، ۸۰، حجر ۶۷-۷۲، انبیاء: ۷۴۔

[2] ترمذی: جلد ۱، ابواب الحدود، باب ماجاء فی حد اللوطی ورواہ ایضا ابن حبان فی صحیحہ والبیہقی، بحوالہ کتاب الکبائر وتبیین المحارم /۱۰۱۔ قال الحافظ ابوعبداللہ الذھبی م سنہ ۷۴۸ھ اسنادہ حسن بحوالہ سابق تحقیق و تعلیق: محی الدین متو۔ موسسۃ علوم القرآن، بیروت طبعہ ثانیہ ۱۴۰۵ھ ۱۹۸۴ء۔ [3] مسند احمد: ۱/۳۰۹، ۳۱۷۔

[4] ترمذی بحوالہ سابق، ابن ماجہ، ابواب الحدود، باب من عمل عمل قوم لوط۔

مختلف احادیث میں اس فعل شنیع کی مختلف سزائیں بیان کی گئی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی مرفوع روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

من وجد تموہ یعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول بہ۔[1]	جس کسی کو تم قوم لوط کا عمل کرتے پاؤ تو اس حرکت کرنے والے اور جس کے ساتھ یہ حرکت کی جارہی ہو دونوں کی گردن اڑا دو۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں جو شخص اس فعل بد کا ارتکاب کرتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:۔

فی الذی یعمل عمل قوم لوط قال ارجموا الاعلی والاسفل ارجموھما جمیعاً۔[2]	جو شخص قوم لوط کا عمل کرے اس کے سلسلے میں فرمایا کہ اوپر اور نیچے والے ہر ایک کو سنگسار کرو۔ دونوں کو سنگسار کرو ان میں سے کوئی چھوٹنے نہ پائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی دوسری روایت کے الفاظ ہیں:۔

اقتلوا الفاعل والمفعول بہ۔[3]	اس حرکت کے کرنے والے اور جس کے ساتھ یہ حرکت کی جائے دونوں کی گردن اڑا دو۔

حضرات صحابہ کرامؓ سے ایسے مجرم کے سلسلے میں مختلف سزائیں منقول ہیں۔ اسے

---

[1] ابوداؤد: جلد ۲۔ کتاب الحدود باب فیمن عمل عمل قوم لوط۔ نیز ترمذی بحوالہ سابق قال الترمذی انما نعرف ھذا الحدیث عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ھذا الوجہ قال الامام ابن القیم وصححہ ابن حبان وغیرہ واسنادہ علی شرط البخاری۔ الجواب الکافی لمن سال عن الدواء الشافی /۱۲۰۔ [2] ابن ماجہ بحوالہ سابق۔

[3] ترمذی: حوالہ سابق۔ قال الترمذی ھذا حدیث فی اسنادہ مقال۔ اس مضمون کی بعض دوسری روایات پر بھی سند کی جہت سے کلام ہے۔ نیل الاوطار ۷/۱۱۶، ۱۱۷۔ لیکن جیسا کہ اصول ہے جب ایک مضمون کی مختلف روایتیں موجود ہوں تو ان میں فی الجملہ قوت ہو جاتی ہے اور ان کا مضمون ثابت ہو جاتا ہے اور روایۃ ابن ماجہ والحاکم قال الذہبی سنادہ حسن، کتاب الکبائر/ وتنبیہ المعارم/ معوذ بالا

آگ سے جلا دیا جائے۔ نیچے کھڑا کر کے اس کے اوپر سے دیوار گرا دی جائے، کسی بلند مقام سے اسے اوندھے منہ گرا دیا جائے اس کے ساتھ ہی اس کے اوپر پتھروں کی بارش کی جائے وغیرہ[1]۔ ایسے شخص کے واجب القتل ہونے پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ اختلاف صرف اس کی صورت اور ہیئت میں ہے[2]۔ احادیث و آثار کے اسی اختلاف سے لوطی کی سزا کے سلسلے میں ائمہ کی آراء مختلف ہو گئی ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس جرم کا ارتکاب کرنے والے کو ہر حال میں سنگسار کیا جائے گا چاہے وہ شادی شدہ ہو یا شادی شدہ نہ ہو۔ یہ قول امام مالکؒ، امام شافعیؒ، احمدؒ اور اسحاق کا ہے۔ فقہاء تابعین میں دوسرے لوگوں کی رائے ہے کہ ایسے شخص کی سزا وہی ہے جو زانی کی ہے یعنی کہ اگر وہ شادی شدہ ہو تو اسے رجم کیا جائے گا، غیر شادی شدہ ہو تو اسے سو کوڑے لگائے جائیں گے۔ حسن بصریؒ، ابراہیم نخعیؒ، عطاءؒ اور حضرت ابن ابی رباحؒ وغیرہ کا بھی مسلک ہے۔ یہی قول امام ثوریؒ اور دوسرے ائمہ احناف کا ہے[3]۔ حضرت سعید بن مسیبؒ اور قتادہ کی بھی یہی رائے ہے۔ امام شافعیؒ کا راجح قول بھی یہی ہے[4]۔ ابن شہاب زہریؒ ایسے شخص کی سزا ہر حال میں رجم، قرار دیتے ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ وہ شادی شدہ ہے یا شادی شدہ نہیں ہے[5]۔ امام احمد بن حنبلؒ سے مشہور روایت رجم ہی کی ہے کہ ایسے مجرم کو سنگسار کیا جائے گا چاہے وہ کنوارا ہو یا شادی شدہ، مذکورہ ائمہ کے علاوہ دوسرے بہت سے لوگوں کا بھی یہی مسلک ہے۔ امام سے دوسری روایت ہے کہ ایسا شخص واجب القتل ہے۔ رجم کی خاص صورت کے علاوہ وہ کنوارا ہو یا شادی شدہ اسے بہر حال قتل کیا جائے گا[6]۔ ایسا ہی ایک قول امام شافعی کا بھی ہے کہ جو بھی صورت اپنائی جائے بہر حال ایسے مجرموں کو قتل کیا جائے گا[7]۔ ائمہ احناف میں صاحبین حضرت امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ فعل زنا کے مشابہ ہے۔ اور اس کے ارتکاب کرنے والے کی وہی سزا

---

[1] ھدایہ ۱/۲۹۶ مکتبہ خانہ رشیدیہ، دہلی۔ [5] المغنی لابن قدامہ ۸/۱۹۰۔ نیز نیل الاوطار ۷/۱۱۷۔

[2] ترمذی، حوالہ سابق۔ [6] معالم السنن للخطابی: ۳/۳۳۲۔

[3] موطا جلد ۲۔ کتاب الحدود۔ ما جاء فی الرجم [7] المغنی لابن قدامہ ۸/۱۹۰

[4] ھدایہ: ۲/۲۹۶۔

ہے جوزانی کی ہے[1] صاحب مغنی علامہ ابن قدامہ حنبلی نے ان حضرات کا مسلک یہ نقل کیا ہے کہ "اس کی سزا ہر حال میں رجم و سنگسار کیا جانا ہے۔ بلا لحاظ اس کے کہ وہ کنوارا ہے یا شادی شدہ[2] لوطی کی سزا کے سلسلے میں سب سے نرم مسلک امام اعظم ابو حنیفہؒ کا ہے۔ ان کے مطابق ایسے شخص کو سنگسار کیا جائے گا، نہ قتل کیا جائے گا بلکہ اس کی تعزیر کی جائے گی اور اسے جیل میں ڈال دیا جائے گا[3] لیکن ان کے مسلک کے مطابق بھی کوئی شخص اگر اس فعل کا عادی مجرم ہو تو امام کو اختیار ہے کہ مارنے اور جیل میں ڈالنے کے علاوہ وہ چاہے تو اسے قتل بھی کرا سکتا ہے[4] حکومت و سیاست کے نقطہ نظر سے امام کے لیے اس سلسلے میں شادی شدہ (محصن) اور غیر شادی شدہ (غیر محصن) کا فرق کرنا بھی ضروری نہیں ہے[5] اخلاقی طور پر سلف صالح اس بد فعل کو کس نگاہ سے دیکھتے تھے اس کا اندازہ حضرت فضیل بن عیاض کے اس قول سے لگایا جا سکتا ہے کہ:۔

لو ان لوطیا اغتسل	لواطت کا مجرم اگر آسمان سے اترنے والے
بکل قطرۃ من السماء للقی اللّٰہ	ایک ایک قطرے سے نہائے جب بھی اللہ سے اس
غیر طاھر[6]	کی ملاقات ہوگی تو وہ ناپاک ہی ہوگا۔

دوسرے بزرگوں سے بھی اس کے سلسلے میں اسی کے ہم معنی الفاظ نقل کئے گئے ہیں[7]:

اس فعل بد کی اس آخری انتہا سے پہلے اسلام نے اس کے مقدمات کی پیش بندی میں بھی پوری چابک دستی کا ثبوت دیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں صاف طور پر ممانعت فرمادی کہ دو مرد ایک چادر میں لپٹ کر نہ سوئیں:

لا یفضو الرجل الی الرجل	ایک مرد دوسرے مرد کے ساتھ ایک

---

[1] ھدایہ حوالہ سابق۔ معالم السنن للخطابی ۴/۳۳۲ [2] المغنی لابن قدامہ: ۸/۱۹۰۔

[3] ھدایہ ۲/۴۹۶۔ [4] عنایہ شرح ھدایہ مع فتح القدیر: ۴/۱۵۰۔

[5] فتح القدیر مع العنایۃ ۴/۱۵۰۔ [6] فتاوٰی ابن تیمیہ: ۱۵/۳۸۵۔

[7] فتاوٰی حوالہ سابق۔

فی ثوب واحد[۱] — کپڑے میں نہ سوئے اس طرح کہ ان دونوں کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو۔

ایک چادر کی بات بطور مثال کہی ہے۔ دو مرد ساتھ ایک چارپائی پر سوئیں تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اس لئے کہ یہ چیز بھی بدفعلی اور لواطت کا پیش خیمہ بن سکتی ہے[۲]۔ بچوں کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی کہ جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو ان کے بستر الگ کر دیے جائیں:

مروا اولادکم بالصلوٰۃ وھم ابناء سبع سنین و اضربوھم علیھا وھم ابناء عشر وفرقوا بینھم فی المضاجع[۳] — اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب کہ وہ سات سال کے ہوں اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو انھیں اس پر مارو اور اس وقت سے ان کو الگ الگ بستروں پر سلاؤ۔

جب کم عمر لڑکوں کا بستر پر ایک ساتھ سونا صحیح نہیں ہے تو بڑوں کے سلسلے میں اس کی خرابی اور ممانعت بدرجہ اولی واضح ہے[۴]۔ چنانچہ مرد اور مرد کا ساتھ سونا صحیح نہیں ہے۔ لڑکا نوعمر 'امرد' ہو تو اسے دیکھنا بھی درست نہیں ہے[۵]۔ 'امرد' وہ لڑکا جس کے ابھی ڈاڑھی نہ آئی ہو اگر وہ خوبصورت ہو اور اس کو دیکھنے سے فتنہ کا اندیشہ ہو تو قصد کر کے اس کو دیکھنا جائز نہیں ہے[۶]۔ امرد لونڈا اگر وہ حسین اور خوبرو ہو تو بہت سے معاملات میں اس کا حکم اجنبی عورت کا ہے۔ لذت کے ساتھ اس کو بوسہ لینا بھی جائز نہیں ہے۔ اسے بوسہ صرف اس کے باپ اور بھائی وغیرہ ہی لے سکتے ہیں۔ جن کی طرف سے اس سلسلے میں پورا اطمینان ہوتا ہے۔ لذت

---

[۱] مسلم، جلد ا، کتاب الحیض، باب تحریم النظر الی العورات۔ ترمذی، جلد ۲۔ ابواب الاستئذان والادب، باب ماجاء فی کراہیۃ مباشرۃ الرجل الرجل والمرأۃ المرأۃ۔

[۲] حجۃ اللہ البالغۃ ۲/۱۲۶۔

[۳] ابوداؤد، جلد ا، کتاب الصلوٰۃ، باب متی یومر الغلام بالصلوٰۃ۔ نیز سنن الدارقطنی، کتاب الصلوٰۃ، باب الامر بتعلیم الصلوٰۃ والضرب علیہا۔ انح مطبع فاروقی دہلی۔

[۴] فتاویٰ ابن تیمیہ: ۳۲/۲۴۷، ۲۴۸۔

[۵] مفاتیح الغیب: ۶/۲۹۵، ۲۹۶۔

[۶] المغنی لابن قدامہ: ۶/۵۶۲۔

کے محرک کے ساتھ اس کی طرف نگاہ ڈالنا بھی جائز نہیں ہے۔ اس پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے۔ بلکہ اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو جمہور علماء کے نزدیک اس کی طرف نگاہ ڈالنا حرام ہے[1]۔ شعبی کی روایت ہے کہ عبد القیس کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو ان کے درمیان ایک نوخیز، امرد، لڑکا بھی تھا جو بہت خوب صورت تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے کو اپنے پیچھے بٹھایا[2]۔ ساتھ ہی ارشاد ہوا کہ داؤد علیہ السلام (جس کی وجہ سے ان کو آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا، جس کا تذکرہ قرآن میں ہے) ان کی غلطی اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ نظر کی چوک تھی[3]۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ ہے جن کے نکاح میں اس وقت نو بیویاں تھیں۔ یہ وفد بھی تمام کا تمام صالح اور نیک لوگوں پر مشتمل تھا۔ اور عرب میں یہ برائی معروف بھی نہ تھی[4]۔ اسی طرح ابو عبد اللہ امام احمد ابن حنبلؒ کا واقعہ ہے۔ ان کے ایک دوست ان سے ملنے آئے۔ ان کے ساتھ ایک خوبصورت لڑکا بھی تھا۔ مجلس ختم ہوئی تو امام انھیں تنہائی میں لے گئے اور دریافت کیا کہ یہ لڑکا تمہارا کیا ہوتا ہے؟۔ انھوں نے کہا: یہ میرا بھانجہ ہے، فرمایا کہ آئندہ جب تم میرے پاس آؤ تو یہ لڑکا تمہارے ساتھ نہ ہو۔ ساتھ ہی ان کو بھی نصیحت کی کہ بہتر ہے کہ یہ لڑکا کسی راستہ میں تمہارے ساتھ نہ رہے[5]۔ اس کے علاوہ مشائخ نے عام طور پر نوعمروں اور نوخیزوں احداث، کے ساتھ رہنے اور ان سے گھلے ملے رہنے سے بچنے کی سختی کے ساتھ تاکید کی ہے[6]۔ یہاں تک کہ ابن قطان نے امرد جسے ہنوز داڑھی نہ آئی ہو، اسے لذت کے مقصد سے دیکھنے پر تمام لوگوں کا اجماع نقل کیا ہے[7]۔

اسے دنیوی طور پر بھی شریعت اسلامی کے باعث رحمت ہونے ہی کی دلیل کہا جا سکتا

---

[1] فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۴۷/۳۲۔ احیاء علوم الدین: ۴۷/۲۔ [2] المغنی لابن قدامہ: ۵۶۲/۶، فتاویٰ: ۲۴۷/۲۲۔

[3] فتاویٰ، حوالہ سابق [4] فتاویٰ، حوالہ مذکور۔

[5] المغنی لابن قدامہ: ۵۶۲/۶ [6] فتاویٰ، حوالہ سابق۔ ایضاً، فتاویٰ: ۲۸۰/۲۱۔ نیز ملاحظہ ہو: المدخل لابن الحاج ۳۱/۲: ۱۱۴، ۱۱۵۔ رد المحتار: ۲۶۸/۱۔ [7] رد المحتار، حوالہ سابق۔ امردوں کے سلسلے میں اسلام کے اس سخت رویے کی مزید تفصیل کے لیے: فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۴۳/۱۵ تا ۴۱۳۔ طبع مذکور، نیز ص ۴۱۱ تا ۴۱۴۔

ہے آج دنیا میں ایڈسس Aids. کا جو مہلک ترین مرض پیدا ہوا ہے جس میں مبتلا شخص کوڑھیوں کے مانند (اعاذنا اللہ منہ ثم اعاذنا اللہ منہ)، سوسائٹی میں بالکل اچھوت ہو کر رہ جاتا ہے۔ جس کے سائے سے بھی لوگ پناہ مانگتے ہیں، طبی طور پر اس کا بڑا سبب مردوں کی ہم جنسی Homosexuality. اور پیچھے کے راستے کی مباشرت anal intercourse. ہے۔ چنانچہ اسی مناسبت سے اسے ہم جنسوں کے طاعون Gay Plague کے دوسرے نام سے یاد بھی کیا جاتا ہے[1]۔ اس کی وجہ سے پیدا ہونے والے شدید پیچش dysentery. اور سوزاک gonorrhoea. وغیرہ کے امراض اس کے علاوہ ہیں[2]۔

عورتوں کی ہم جنسی

جس طرح مرد مردوں سے غیر فطری طریقہ پر جنسی تسکین حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح عورتیں عورتوں سے غیر فطری طریقہ پر جنسی تسکین کا سامان کرتی ہیں۔ مردوں کی ہم جنسی کو Homosexuality. کہا جاتا ہے تو عورتوں کی ہم جنسی کی جدید اصطلاح لسبینزم Lesbianism. ہے۔ جس کی تفصیل کتاب کے باب اول میں گزر چکی ہے۔ اسلام جس طرح مرد کے مرد کے ساتھ غیر فطری فعل کو سخت ترین گناہ قرار دیتا ہے جس کی حرمت اور جس کے کبیرہ گناہ ہونے پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے[3]۔ عورتوں کی ہم جنسی کو بھی وہ اسی طرح سخت گناہ اور قابل تعزیر جرم قرار دیتا ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی دور رس نگاہوں نے آج سے چودہ سو سال قبل اس فتنہ کو بھانپ لیا تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت فرما دی کہ جس طرح مرد کی مرد کے ساتھ غیر فطری طریقہ پر جنسی تسکین زنا کے مشابہ فعل ہے۔ اسی طرح عورت کی عورت کے ساتھ ہم جنسی بھی زنا کے ہم معنی ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] Sex Education for Teenagers. P. 133, 139.

[2] Ibid P. 101.

[3] المغنی لابن قدامہ: ۸/۱۹۰۔ نیل الاوطار: ۷/۱۱۶

اذا اتی الرجل الرجل فھما زانیان واذا اتت المرأۃ المرأۃ فھما زانیتان[1]	اگر مرد مرد کے پاس (شہوت پوری کرنے کے لئے) آتا ہے تو وہ دونوں زنا کار ہیں اور عورت عورت کے پاس (شہوت پوری کرنے کے لئے) آتی ہے تو وہ دونوں زنا کار ہیں۔

دوسرے موقع پر عورتوں کی تخصیص کے ساتھ ارشاد ہوا:

سحاق النساء زنا بینھن[2]	عورتوں کی ہم جنسی ان کی آپس کی زناکاری ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی صراحت کی بنیاد پر فقہ میں کہا گیا ہے:

وان تدالکت امراتان فھما زانیتان ملعونتان[3]	اگر دو عورتیں ایک دوسرے سے شہوت کی تکمیل کرتی ہیں تو وہ دونوں زناکار اور لعنت کی مستحق ہیں۔

البتہ اس حرکت کا ارتکاب کرنے والی عورت زنا کی حد کی مستحق نہ ہوگی۔ ہاں اس کی تعزیر کی جائے گی۔ چنانچہ آگے ہے:

ولاحد علیھما لانہ لایتضمن ایلاجا فاشبہ المباشرۃ دون الفرج	اور ان دونوں کے اوپر حد نافذ نہ ہوگی اس لئے کہ اس میں عضو کو داخل کرنا نہیں ہوتا۔ تو یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی مرد کسی عورت سے شرمگاہ

---

[1] اخرجہ البیہقی وقد اخرجہ ابوداؤد الطیالسی فی مسندہ۔ نیل الاوطار ۷/ ۱۱۷۔ اس کے بعض راوی کمزور ہیں اور ان پر کلام کیا گیا ہے، نیل، حوالہ سابق۔ لیکن فقہاء و محدثین نے اس سے استدلال کیا ہے۔ ابن قدامہ حنبلی نے روایت کے دونوں ٹکڑوں سے استدلال کیا ہے۔ المغنی: ۸/ ۱۹۰، ۱۹۱۔ علامہ ابن قیم نے بھی روایت کے دوسرے کو حدیث مرفوع کے طور پر نقل کیا ہے۔ الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی / ۲۲۴۔

[2] طبرانی فی الکبیر روایت حضرت واصلہ بن الاشقع بحوالہ کتاب الکبائر و تبیین المحارم/ ۱۰۳ طبع مذکور۔

[3] المغنی: ۸/ ۱۹۱۔

علیھما التعزیر لانہ زنا لا حد فیہ فاشبہ مباشرۃ الرجل المرأۃ من غیر جماع[۵۱]	سے ہٹ کر لطف اندوز ہو۔ ہاں ان دونوں کے اوپر تعزیر ہوگی اس لئے کہ یہ زنا کی وہ صورت ہے جس میں کوئی حد مقرر نہیں ہے تو یہ ایسا ہی ہوگا جیسے کوئی مرد کسی عورت سے مجامعت کے بغیر لطف اندوز ہو

بعد کے اسلامی مفکرین نے بھی عورتوں کی اس بیماری کی طرف اشارہ کیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

والنساء ربما تیعاشتن فیما بینھن[۵۲]	بسا اوقات عورتیں بھی باہم ایک دوسرے سے معاشقہ کرتی ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح مردوں کے سلسلے میں یہ پیش بندی لگائی کہ وہ ایک چادر میں دوسرے مرد کے ساتھ نہ سوئیں کہ مبادا یہ چیز آگے بدفعلی کا پیش خیمہ بنے، عورتوں کے سلسلے میں بھی آپ نے اس کی تاکید فرمائی کہ دو عورتیں ایک چادر میں ساتھ نہ سوئیں۔ مسلم و ترمذی کی روایت جس کے پہلے ٹکڑے کا حوالہ گزرا، یہ پوری حدیث ہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لا یفضی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد ولا تفضی المرأۃ الی المرأۃ فی الثوب الواحد۔[۵۳]	کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں نہ لیٹے اس حال میں کہ ان دونوں کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو۔ اسی طرح کوئی عورت کسی عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں نہ لیٹے اس حال میں کہ ان دونوں کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو۔

مرد کی طرح عورت کے لئے بھی چادر کی طرح ایک چارپائی پر دو عورتوں کا ساتھ

---

۵۱ المغنی حوالہ سابق۔ ۵۲ حجۃ اللہ البالغۃ: ۱۲۵/۲۔

۵۳ مسلم جلد ۱۔ کتاب الحیض، باب تحریم النظر الی العورات۔ ترمذی جلد ۲۔ کتاب الاستیذان والادب۔ باب ماجاء فی کراھیۃ مباشرۃ الرجل الرجل والمرأۃ والمرأۃ۔

سونا بھی ہے۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ مردوں کی طرح یہ چیز عورتوں کی بدفعلی کا سبب بنتی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ حدیث کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

السبب انہ اشد شیئ فی تھییج الشھوۃ والرغبۃ یورث شھوۃ السحاقات واللواطۃ۔[1]	اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ شہوانی جذبات کو بھڑکانے کی سب سے طاقتور صورت ہے۔ یہی جذبہ جب بھڑکتا ہے تو اس سے عورتوں اور مردوں کی ہم جنس پرستی کی صورت پیدا ہوتی ہے۔

اسی مقصد سے حدیث میں مرد کو مرد کی شرمگاہ اور عورت کو عورت کی شرمگاہ دیکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ روایت بالا کا پہلا ٹکڑا ہے:

لاینظر الرجل الی عورۃ الرجل ولا المرأۃ الی عورۃ المرأۃ۔[2]	مرد مرد کی ستر عورت کو نہ دیکھے یہی معاملہ عورت کا ہے کہ وہ دوسری عورت کی ستر عورت پر نگاہ نہ ڈالے۔

دوسری حدیث میں عورت کی عورت سے مباشرت سے جو ممانعت کی گئی ہے۔ اس کی بھی ایک حکمت یہی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تباشر المرأۃ المرأۃ فتنعتھا لزوجھا کانہ ینظر الیھا۔[3]	کوئی عورت دوسری عورت کے ساتھ ایک بستر پر نہ سوئے جس کے بعد وہ اپنے شوہر سے اس کا نقشہ اس طرح کھینچے جیسے کہ وہ اس کو دیکھ رہا ہو۔

اس حدیث میں عورت کی عورت سے مباشرت کی ممانعت کی غالب حکمت بیان کی گئی ہے کہ اپنے تجربہ کی روشنی میں شوہر سے کسی عورت کے حسن وجمال کا تذکرہ پوری

---

[1] حجۃ اللہ: ۲/۱۲۶۔ [2] مسلم، ترمذی بحوالہ سابق۔

[3] بخاری جلد ۲۔ کتاب النکاح، باب لاتباشر المرأۃ المرأۃ فتنعتھا لزوجھا۔ ابوداؤد جلد ۲۔ کتاب النکاح، باب مایؤمر بہ من غض البصر۔

جزرسی اور باریکی سے کرے گی، یہ چیز اس عورت کے علاوہ خود اس کے اور اس کے شوہر کے لئے بھی فتنہ ہے۔ شوہر کا دل اس عورت سے لگ سکتا ہے۔ جس کے بعد اس کی بیوی کو پریشانی اور پشیمانی ہی ہوگی۔ ساتھ ہی اس حدیث میں عورت کی عورت کے ساتھ ہم جنسی کی برائی میں پڑنے کے امکانی دروازے کو بند کرنے کی حکمت اور مصلحت بھی شامل ہے۔ عورت کی عورت کے ساتھ مباشرت سے اس کے اندر اپنی ہی جنس سے عشق و محبت کی بیماری پیدا ہو سکتی ہے۔ عشق و محبت کا یہ روگ جو اس کے سینے میں چھپا ہو گا بسا اوقات بے ساختہ اس کی زبان پر آجائے گا۔ جس سے شوہر کی دوسری عورت سے دلچسپی سے اسے جو نقصان ہو گا وہ اپنی جگہ، خود اس عورت کے اندر اپنی ہم جنسوں سے عشق و محبت کا مرض بڑھ کر کہیں سے کہیں پہنچ سکتا ہے۔ کسی مرحلہ میں وہ عورتوں کی ہم جنسی کی بھی خوگر ہو سکتی ہے[1]۔

دوسرے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد عورت ہر ایک کو یکساں طور ممانعت فرمادی:

لا تباشر المرأۃ المرأۃ ولا یباشر الرجل الرجل[2]۔	کوئی عورت دوسری عورت کے ساتھ ایک بستر پر نہ سوئے، نہ کوئی مرد دوسرے مرد کے ساتھ ایک بستر پر سوئے۔

صرف ماں باپ اور انہی جیسے دوسرے اعزہ کی نسبت سے اس کی اجازت ہے۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں اس کی صراحت ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا یباشر الرجل الرجل ولا المرأۃ المرأۃ الا الولد والوالد[3]۔	کوئی مرد دوسرے مرد کے ساتھ، اسی طرح کوئی عورت دوسری عورت کے ساتھ ایک بستر پر نہ سوئے۔ صرف بچے اور ماں کے لئے اس کی

---

[1] حجۃ اللہ البالغۃ: ۱۳۶/۲۔ [2] مسند احمد: ۴۹۶/۲۔ [3] مسند احمد: ۳۴۷/۲۔

اجازت ہے۔

یہ روایت مسند احمد کی ہے۔ ابوداؤد کی روایت میں 'والدہ' کے بجائے 'والد' کا ذکر ہے۔

الا لا یفضین رجل الی رجل	ہرگز ہرگز کوئی مرد کسی مرد کے ساتھ اسی
ولا امرأۃ الی امرأۃ الا الی ولد او	طرح کوئی عورت کسی عورت کے ساتھ نہ سوئے۔
والد۔[1]	صرف باپ اور اس کی اولاد کے لئے اس کی اجازت

ہے۔

عورت کی دوسری عورت کے ساتھ اس حرکت میں اگر انھیں انزال نہ ہو تب تو کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن اگر انھیں انزال ہو جائے تو اگر یہ روزہ ہوں تو ان کا روزہ فاسد ہوگا۔[2] البتہ رمضان کے روزوں میں بھی ان کے اوپر اس کی صرف قضا ہی واجب ہوگی، کفارہ واجب نہ ہوگا۔[3]

خود لذتی

جنسی انحراف ہی کی ایک صورت مرد کا ہاتھ کی حرکت سے منی کا اخراج 'استمنا بالید' ہے۔ جسے خود لذتی اور آج کی اصطلاح میں Masturbation, کہا جاتا ہے۔ کتاب کے باب اول میں گزرا آج کی روشن خیال دنیا تو اسے شادی سے پہلے کی ایک قابل قدر تربیت Valuable Training قرار دیتی اور نوجوانوں کو اس کی ترغیب دیتی ہے۔

لیکن اسلام کے نزدیک یہ قطعی حرام فعل ہے۔[4] جس کی اگر اجازت ہو بھی سکتی ہے تو اضطراری حالات ہی میں ہو سکتی ہے۔ حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر ایسے شخص کے لئے خدائی کی رحمت سے دور ہونے کی وعید سنائی ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: سات طرح کے لوگ ہوں گے جن کی طرف اللہ تعالی روز قیامت نظر اٹھا کے بھی نہ دیکھے گا اور انھیں سب سے پہلے جہنم میں داخل کرے گا۔ ان بدبخت

---

[1] ابوداؤد جلد ا کتاب النکاح، باب مایکرہ من ذکر الرجل مایکون من اصابتہ اھلہ۔ نیز مسند احمد بن حنبل ۲/۵۴۱۔ [2] المغنی لابن قدامہ: ۳/۱۲۴۔ رد المحتار مع المختار ۲/۱۳۰۔ [3] المغنی ۳/۱۲۳، رد المحتار: ۲/۱۳۶۔ [4] المغنی ۲/۱۱۳۔

انسانوں میں سب سے پہلا شخص ہوگا۔

الناکح یدہ[1] اپنے ہاتھ سے نکاح کرنے والا (مشت زن)

حضرت امام شافعیؒ اور بہت سے دوسرے بہت سے فقہاء نے استمناء بالید کی حرمت کے لئے آیت کریمہ سے بھی استدلال کیا ہے جس میں اہل ایمان کے امتیازی اوصاف کے بیان میں کہا گیا ہے:

والذین ھم لفروجھم	اور وہ لوگ ہیں جو اپنی شرمگاہوں کی
حافظون ۝ الا علی ازواجھم	نگہداشت رکھنے والے ہیں سوائے اپنی بیویوں کے
او ما ملکت ایمانھم	اور اپنی باندیوں کے کہ (ان کے سلسلے میں) ان پر
فانھم غیر ملومین ۝	کوئی ملامت نہیں ہے۔ ہاں جو اس سے آگے کسی
فمن ابتغی وراء ذلک فاولٓئک	دوسری چیز کا طلبگار ہو تو یہی لوگ ہیں جو حد کو
ھم العادون ۝ (مومنون: ۵، ۷)	پھاندنے والے ہیں۔

آیت کریمہ میں جنسی آسودگی کی جائز صورت صرف دو ہی قرار دی گئی ہے۔ آدمی کی بیوی ہو یا اس کی لونڈی ہو (جب کہ آج کے زمانہ میں اس کا رواج نہیں رہا)۔ اس کے علاوہ جنسی تسکین کی جو صورت بھی اپنائی جائے گی وہ عدوان وسرکشی میں شامل ہوگی۔ استمناء بالید کی حرکت بھی چونکہ ان دونوں سے زائد ایک تیسری صورت ہے اس لئے اس کا حکم بھی یہی ہوگا۔[2]

فقہاء اسلام اور ائمہ نے اس کی جہاں کہیں بھی اجازت دی ہے اس سب کا تعلق

---

[1] رواہ الامام الحسن بن عرفۃ فی جزء المشہور بحوالہ تفسیر ابن کثیر: ۳/۲۳۹۔ نیز ابن کثیر: ۱/۲۶۳۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند میں بعض راوی مجہول، ابن کثیر: ۳/۲۳۹ اور ضعیف ابن کثیر: ۱/۲۶۳ ہیں۔ لیکن یہ چیز اسے قوت بہنچاتی ہے کہ حضرت امام شافعی اور دوسرے فقہاء اس فعل شنیع کی حرمت میں اسے بھی بناء استدلال قرار دیتے ہیں۔ ابن کثیر ۳/۲۳۹۔

[2] ابن کثیر: ۳/۲۳۹۔ امام زیلعی اور دوسرے فقہاء احناف نے بھی اس کی حرمت پر اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے۔ رد المحتار مع الدر المختار: ۲/۱۳۷۔

حالت اضطرار سے ہے۔ امام غزالیؒ نے اس مسئلہ کا بہترین تجزیہ کیا ہے اور اس کے سلسلے میں اسلام کے موقف کی بہترین ترجمانی کی ہے۔ اسی سلسلے میں انھوں نے ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی مجلس کا ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ ترجمان القرآن جن کی مجلس میں لوگ بڑی تعداد میں شریک ہوکر اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔ واقعہ یوں کہ مجلس ختم ہوگئی لیکن ایک نوجوان بیٹھا ہی رہا۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عباس نے اس سے پوچھا کہ اسے کوئی ضرورت تو نہیں ہے نوجوان نے کہا ہاں مجھے ایک مسئلہ دریافت کرنا تھا لیکن لوگوں کی موجودگی میں آپ سے دریافت کرنے میں حیا مانع نہیں رہی اور اب آپ کا ادب واحترام اس میں حائل ہے۔ ترجمان القرآن نے اسے اطمینان دلایا کہ عالم باپ کی جگہ ہوتا ہے۔ جو بات تم اپنے باپ سے کہہ سکتے ہو مجھ سے بے تکلف کہو۔ اب اس نے زبان کھولی۔ اس نے کہا: میں ایک جوان آدمی ہوں لیکن ابھی میں شادی نہیں کر سکا ہوں۔ بسا اوقات مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں گناہ میں نہ پڑ جاؤں، تو ایسے وقتوں میں میں نے اپنے ہاتھ سے منی کا اخراج کر لیتا ہوں "وربما خشیت علی نفسی فربما استمنیت بیدی"، تو کیا ایسا کرکے میں گناہ کا ارتکاب کرتا ہوں؟ اس پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ اور فرمایا اور یہی بنائے استدلال ہے۔ اف اور تف لونڈی سے نکاح کر لینا اس حرکت سے اچھا ہے۔ اور یہ حرکت زنا کے مقابلے میں گوارا ہے[1]۔ اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد امام غزالی فرماتے ہیں اور یہی اس مسئلہ کی بہترین تنقیح ہے۔

غیر شادی شدہ نوجوان جس کو اس کی شدید ضرورت ہو۔ اس کے سامنے تین برائیاں ہیں جن میں سے اس کو کسی ایک کا انتخاب کرنا ہے۔ سب سے کمتر برائی لونڈی سے نکاح کر لینا ہے۔ جس میں اولاد کے غلام ہونے کی برائی موجود ہے۔ اس سے سخت معاملہ ہاتھ سے منی کے اخراج (استمناء بالید) کا ہے۔ اور ان دونوں سے بڑی اور شدید برائی زنا ہے[2]۔ اس کے بعد امام موصوف جو کچھ فرماتے ہیں وہی بحث کا حاصل ہے۔ جس سے اس فعل کی صحیح حیثیت متعین

---

[1] احیاء علوم الدین ۲/۲۹۔ [2] احیاء [illegible]

ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے اس ایمارک پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ولم یطلق ابن عباس الاباحۃ فی شیئ منہ لانھما محذوران یفزع الیھما حذرا من الوقوع فی محذور اشد منہ، کما یفزع الی المیتۃ حذرا من ھلاک النفس، فلیس ترجیح اھون الشرین فی معنی الاباحۃ المطلقۃ ولا فی معنی الخیر المطلق، ولیس قطع الید المتاکلۃ من الخیرات وان کان لیؤذن فیہ عند اشراف النفس علی الھلاک۔[۱]	ابن عباسؓ نے ان میں سے کسی چیز کی مطلق طور پر اجازت نہیں دی۔ اس لئے کہ یہ دونوں ممنوع چیزیں ہیں جن کا رخ اسی وقت کیا جاسکتا ہے جب اس سے سخت تر کسی فعل ممنوع میں پڑ جانے کا خطرہ ہو۔ جیسے کہ اس صورت میں جب کہ آدمی کی جان کا خطرہ ہو تو اس کے لئے مردار کا رخ کرنے کی اجازت ہے۔ تو دو برائیوں میں ہلکی برائی کو ترجیح دینے کا مطلب مطلق طور پر اس کی اجازت نہیں ہے۔ نہ اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ مطلق طور پر خیر بن جاتی ہے۔ ماؤف ہاتھ کو کاٹ دینا بذات خود اچھا نہیں ہے۔ اگرچہ اس صورت میں جب کہ اس کی وجہ سے جان کے تلف ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اس کی اجازت دیدی جاتی ہے۔

دوسرے موقع پر بھی امام غزالیؒ اس کا تذکرہ جس سیاق میں کرتے ہیں، اس سے بھی اسی اضطرار کا اشارہ نکلتا ہے۔ معلوم ہے کہ حیض کے دنوں میں مرد کے لئے اپنی بیوی سے مقاربت حرام ہے۔ قرآن نے صاف طریقے پر اس کی ممانعت کی ہے۔[۲] پیچھے کے راستے میں عورت سے مباشرت اس سے بھی بڑا حرام ہے۔ حیض کے دوران عورت سے مقاربت کی وجہ جیسا کہ قرآن نے کہا نجاست اور گندگی 'اذی' ہے۔ جب کہ یہ گندگی وقتی اور عارضی ہوتی ہے۔ پیچھے کے راستے میں یہ گندگی مستقل اور دائمی طور پر پائی جاتی ہے۔ اسی سے یہ بات معلوم ہوئی کہ عورت سے پیچھے کے راستے میں مباشرت کرنا، حیض کے دوران اس سے مباشرت کرنے سے زیادہ بڑا اور سخت گناہ

---

[۱] حوالہ مذکور۔ [۲] بقرہ: ۲۲۲۔

ہے۔[1] اب اس عرصہ میں مرد کے لئے زنا کی بڑی برائی سے بچنے کا دو ہی راستہ ہے۔ مقاربت کے بغیر دوسرے طریقوں سے بیوی سے لطف اندوز ہو کر وہ اپنی جنسی تسکین کا سامان کرلے دوسرا راستہ یہ ہے کہ زنا، حیض کے دوران مباشرت اور پیچھے کے راستے میں مباشرت کی بڑی برائیوں کے مقابلے میں چھوٹی برائی 'عورت کے ہاتھوں سے منی کے اخراج' کا سہارا لے کر اپنی جنسی ضرورت کو پورا کرے۔

ولہ أن یستمنی بید یہا[2] — اور اس کے لئے جائز ہے کہ بیوی کے ہاتھ سے اپنی منی کا اخراج کرا سکے۔

بعد کے فقہا نے بھی جو اس کی اجازت برقرار رکھی ہے تو اس کا تعلق بھی حالت اضطرار ہی سے ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے:

ولو خاف الزنا — اگر اس کے زنا میں پڑ جانے کا خطرہ ہو تو
یرجی أن لا وبال علیہ[3] — امید کی جاتی ہے کہ اس پر وبال نہ ہوگا۔

اضطراری مجبوری سے ہٹ کر کوئی شخص محض لطف و تفریح کی غرض سے اگر یہ حرکت کرتا ہے تو اس کے گنہگار ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی کہتے ہیں:

واما اذا فعلہ لاستجلاب — ہاں اگر وہ یہ حرکت محض مزہ لینے کے لئے
الشھوۃ فھو آثم[4] — کرتا ہے تو وہ گنہگار ہوگا۔

اس اضطرار کے بغیر مرد اگر اپنے عضو تناسل کو اپنی ران سے رگڑ کر یا کسی اور دوسری صورت سے بھی منی کے اخراج کی کوشش کرتا ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اس صورت میں بھی وہ اسی طرح گنہگار ہوگا۔[5]

استمناء بالید کی صورت میں مرد کو انزال ہو جائے تو اگر وہ روزے کی حالت میں

---

[1] احیاء علوم الدین: ۲/۵۰۔ [2] حوالہ سابق۔
[3] الدر المختار مع رد المحتار ۲/۱۴۷۔ [4] رد المحتار مع الدر المختار: ۲/۱۴۷۔
[5] حوالہ سابق۔

ہو تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔ ہاں اس حرکت کے باوجود اگر انزال نہ ہو تو روزہ فاسد نہ ہو گا[1] ہاتھ کے علاوہ دوسری حرکتوں سے بھی اگر اسے انزال ہو جائے تو ان تمام صورتوں میں آدمی کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔[2]

اسلام کے نقطۂ نظر سے زندگی کی سب سے قیمتی متاع 'ضبط نفس' ہے۔ اپنے حالات کی وجہ سے کوئی نوجوان اگر شادی نہ کر سکے یا دین و دنیا کے مطلوب مقاصد کے تحت آدمی کسی عرصہ کے لئے اہل و عیال سے دور رہنے کے لئے مجبور ہو، تو اس طرح کے حالات میں اپنی جنسی خواہش پر قابو رکھنے کا بہترین ذریعہ نفلی روزوں کا اہتمام ہے۔ جس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں کی جماعت کو خاص طور پر اس کی طرف متوجہ کیا ہے۔ بخاری و مسلم کی روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

یا معشر الشباب من	اے نوجوانوں کی جماعت تم میں سے جو کوئی
استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج	شادی شدہ زندگی کے تقاضے پورے کر سکے تو چاہیئے
فانہ اغض للبصر واحصن	کہ وہ شادی کر لے اس لئے کہ نگاہ کو نیچی رکھنے اور
للفرج ومن لم یستطع	شرمگاہ کی حفاظت کا یہ سب سے موثر ذریعہ ہے اور
فعلیہ بالصوم فانہ لہ	جو ایسا نہ کر سکے وہ (نفلی) روزے رکھے کہ یہ شہوانی
وجاء۔[3]	خواہش کو توڑنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

اس تعلیم نبوی پر عمل کر کے شادی کا ضرورت مند نوجوان اور ان جیسے دوسرے افراد نفل روزوں کے بے پایاں اجر و ثواب سے بھی ہم کنار ہوں گے۔ اور اپنی جنسی خواہش پر قابو پانے کے لئے انھیں کسی خلاف فطرت اور خلاف مروت طریقے کا رخ کرنے کی بھی ضرورت نہ ہو گی۔

---

[1] المغنی لابن قدامہ: ۱۱۳/۳۔ [2] رد المحتار مع الدر المختار: ۲/ ۱۳۲۔

[3] بخاری جلد ۲۔ کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم، مسلم جلد ۳۔ کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت الیہ نفسہ ووجد مؤنہ۔ الخ

عورتوں کی خود لذتی

مرد کی طرح عورتیں بھی جن مختلف طریقوں سے خود لذتی کرتی ہیں، ان کا ذکر کتاب کے پہلے باب میں ہو چکا ہے۔ عورت اپنی انگلی کے ذریعہ یا دوسرے طریقوں سے جنسی تسکین کے حصول کی جو کوشش کرے، ان سب کا حکم وہی ہے جو مردوں کی خود لذتی کا ہے۔ جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ البتہ عورت کی ان حرکتوں میں چوں کہ مرد کے مقابلہ میں عمل کافی بڑھ جاتا ہے۔ اس لئے قیاس ہے کہ اس کی حرمت اور ممانعت بھی اسی نسبت سے بڑھی ہو گی۔

اضطرار کی صورت میں بعض ائمہ مرد کی خود لذتی کی طرح عورت کی خود لذتی کے بھی جواز کے قائل ہیں۔ اپنے زمانہ میں اس مقصد سے رائج عورتوں کے طور طریقوں کی تفصیل کے ساتھ علامہ ابن قیم حنبلی م ۷۵۲ھ بعض علماء حنابلہ کی رائے ان لفظوں میں نقل کرتے ہیں:

وان كانت امرأة لا زوج لها	اگر کوئی عورت ایسی ہو جس کے شوہر نہ
واشتدت غلمتها قال بعض	ہو اور اس کے اوپر جنسی خواہش کا سخت دباؤ ہو
اصحابنا يجوز لها اتخاذ	تو ہمارے بعض اصحاب کا کہنا ہے کہ اس کے لیے
الاكرنبج وهو شئ	"اکرنبج" کا استعمال جائز ہے۔ یہ عضو تناسل کی شکل
يعمل من جلود على صورة	کی ایک چیز ہوتی ہے جو چمڑے سے
الذكر فتستدخله المرأة	تیار کی جاتی ہے۔ تو عورت اسے (اپنے آگے کے حصہ
وما اشبه ذلك من قثاء	میں) داخل کر لیتی ہے۔ اسی کے مانند ککڑی اور چھوٹی
وقرع صغار[1]	لوکی وغیرہ (سے جو وہ کام لیتی ہے اس کا بھی یہی حکم
	ہے۔

لیکن ساتھ ہی علامہ موصوف اس مسئلہ میں اپنی رائے یہ بیان کرتے ہیں:

قال والصحيح عندي	فرماتے ہیں لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ایسا
أنه لا يباح لان النبي	کرنا درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ جس شخص پر

---

[1] ابن قیم الجوزیہ: بدائع الفوائد: ۴/۹۷۔ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ، مصر

صلی اللہ علیہ وسلم انما ارشد صاحب الشھوۃ اذا عجز عن الزواج الی الصوم ولو کان ھنا معنی غیرہ لذکرہ[1]

جنسی خواہش کا غیر معمولی دباؤ ہو گر وہ شادی کرنے سے قاصر ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے صرف ایک راستہ روزے کا بتایا ہے۔ اگر اس مقصد کے لئے کسی دوسری تدبیر کے بھی اختیار کرنے کی اجازت ہوتی تو آپ اس کا تذکرہ ضرور فرماتے۔

علامہ ابن قیمؒ کے اس بیان سے دورِ جدید میں عورتوں کی خود لذتی کی دوسری صورتوں کے علاوہ بیٹری سے چلنے والے جنسی اعضاء جن کے ذریعہ مہذب دنیا کی خواتین ترقی یافتہ انداز میں اس حرکت کا ارتکاب کرتی ہیں، ان کے بارے میں شریعت اسلامی کا نقطۂ نظر بھی سامنے آجاتا ہے۔ بعض ائمہ کے مطابق اضطراری حالت میں اس کی گنجائش بھی ہو تو عام حالات میں محض لطف و لذت کے حصول کی غرض سے جیسا کہ آج کی ترقی یافتہ دنیا میں اس کا رواج ہے، اسلام میں اس کے لئے کوئی گنجائش اور وجہ جواز نہیں ہے۔ بڑی قابلِ رحم ہے دورِ جدید کی یہ تہذیب جس نے شادی کو مشکل اور بے حیائی اور بدکرداری کو آسان بنا دیا۔ بجائے اس کے کہ مرد و عورت وقت پر شادیاں کرتے اور رشتۂ ازدواج میں بندھ کر بھرپور جنسی زندگی کی مسرتوں سے لطف اندوز ہوتے، آج انسانیت کی قوت جنسی انحراف کی نت نئی صورتوں کی دریافت اور اس کے نوع بہ نوع طریقوں کے ایجاد پر صرف ہو رہی ہے۔

جانور کے ساتھ مباشرت کا حکم

جنسی انحراف کا آخری درجہ ہے کہ انسان بالفعل جانور ہو جائے۔ اور جانور کے ساتھ جنسی تعلق قائم کرنے میں بھی اسے دریغ نہ رہے۔ پیغمبر اسلام کی دیدۂ بینا نے آج سے چودہ سو برس قبل اشارہ غیبی سے انسانی معاشرہ میں پیدا ہونے والے اس امکانی مرض کو بھی بھانپ لیا تھا۔ ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سدباب کا بھی اسی طرح انتظام فرما دیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛

---

[1] حوالہ سابق۔

من اتی بھیمۃ فاقتلوہ واقتلوھا معہ[۱]

جو کوئی کسی جانور سے جنسی خواہش پوری کرے تو اس شخص کو جان سے مار دو۔ اور اس کے ساتھ ہی اس جانور کو بھی ختم کر دو۔

یہ روایت ابوداؤد کی ہے۔ ترمذی میں روایت کے الفاظ ہیں:

من وجد تموہ وقع علی بھیمۃ فاقتلوہ واقتلوا البھیمۃ[۲]

جس کسی کو تم پاؤ کہ وہ کسی جانور سے مباشرت کر رہا ہے تو اس کو جان سے مار دو۔ اور اس جانور کو بھی ہلاک کر دو۔

اس روایت کی بنیاد پر حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کی رائے یہی ہے کہ اس حرکت کا ارتکاب کرنے والا ساتھ ہی وہ جانور دونوں قتل کر دئے جائیں گے۔ امام احمد بن حنبلؒ سے دوسری روایت ہے کہ اس شخص کا حکم لوطی کا ہے۔ جو سزا اس کی ہے بعینہ وہی سزا اس کو بھی دی جائے گی۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی حد وہ ہے جو زانی کی ہے۔ زنا کے ارتکاب پر جس سزا کا مستحق زانی ہوتا ہے اسی کا مستحق یہ شخص بھی ہوگا۔[۳] امام احمد بن حنبلؒ کی مشہور روایت نیز فقہائے ثلاثہ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نیز حضرت عطاءؒ، شعبیؒ، امام نخعیؒ، حکمؒ، امام ثوریؒ اور اسحاق بن راہویہؒ کا مسلک ہے کہ ایسا شخص قتل نہیں کیا جائے گا۔ اس کی صرف تعزیر کی جائے گی۔[۴] اس کی وجہ یہ ہے کہ قتل کی مذکورہ روایت اس کے لحاظ سے کمزور ہے۔ امام ابوداؤدؒ نے خود اس کمزوری کی طرف اشارہ کیا ہے۔[۵] نیز

---

[۱] ابوداؤد جلد ۲۔ کتاب الحدود۔ باب فیمن اتی بھیمۃ۔

[۲] ترمذی جلد ۱، ابواب الحدود۔ باب ماجاء فیمن یقع علی بھیمۃ۔ نیز ابن ماجہ، ابواب الحدود، باب من اتی ذات محرم ومن اتی بھیمۃ۔ خیال رہے کہ توراۃ میں بھی اس جرم کے مرتکب کی یہی سزا بیان کی گئی ہے: "جو کوئی کسی جانور سے مباشرت کرے وہ قطعی جان سے مارا جائے" خروج باب: ۲۲ آیت ۱۹۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ۔ بائبل سوسائٹی ہند، بنگلور

[۳] المغنی لابن قدامہ: ۸/۱۹۲۔

[۴] المغنی، حوالہ سابق۔ نیز ھدایہ: ۲/۴۹۷۔

[۵] ابوداؤد، حوالہ سابق۔ نیز المغنی: ۸/۱۹۲۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو اس کے راوی ہیں ان کا مسلک بھی اس کے خلاف ہے۔

ابو رزین کی روایت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

لیس علی الذی یاتی البھیمة حد[1] — جانور سے جنسی تسکین حاصل کرنے والے پر حد نہیں ہے۔

امام ترمذی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وھذا اصح من الحدیث الاول والعمل علی ھذا عند اھل العلم وھو قول احمد واسحاق[2] — پہلی حدیث کے مقابلہ میں یہ زیادہ صحیح روایت ہے اور اہل علم کے نزدیک عمل اسی کے مطابق ہے۔ اور امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔

البتہ ایسے شخص کی جو تعزیر کی جائے گی تو اس تعزیر میں پورے مبالغہ سے کام لیا جائیگا:

یعزر ویبالغ فی تعزیرہ[3] — اس کی تعزیر کی جائے گی اور اس تعزیر میں مبالغہ سے کام لیا جائے گا۔

جہاں تک جانور کے قتل کیے جانے کا سوال ہے، اس کے سلسلے میں حدیث مذکور پر عمل کیا جائے گا۔ جانور کا گوشت چاہے کھایا جاتا ہو یا نہ کھایا جاتا ہو اور خواہ اس شخص کی ملکیت ہو یا نہ ہو، بہر صورت اسے قتل کیا جائے گا۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کا یہی قول ہے۔ اور حضرت امام شافعی کا بھی ایک قول اسی کے مطابق ہے[4]۔ اس صورت میں اگر یہ جانور اس شخص کی ملک ہوا تب تو ہدر اور مباح ہو گا ہی، اگر یہ دوسرے کی ملک ہوا تو اس کا تاوان اس کے ذمہ ہو گا[5]۔

ایسا جانور جو اس طرح سے قتل کیا جائے اس کا گوشت کھانا بھی حلال نہ ہو گا[6]۔

حدیث مذکور میں حضرت عبداللہ بن عباس سے جانور کے قتل کیے جانے کی وجہ دریافت کی گئی تو اس کے جواب میں انھوں نے یہی فرمایا کہ:۔

---

[1] ابوداؤد جلد ۲، کتاب الحدود، باب فیمن اتی بھیمة [2] ترمذی جلد ۱، ابواب الحدود، باب ماجاء فیمن یقع علی البھیمة۔

[3] المغنی لابن قدامہ ۸۱/۱۹۲۔ [4] المغنی حوالہ سابق۔

[5] المغنی: ۸/۱۹۲۔ [6] المغنی حوالہ سابق۔

قال ما اراه قال ذلك الا انه كره ان يوكل لحمها وقد عمل بها ذلك العمل[1] — فرمایا کہ میرے خیال میں آپؐ نے یہ جو فرمایا ہے تو اس لئے کہ آپؐ نے اسے پسند نہیں فرمایا کہ جبکہ اس کے ساتھ یہ حرکت بد کی گئی تو اس کے بعد بھی اس کا گوشت کھایا جائے۔

امام شافعیؒ جن سے دوسری روایت ایسے جانور کے گوشت کے حلال ہونے کی ہے۔ ان کے نزدیک بھی یہ حلت مطلق نہیں ہے، بلکہ کراہت کے ساتھ ہے[2]۔

حدیث میں ایسے جانور کے قتل کئے جانے کی دوسری وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اس جانور کی اس حیثیت سے کہیں شہرت نہ ہو جائے۔ جس سے اس فعل کے مرتکب کو عار بھی ہو اور معاشرہ میں بے حیائی اور بدکاری کا چرچا اور ذکر عام ہو۔ ابن بطہ کی روایت میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من وجد تموه على بهيمة فاقتلوه واقتلوا البهيمة — جس کسی کو تم کسی جانور سے مباشرت کرتا پاؤ تو اس کو جان سے مار دو اور جانور کو بھی ختم کر دو۔

تو لوگوں نے آپؐ سے دریافت فرمایا:

قالوا يا رسول الله وما بال البهيمة۔ — لوگوں نے دریافت کیا۔ اے اللہ کے رسول! جانور کے ساتھ یہ معاملہ کیوں؟

اس کے جواب میں آپؐ نے یہی ارشاد فرمایا:

قال، لا يقال هذه وهذه۔[3] — ارشاد ہوا؛ تاکہ یہ نہ کہا جائے کہ ارے یہ وہی جانور ہے یہ وہی جانور ہے۔

اگرچہ اس کی دوسری وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ مبادا اس جانور سے کوئی بگڑی ہوئی مخلوق، انسان نما جانور یا جانور نما انسان، پیدا ہو، جس سے فتنہ کا دروازہ کھلے اور عوام الناس

---

[1] ابو داؤد، حوالہ سابق۔ نیز، ترمذی بحوالہ مذکور۔ [2] المغنی لابن قدامہ ۸/۱۹۳۔
[3] بحوالہ، المغنی بحوالہ سابق۔ [4] المغنی، حوالہ مذکور۔

آزمائش کا شکار ہوں[1]

فقہا کی عظیم اکثریت کے نزدیک تو ایسے شخص کی حد تعزیر ہی ہے جس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ ایسی گھٹیا اور ذلیل حرکت ہے کہ اس کا صدور شاذ و نادر ہی ہو سکتا ہے اور کوئی انتہائی دنی الطبیعت انسان ہی اس حرکت کا ارتکاب کر سکتا ہے۔ اس طرح کی شاذ و نادر حرکت کے لئے حد کی ضرورت نہیں، تعزیر ہی کافی ہے۔ لیکن لوطی کے سلسلے میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مسلک پر قیاس کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی رذیل و بدطینت اس حرکت کا عادی مجرم بن جائے، تو اس طرح کے لوطی پر قیاس کرتے ہوئے امام مناسب سمجھے تو ایسے شخص کو بھی قتل کرا سکتا ہے۔ جہاں تک تعزیر میں اس سے کم درجہ میں سختی سوال ہے تو دوسرے فقہا اس کے قائل پہلے ہی سے ہیں۔ امام اس سختی کو اختیار کرکے اس برائی کا سد باب کر سکتا ہے۔

اس حرکت سے بھی اگر کسی کو انزال ہو جائے اور اس کا روزہ ہو تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔[2]

کفارہ کے سلسلے میں اختلاف ہے۔ کچھ لوگوں کے نزدیک اسے قضا کے ساتھ کفارہ بھی ادا کرنا ہوگا۔ دوسرے لوگوں کے نزدیک ایسے شخص پر کفارہ نہیں ہے۔ روزہ کی قضا ہی کافی ہے۔[3] آج کی ترقی یافتہ دنیا میں بہت سی عورتیں جو کتے جیسے پالتو جانوروں سے اپنے اعضاء مخصوصہ کو چٹواتی اور ان سے مجامعت کا عمل کراتی ہیں جسے جدید جنسیات میں Bestiality. کہا جاتا ہے۔[4] اس کا حکم بھی یہی ہونا چاہیے۔ اور اس کے مرتکب کو بھی اسی سزا کا مستحق ہونا چاہیے۔

مُردے کے ساتھ مباشرت

جانور کے ساتھ مباشرت کا ہی حکم مُردے کے ساتھ مباشرت کا ہے۔ جسے آج کی اصطلاح میں Necrophilia. کہا جاتا ہے۔[5] اس میں بھی حد نہیں ہے۔ صرف تعزیر ہے۔[6] البتہ اگر کوئی خسیس ایک سے زائد بار اس حرکت میں ملوث پایا جائے اور اس کا عادی ہو جائے تو

---

[1] المغنی: ۹/ ۱۹۲۔

[2] المغنی لابن قدامہ: ۳/ ۱۲۳۔

[3] ردالمحتار مع الدر المختار: ۲/ ۱۳۰۔

[4] Sex Education for Teenagers. P. 103.

[5] Ibid P. 104.

[6] المغنی: ۸/ ۱۹۲۔

ایسے لوطی کے سلسلے میں امام اعظمؒ کے مذکورہ مسلک کے مطابق امام مناسب سمجھے تو اس کے شر سے معاشرہ کو پاک رکھنے کے لئے اس کے قتل کا بھی حکم دے سکتا ہے۔ حالات کے لحاظ میں تعزیر میں مبالغہ اور سختی کی گنجائش دوسرے فقہا کے یہاں بھی ہے۔

اس حرکت سے اگر کسی کا روزہ ہو اور اسے انزال ہو جائے تو اس کا روزہ فاسد ہو گیا۔[۱] البتہ اسے صرف روزہ کی قضا رکھنی ہو گی۔ کفارہ لازم نہ آئے گا۔[۲]

جنسی انحراف کی بعض نئی صورتیں

دورِ جدید میں لڑکیوں پر آواز کسنے Coprololica. جنس مخالف کے اعضا ستر کو دیکھ کر جنسی تسکین حاصل کرنے Voyeurism. جنس مخالف کے حساس اعضا کو ملنے Fetishism. کے علاوہ جیسے دوسرے جنس کے منحرف رویوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

فیٹیشزم کے دلدادہ لوگ صنف نازک کی بے جان اشیا ان کے نیچے پہننے کے کپڑے under clothes. اور بالوں وغیرہ سے کھیل کر جنسی تسکین حاصل کرتے ہیں۔ ٹرانس وسٹزم کے مارے افراد جنس مخالف کے کپڑے پہن کر اپنے جنسی جوش و جذبے کی تسکین کا سامان کرتے ہیں۔[۳]

جنس کے پیچھے ایسے دیوانوں اور ذہن کے دیوالیوں کی تواضع کے لئے اسلام میں تعزیر کی سزا ہے۔ جس کی کم سے کم تعداد تین کوڑے اور زیادہ سے زیادہ تعداد امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک انتالیس کوڑے ہے۔ جب کہ امام ابو یوسفؒ اس کی مقدار پچھتر کوڑے قرار دیتے ہیں۔ اگرچہ اس کی کم سے کم مقدار کے بارے میں ایک بات یہ کہی گئی ہے اس کا فیصلہ امام کی صوابدید

---

[۱] ردالمحتار: ۲/۱۳۶ [۲] ہدایہ: ۱/۱۹۹۔ [۳] خیال رہے کہ کویت اور عراق کے حالیہ جھگڑے میں اخبارات کی رپورٹ کے مطابق عراق کے بالمقابل امریکی فوج میں جنس کے اس منحرف رویے کے مریض تھے۔ جو اپنی بیویوں اور اپنی محبوباؤں کے نیچے پہننے والے کپڑوں underclothes. کو اپنے خودوں helmets. کے نیچے رکھ کر اپنا غم غلط کرتے اور اپنے تنہائی کے احساس کو رفع کرتے تھے۔ امریکہ کی منتخب فوج میں ان مریضوں کی موجودگی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس مہذب قوم کے عوام الناس میں ایسے مریضوں کی کیسی فراوانی ہوگی۔ [۴] مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے: Sex Education for Teenagers. P. 102. 104

یہ ہے۔ جرم سے باز رکھنے کے لیے وہ جس مقدار کو مناسب سمجھے، اپنی صوابدید پر اس کا نفاذ عمل میں لائے۔ ساتھ ہی امام کو اس کا بھی اختیار ہے کہ مار کی سزا کے ساتھ وہ اس میں جیل کی سزا کا اضافہ کردے۔

تعزیر کے سلسلے میں آخری قابل ذکر بات ہے کہ زنا، تہمت زنا اور شراب نوشی وغیرہ کی تمام ماروں کے مقابلے میں اس کی مار سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے۔ واشد الضرب التعزیر اس لئے کہ اس کی کمیت میں جو تخفیف کی گئی ہے تو اس کے بعد اس کی کیفیت میں تخفیف نہ ہوگی۔ اس لئے کہ اندریں صورت پیش نظر مقصود ہی فوت ہو جائے گا۔[۱]

اعاذنا اللہ من جمیع المعاصی والسیآت ویھدینا الی سواء الصراط وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ النبی الامین الی یوم الدین۔ (ختم شد)

۲۳ شوال المکرم ۱۴۱۱ھ، ۹ مئی ۱۹۹۱ء

جمعرات۔

---

[۱] ہدایہ: ۲/۵۱۵/۵۱۶۔

کتابیات

عربی

قرآن حکیم

۱- جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری م ۵۳۸ھ: الکشاف عن حقائق التنزیل، مصطفیٰ البابی الحلبی و اولادہ مصر ۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۲ء، الطبعۃ الاخیرۃ۔ تحقیق روایات، محمد الصادق القمحاوی

۲- محمد الرازی فخر الدین م ۶۰۶ھ: مفاتیح الغیب المشتہر بالتفسیر الکبیر، (دو بیستہ) ۱۳۰۸ھ

۳- عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن کثیر الدمشقی م ۷۷۴ھ: تفسیر القرآن العظیم المعروف بابن کثیر، مکتبہ تجاریہ کبریٰ، مصر ۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۷ء

۴- ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص م ۳۷۰ھ: احکام القرآن، مطبعہ بہیہ مصر ۱۳۴۷ھ

۵- ابو بکر محمد بن عبد اللہ المعروف بابن العربی م ۵۴۳ھ: احکام القرآن، مطبعۃ السعادۃ، مصر، طبع اولیٰ ۱۳۳۱ھ

۶- ابو الفضل شہاب الدین سید محمود الآلوسی م ۱۲۷۰ھ: روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ (مصر)

۷- محمد بن علی الشوکانی م ۱۲۵۰ھ: فتح القدیر الجامع بین فنی الروایۃ والدرایۃ من علم التفسیر، دار المعرفۃ، بیروت (بدون تاریخ)

۸- محمد علی الصابونی: مختصر تفسیر ابن کثیر، دار القرآن الکریم، بیروت، ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۱ء طبعہ سادسہ

۹- جلال الدین محمد بن احمد المحلی م ۸۶۴ھ، جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی م ۹۱۱ھ: تفسیر الجلالین، دار المعرفۃ بیروت، طبع اولیٰ ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء

۱۰- امام دار الھجرۃ مالک بن انس م ۱۷۹ھ: موطا امام مالک مع تنویر الحوالک للسیوطی، مکتبہ تجاریہ کبریٰ (مصر)

۱۱- ابو عبد اللہ محمد بن حسن الشیبانی م ۱۸۹ھ: موطا امام محمد مع التعلیق الممجد للعلامۃ

للکھنؤ، خورشید بک ڈپو، لکھنؤ (بدون تاریخ)

۱۲- محمد بن اسمٰعیل البخاری م ۲۵۶ھ صحیح البخاری، اصح المطابع، دہلی ۱۳۳۷ھ ۱۹۳۸ء

۱۳- ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم النیساپوری م ۲۶۱ھ الجامع الصحیح المسمی بصحیح مسلم، مطبعہ عامرہ (مصر) تصحیح: محمد ذہنی (بدون سنہ)

۱۴- سلیمان بن اشعث ابو داؤد السجستانی م ۲۷۵ھ: سنن ابی داؤد، مطبع مجیدیہ کانپور ۱۳۳۵ھ

۱۵- ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی م ۲۷۹ھ: جامع الترمذی، کتب خانہ رشیدیہ، دہلی

۱۶- ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن بحر النسائی م ۳۰۳ھ: سنن نسائی، مطبع مجتبائی، دہلی

۱۷- ابو عبد اللہ ابن ماجہ القزوینی م ۲۷۳ھ: سنن ابن ماجہ، اصح المطابع، لکھنؤ

۱۸- ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الدارمی م ۲۵۵ھ: سنن الدارمی علی ہامش المنتقی لابن تیمیۃ الحرانی دہلی

۱۹- الامام الاعظم ابو حنیفۃ النعمان بن ثابت م ۱۵۰ھ: مسند ابی حنیفہ، مع شرح للامام الہمام الملا علی قاری الحنفی ۱۰۱۴ھ ضبط و تقدیم: الشیخ خلیل محی الدین المیس دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبع اولیٰ ۱۴۰۵ھ ۱۹۸۵ء

۲۰- ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل م ۲۴۱ھ: مسند احمد بن حنبل و بہامشہ منتخب کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، المطبعۃ المیمنیۃ مصر ۱۳۱۳ھ

۲۱- علی بن عمر الدارقطنی م ۳۸۵ھ: سنن الدارقطنی مع التعلیق المغنی لشمس الحق العظیم آبادی مطبع فاروقی دہلی (بدون سنہ)

۲۲- ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ المعروف بالحاکم النیسابوری م ۴۰۵ھ: المستدرک علی الصحیحین فی الحدیث، دائرۃ المعارف النظامیۃ حیدر آباد الدکن ۱۳۳۴ھ الطبعۃ الاولیٰ

۲۳- ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب التبریزی م ۷۳۷ھ تقریباً: مشکوٰۃ المصابیح، کتب خانہ رشیدیہ، دہلی

۲۴- الدکتور اے۔ ی۔ ونسنک وغیرہ: المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی، مکتبہ بریل، لیدن ۱۹۳۳ء تا ۱۹۶۹ء

۲۵ شہاب الدین محمد بن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ: فتح الباری، مطبع خیریہ، مصر، طبعہ اولی ۱۳۱۹ھ، نیز: طبع جدید دار المعرفۃ، بیروت تحقیق وترتیب: عبداللہ بن عبداللہ بن باز، محمد فواد عبد الباقی اور محب الدین الخطیب

۲۶۔ محی الدین ابوزکریا یحیی بن شرف الدین النووی م ۶۷۶ھ: شرح صحیح مسلم مع المسلم المعروف بالنووی، اصح المطابع، دہلی نیز: طبع جدید، دار الریان للتراث بالقاہرہ، مطابع موسسۃ اخبار الیوم، القاہرہ

۲۷ ابوسلیمان احمد بن محمد الخطابی م ۳۸۸ھ: معالم السنن، الطبعۃ العلمیۃ، حلب، طبعہ اولی ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۴ء

۲۸۔ محمد بن علی بن محمد الشوکانی م ۱۲۵۵ھ: نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار۔ مکتبہ دار التراث قاہرہ

۲۹ محمد بن اسماعیل الامیر الیمنی الصنعانی م ۱۱۸۲ھ: سبل السلام شرح بلوغ المرام، مکتبہ عاطف، مصر، تصحیح وتعلیق: محمد عبد العزیز الخولی

۳۰۔ جلال الدین عبد الرحمن السیوطی الشافعی ۹۱۱ھ: تنویر الحوالک شرح موطا الامام مالک مع الموطا، محولہ بالا۔

۳۱۔ ابوالحسن محمد بن عبد الہادی سندی م ۱۱۳۸ھ: حاشیۃ السندی علی ابن ماجہ مع ابن ماجہ، محولہ بالا

۳۲۔ محمد ذہنی: شرح ذہنی للمسلم مع المسلم، مطبعہ عامرہ (مصر) محولہ بالا۔

۳۳۔ مجد الدین ابوالسعادات المعروف بابن الاثیر الجزری م ۶۰۶ھ: النہایۃ فی غریب الحدیث، مطبع عثمانیہ مصر ۱۳۱۱ھ، تصحیح: عبد العزیز بن اسماعیل الطہطاوی۔

۳۴۔ عبد الرؤف المناوی م ۱۰۲۹ھ: التیسیر بشرح الجامع الصغیر، الطباعۃ العامرہ مصر ۱۲۸۶ھ

۳۵۔ عبد الرؤف المناوی م ۱۰۲۹ھ: فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، موسسۃ قرطبہ۔ توزیع دار احیاء السنۃ۔ طبع جدید

۳۶ محمد ناصر الدین الالبانی: سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ واثرہا السیء فی الامۃ،

مکتبۃ المعارف الریاض، طبع اولی ۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۸ء

۳۷۔ تقی الدین احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ م ۷۲۸ھ: فتاوی ابن تیمیہ، جمع و ترتیب: عبدالرحمٰن بن قاسم وابنہ محمد۔ طبع اولی ۱۳۹۸ھ

۳۸۔ ابو حامد محمد بن محمد الغزالی م ۵۰۵ھ: احیاء علوم الدین، مکتبہ تجاریہ کبری، مصر

۳۹ زین الدین ابو الفضل عبدالرحیم بن الحسین العراقی م ۸۰۶ھ: المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار فی تخریج ما فی الاحیاء من الاخبار بذیل احیاء علوم الدین، محولہ بالا۔

۴۰۔ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن قیم الجوزیہ م ۷۵۱ھ: اعلام الموقعین عن رب العالمین، مکتبہ الکلیات الازہریہ مصر۔ مراجعت و تعلیق:۔ طٰہٰ عبدالرحمٰن سعد

۴۱۔ ابن قیم الجوزیہ م ۷۵۱ھ: زاد المعاد فی ھدی خیر العباد: موسسۃ الرسالۃ (بیروت) طبع ثامنہ ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء تحقیق و تعلیق: شعیب الارنوؤط اور عبدالقادر الارنوؤط

۴۲۔ ابو الفداء اسمٰعیل بن کثیر الدمشقی م ۷۷۴ھ: السیرۃ النبویہ، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء تحقیق: مصطفیٰ عبدالواحد

۴۳۔ ابن قیم الجوزیہ ۷۵۱ھ: بدائع الفوائد، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر

۴۴۔ ابن قیم الجوزیہ ۷۵۱ھ: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۴۵۔ ولی اللہ بن عبدالرحیم الدھلوی م ۱۱۷۶ھ: حجۃ اللہ البالغۃ، کتب خانہ رشیدیہ دھلی، طبع اولی ۱۳۷۳ھ

۴۶۔ ابو حامد الغزالیؒ م ۵۰۵ھ: الادب للدین، مشمولہ: الجواھر الغوالی من رسائل حجۃ الاسلام الغزالیؒ: المطبعۃ العربیہ، مصر، طبع اولی ۱۳۴۳ھ

۴۷۔ الامام الھمام جلال الدین سیوطی م ۹۱۱ھ: عین الاصابۃ فیمن استدرکتہ السیدۃ عائشۃؓ علی الصحابۃ۔ تصحیح و تعلیق: علامہ سید سلیمان ندوی م ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۳ء۔ ملحقہ سیرت عائشہؓ۔ مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۳۸۸ھ / ۱۹۶۹ء۔

۹۳- حکیم ولی الدین ناصر(ماہر جنسیات)؛ قانون مباشرت، فیصل پبلیکیشنز، نئی دہلی

۹۴- ڈاکٹر آفتاب احمد شاہ؛ آداب مباشرت، ہومیو ایجنسی کٹرہ شہاب خاں، اٹاوہ۔ یوپی ۱۹۹۲ء

۹۵- بار چہارم بتائید علماءِ حق و مفتیان کرام۔

۹۶- حکیم خان؛ ماڈرن برتھ کنٹرول (اردو) بیسویں صدی پبلیکیشنز، نئی دہلی

۹۷- کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ، بائیبل سوسائٹی، مہاتما گاندھی روڈ، بنگلور

انگریزی

۹۸- The Sociology of Sex, Edited by James M. Henslin & Edward Sagrin, Shoeken Books, New York, 1978

۹۹- Alex Comfort: Sex in Society, Gerald Duckword & Co. Ltd., London 1963

۱۰۰- Ira. L. Reiss: The Social Context of the Premarital Sexual Permissiveness. Holt, Rinehart & Winston, New York, 1967

۱۰۱- Melvin L Defleur etc: Sociology: Human Society, Scott, Foresman and Company Glenview Illionois, U.S.A. 1976 IInd Ed.

۱۰۲- Ronald Freedman etc: Principles of Sociology, New York, 1952

۱۰۳- Bhagwan Shree Rajneesh: Sex, Edited by: ma Amrit Chinmaya Published by: LearEnterprises, California, Printed in Korea, 1981

۱۰۴- J.N. Gupta & Vidya Bhushan: Sex Education for Teenagers.,Ramesh Publishing House. Delhi Ist Ed. 1987

۱۰۵- Chamber's Family Dictionary, Edinbargh, 1981

۱۰۶- Chamber's Twentieth Century Dictionary Allied Publishers, New Delhi, 1973

۱۰۷- Oxford Advanced Learner's Dictionary of Current English, Darya Ganj, New Delhi 1982

۱۰۸ New World Dictionary of the American Language, U.S.A., 1980 IInd Edition.

اخبارات ورسائل

۱۰۹۔ سہ ماہی تحقیقاتِ اسلامی، علی گڑھ

۱۱۰۔ ماہنامہ زندگیٔ نو، نئی دہلی

۱۱۱۔ ماہنامہ الربیلہ، نئی دہلی

۱۱۲۔ ماہنامہ صراطِ مستقیم، برمنگھم

۱۱۳۔ ماہنامہ خاتونِ مشرق، دہلی

۱۱۴۔ روزنامہ قومی آواز، نئی دہلی

۱۱۵۔ ہفت روزنامہ ایشیا، نئی دہلی

۱۱۶۔ ہفت روزہ تعمیرِ حیات، لکھنؤ

۱۱۷۔ سہ روزہ دعوت، نئی دہلی

۱۱۸۔ روزنامہ انڈین اکسپریس، نئی دہلی (انگریزی)

۱۱۹۔ روزنامہ ٹائمس آف انڈیا، نئی دہلی (انگریزی)

۱۲۰۔ جنیش ٹائمس، پونہ (ہندی)

ہماری دیگر مطبوعات

کتاب	مصنف
القرآن اور علم النفس	محمد عثمان نجاتی
حدیث نبویؐ اور علم النفس	محمد عثمان نجاتی
سیرۃ النبی ﷺ	علامہ شبلی نعمانی
رحمۃ للعالمینؐ	قاضی محمد سلیمان منصور پوری
النبی الخاتمؐ	مولانا مناظر احسن گیلانی
رسول عربیؐ	نور بخش توکلی
حیات محمدؐ	محمد حسین ہیکل
محسن انسانیتؐ	نعیم صدیقی
انسان کاملؐ	ڈاکٹر خالد علوی
سیرت قرآنیہ سیدنا رسول عربیؐ	پروفیسر محمد اجمل خان
حیات سرور کائناتؐ	مارٹن لنگس
سیرت طیبہ محمد رسول اللہؐ	مولانا عبدالمقتدر ایم۔اے
نبی اکرمؐ بطور ماہر نفسیات	سیدہ سعدیہ غزنوی
اسوۂ حسنہ اور علم نفسیات	سیدہ سعدیہ غزنوی
عہد نبویؐ کا نظام حکومت	پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی
ناموس رسولؐ اور قانون توہین رسالت	محمد اسماعیل قریشی
حضرت ابوبکر صدیقؓ	محمد حسین ہیکل
حضرت عمر فاروقؓ	محمد حسین ہیکل
الفاروق	علامہ شبلی نعمانی
سوانح حضرت ابوذر غفاری	مولانا سید مناظر احسن گیلانی
تاریخ اسلام (مکمل)	محمد اکبر شاہ نجیب آبادی

ISBN 969-503-272-9

الفیصل ناشران و تاجران کتب
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور